تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في كراهية كثرة الأكل.

۵۱۶۔ فوائد: اس میں بسیار خوری اور زیادہ شکم پری سے روکا گیا ہے اور یقیناً کم خوری صحت کے لئے مفید ہے۔ تمام حکماء بھی اس امر پر متفق ہیں۔

۵۱۷ ـ وعن أبي أُمَامَةَ إيَاسِ بنِ ثَعْلَبَةَ الأَنْصَارِيِّ الحَارِثي رضي الله عنه قال: ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسولِ اللهِ ﷺ يَوْماً عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَلا تَسْمَعُونَ؟ أَلا تَسْمَعُونَ؟ إنَّ البَذَاذَةَ مِنَ الإيمَانِ، إنَّ البَذَاذَةَ مِنَ الإيمَانِ» يَعْني: التَّقَحُّلَ. رواه أبو داود.

۲۷ / ۵۱۷ حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ایک دن آپؐ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے؟ کیا تم نہیں سنتے؟ کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے' یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ اس سے آپؐ کی مراد تکلفات اور زیب و زینت کی چیزوں کا ترک ہے۔ (ابو داؤد)

«البَذَاذَةُ»: بالبَاءِ المُوَحَّدَةِ وَالذَّالَيْنِ المُعْجَمَتَيْنِ، وَهِيَ رَثَاثَةُ الهَيْئَةِ، وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ، وَأَمَّا «التَّقَحُّلُ» فَبِالْقَافِ وَالحَاءِ؛ قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: المُتَقَحِّلُ: هُوَ الرَّجُلُ اليَابِسُ الجِلدِ مِنْ خُشُونَةِ العَيْشِ، وَتَرْكِ التَّرَفُّهِ.

البذاذۃ' باء اور دو ذالوں کے ساتھ۔ اس کے معنی ہیں انسان کی ظاہری حالت کا اچھا نہ ہونا اور عمدہ قیمتی پوشاک سے اجتناب کرنا اور تقحل' قاف اور حاء کے ساتھ ہے' اہل لغت کے نزدیک متقحل وہ شخص ہے جس کی جلد' روکھی سوکھی کھانے اور عیش و راحت کی زندگی سے گریز کی وجہ سے' جھریوں والی اور خشک ہو جائے۔

تخریج: سنن أبي داود، أوائل كتاب الترجّل.

۵۱۷۔ فوائد: اس میں عمدہ قیمتی لباس کے مقابلے میں سادہ لباس کی اور مرغوب' لذیذ اور انواع و اقسام کی خوراک کے مقابلے میں روکھی سوکھی اور سادہ خوراک کی ترغیب ہے کیونکہ انسان جتنا تکلفات دنیا سے اجتناب کرے گا' اتنا ہی وہ آخرت کی تیاری پر متوجہ رہے گا اور جس حساب سے وہ دنیا کی آسائشوں اور سہولتوں میں الجھے گا' آخرت کا دھیان کم ہوتا چلا جائے گا۔ یہ خیال رہے کہ سادگی کا مطلب' صفائی سے گریز نہیں ہے کیونکہ صفائی تو خود مطلوب اور نصف ایمان ہے۔ پاکیزگی اور صفائی سے ایک مومن کس طرح صرف نظر کر سکتا ہے؟ سادگی سے مراد تکلف و تصنع سے دامن بچانا ہے۔

۵۱۸ ـ وعن أبي عبد الله جابرِ بنِ عبدِ اللهِ رضي الله عنهما قال: بَعَثَنَا رسولُ اللهِ ﷺ، وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ رضي الله عنه، نَتَلَقَّى عِيراً لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَاباً مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ، فَكَانَ أَبُو

۲۸ / ۵۱۸ حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا (مقصد ہمارے بھیجنے کا یہ تھا) کہ ہم قریش کے ایک قافلے کا تعاقب کریں اور زاد راہ کے طور پر کھجور کا ایک تھیلہ ہمیں

عُبَيْدَةَ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً، فَقِيلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِهَا؟ قَالَ: نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ، ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ. قَالَ: وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوا، فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْراً، وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ، حَتَّى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ أَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَلَقَدْ أَخَذَ مِنَّا أَبُو عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلاً فَأَقْعَدَهُمْ فِي وَقْبِ عَيْنِهِ وَأَخَذَ ضِلَعاً مِنْ أَضْلَاعِهِ فَأَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ أَعْظَمَ بَعِيرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُونَا؟» فَأَرْسَلْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْهُ فَأَكَلَهُ. رواه مسلم. «الْجِرَابُ»: وِعَاءٌ مِنْ جِلْدٍ مَعْرُوفٍ، وَهُوَ بِكَسْرِ الْجِيمِ وَفَتْحِهَا، وَالْكَسْرُ أَفْصَحُ. قوله: «نَمَصُّهَا» بفتح الميم. و«الْخَبَطُ» وَرَقُ شَجَرٍ مَعْرُوفٍ تَأْكُلُهُ الْإِبِلُ. وَ«الْكَثِيبُ»: التَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ، و«الْوَقْبُ»: بفتح الواو وإسكان القاف وبعدها باءٌ موحدة، وَهُوَ نُقْرَةُ الْعَيْنِ. و«الْقِلَالُ» الْجِرَارُ. و«الْفِدَرُ» بكسر الفاء وفتح الدال:

دیا' اس کے علاوہ آپ کو کچھ اور میسر نہیں آیا (ورنہ آپؓ ہمیں ضرور دیتے) پس حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے۔ ان سے پوچھا گیا' آپؓ لوگ اس سے کیسے گزارہ کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہم اسے اس طرح چوستے' جیسے بچہ چوستا ہے۔ پھر اس پر ہم پانی پی لیتے۔ پس یہ ہمیں پورے دن' رات تک کافی ہو جاتا (یعنی ایک کھجور اور پانی ایک دن اور رات کی خوراک ہوتی) اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے' پھر انہیں پانی میں تر کرتے اور کھا لیتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم سمندر کے ساحل پر چلے تو ہمارے سامنے ساحل سمندر پر ریت کے بڑے ٹیلے کی طرح ایک چیز بلند ہوئی' ہم اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک بڑا جانور ہے جسے عنبر کے نام سے پکارا جاتا تھا (ہمارے امیر) حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا' یہ مردار ہے (اس لئے ہمارے لئے بیکار ہے) پھر فرمایا' نہیں' بلکہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہیں اور اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں اور تم اضطرار کی حالت میں ہو' اس لئے کھاؤ۔ پس ایک مہینہ ہم نے اسی کے گوشت پر گزارہ کیا اور ہم تین سو افراد تھے یہاں تک کہ ہم فربہ ہو گئے اور ہمارا حال یہ تھا کہ ہم اس جانور کی آنکھ کے گڑھے سے تیل کے گھڑے کے گھڑے نکالتے اور اس سے بیل کی مثل یا بیل کے بقدر (گوشت کے) ٹکڑے کاٹتے۔ اور حضرت ابوعبیدہؓ نے ہم میں سے تیرہ آدمی لئے اور انہیں اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھا دیا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی پکڑ کر اسے کھڑا کیا پھر ہمارے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ رکھا اور اسے اس کے نیچے سے گزار دیا اور ہم نے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر زاد راہ کے طور پر ساتھ لے لئے۔ جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم رسول اللہ ﷺ

القِطَعُ. «رَحَلَ البَعِيرَ» بتخفيف الحاءِ: أَيْ جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ. «الوَشَائِقُ» بالشين المعجمةِ وَالقَاف: اللَّحْمُ الَّذي اقْتُطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ. والله أعلم.

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اس جانور کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا' وہ رزق تھا جسے اللہ نے تمہارے لئے نکالا تھا' کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ باقی ہے؟ پس وہ ہمیں بھی تو کھلاؤ' چنانچہ ہم نے اس کا ایک حصہ آپؐ کی خدمت میں بھیجا جسے آپؐ نے تناول فرمایا۔ (مسلم)

جراب - چمڑے کا مشہور تھیلا یا برتن۔ اسے جیم پر زیر اور زبر کے ساتھ دونوں طریقے سے پڑھنا جائز ہے تاہم زیر زیادہ فصیح ہے۔ نمصھا۔ میم پر زبر کے ساتھ۔ الخبط۔ مشہور درخت کے پتے جسے اونٹ کھاتے ہیں۔ الکثیب' ریت کا ٹیلہ۔ الوقب' واؤ پر زبر اور قاف ساکن اور اس کے بعد باء' آنکھ کا گڑھا' قلال مٹکے۔ الفدر' فاء پر زیر دال پر زبر' ٹکڑے۔ رحل البعیر' حاء پر زبر بغیر شد کے۔ اونٹ پر کجاوہ رکھا۔ الوشائق شین اور قاف کے ساتھ۔ وہ گوشت جسے خشک کرنے کے لئے کاٹا جائے' یعنی ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں۔ واللہ اعلم

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إباحة میتة البحر.

۵۱۸۔ فوائد: اس میں بھی ایک تو صحابہ کرامؓ کی اس تنگ دستی کا ذکر ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام کے ابتدائی دور میں گزرے اور اسے انہوں نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ دوسرے' اللہ کی طرف سے برکت کے ظہور کی وضاحت کہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹے صرف ایک کھجور اور پانی پی کر گزار لیتے۔ تیسرے' حالات کے مطابق اجتہاد کی گنجائش کا بیان' کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے پہلے تامل کا اظہار کیا اور پھر بعد میں اپنے اجتہاد سے اس کے برعکس رائے قائم کی اور اسے بطور خوراک استعمال کیا۔ چوتھے' صحابہؓ کرام کی ولایت کہ اللہ نے معجزانہ طور پر انہیں سمندر کی اتنی بڑی مچھلی عطا کردی جسے تین سو افراد کا قافلہ ایک مہینے تک کھاتا رہا۔ پنجم' اس سے معلوم ہوا کہ سمندر کا مردار بھی حلال ہے جیسے دوسری روایت میں صراحت موجود ہے کہ "سمندر کا پانی اور اس کا مردار' دونوں حلال ہیں"۔ ششم' کہتے ہیں کہ یہ مچھلی پچاس پچاس گز لمبی ہوتی ہے۔ وہیل مچھلی بھی اسی طرح بڑی لمبی چوڑی ہوتی ہے۔ سچ ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو "تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔

٥١٩ ـ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رضي الله عنها قالت: كَانَ كُمُّ قَمِيصِ

۲۹ / ۵۱۹ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچے تک تھی۔

رَسُولِ الله ﷺ إِلَى الرُّصْغِ. رواه أبوداود، والترمذي وقال: حديث حسن. «الرُّصْغ» بالصادِ وَالرُّسْغُ بالسينِ أَيْضًا: هُوَ المَفْصِلُ بَيْنَ الكَفِّ وَالسَّاعِدِ.

(ابو داؤد' ترمذی- امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے) الرصغ اور الرسغ' دونوں طرح اس کا استعمال ہے- بازو اور ہتھیلی کے درمیان کے جوڑ کو کہتے ہیں یعنی پہنچا-

تخریج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في القميص - وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في القمص.

۵۱۹- فوائد: ضرورت سے زیادہ لمبا کپڑا' عام طور پر تکبر کی علامت ہے' علاوہ ازیں وہ فوری حرکت میں بھی مانع ہوتا ہے جبکہ ضرورت سے چھوٹا کپڑا' سردی گرمی کی شدت میں تکلیف کا باعث ہوتا ہے' اس لئے میانہ روی ہی بہترین طریقہ ہے اور یہی طریق نبوی ہے-

٥٢٠ ـ وَعَن جابِرٍ رضي الله عنه قَالَ: إِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ، فَجَاؤُوا إِلَى النبيِّ ﷺ فقالوا: هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِى الخَنْدَقِ. فقال: «أَنَا نَازِلٌ» ثُمَّ قَامَ، وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلاثَةَ أَيَّامٍ لاَ نَذُوقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ المِعْوَلَ، فضَرَبَ، فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ، أَوْ أَهْيَمَ، فَقلتُ: يَارسولَ الله! ائْذَنْ لِى إِلَى البَيْتِ، فقلتُ لامْرَأَتِى: رَأَيتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا مَا فِى ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيءٌ؟ فقالتْ: عِنْدِى شَعِيرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحتُ العَنَاقَ، وَطَحَنْتُ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللحمَ فِى البُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النبيَّ ﷺ، وَالعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ وَالبُرْمَةُ بَيْنَ الأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ تَنْضجُ، فقلتُ: طُعَيِّمٌ لِي فَقُمْ أَنْتَ يارسولَ الله! وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلاَنِ، قال: «كَمْ هُوَ»؟ فَذَكَرْتُ لَه فقال: «كثِيرٌ طَيِّبٌ، قُلْ لَهَا لا تَنْزِعِ البُرْمَةَ، وَلاَ الخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتَّى آتِيَ» فقال: «قُومُوا» فقام المُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصارُ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فقلتُ: وَيْحَكِ جَاءَ النبيُّ

۳۰ / ۵۲۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق والے دن خندق کھود رہے تھے کہ ایک نہایت سخت چٹان سامنے آگئی (جسے توڑنے میں صحابہؓ ناکام رہے) چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ سخت چٹان خندق میں آگئی ہے (جو ٹوٹنے میں نہیں آرہی ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا (اچھا) میں خود (خندق میں) اترتا ہوں- پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور (بھوک کی شدت سے) آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور تین دن ہمارے ایسے گزرے تھے کہ کوئی چیز ہم نے چکھی تک نہیں تھی- پس نبی کریم ﷺ نے کدال پکڑی اور چٹان پر ماری' جس سے وہ ریت کا ٹیلہ ہوگئی یعنی ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی (حضرت جابرؓ - حدیث کے راوی- کہتے ہیں کہ) میں نے کہا یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیں (چنانچہ میں گھر آیا) اور اپنی بیوی سے کہا- میں نے نبی ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے جو میرے لئے ناقابل برداشت ہے' کیا تیرے پاس (کھانے پینے کی) کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا' میرے پاس کچھ جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے- چنانچہ میں نے وہ بچہ ذبح کیا اور جَو پیسے یہاں تک کہ گوشت (پکنے کے لئے) ہنڈیا میں ڈال دیا- پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا

ﷺ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصَارُ وَمَن مَعَهُم! قالت: هل سَأَلَكَ؟ قلتُ: نَعَمْ، قال: «ادْخُلُوا وَلاَ تَضَاغَطُوا» فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللحْمَ، وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ، وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَل يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا، وَبَقِيَ مِنْهُ، فقال: «كُلِي هٰذَا وَأَهْدِيْ، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: قال جابرٌ: لَمَّا حُفِرَ الخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا، فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فقلتُ: هل عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّي رَأَيْتُ برسولِ اللهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ داجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ، فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي، وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رسولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: لاَ تَفْضَحْنِي برسولِ اللهِ ﷺ وَمَنْ مَعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ: يا رسولَ اللهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا، وَطَحَنَتْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ، فَصَاحَ رسولُ اللهِ ﷺ فقال: «يَا أَهْلَ الخَنْدَقِ! إِنَّ جابرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا فَحَيَّهَلاً بِكُمْ» فقال النبيُّ: «لاَ تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلاَ تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ» فَجِئْتُ، وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ، حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فقلتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ. فَأَخْرَجَتْ عَجِيْنًا، فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: «ادْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلاَ تُنْزِلُوهَا» وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ

جبکہ آٹا تیار تھا اور ہنڈیا چولہے پر چڑھی ہوئی' پکنے کے قریب تھی۔ میں نے کہا' میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے' یارسول اللہ! آپ تشریف لے چلئے اور ایک یا دو آدمی ساتھ لے لیں۔ آپ نے فرمایا' وہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپ کو تفصیل بتلائی تو فرمایا' وہ بہت ہے اور عمدہ ہے۔ تم اپنی بیوی سے کہہ دو کہ میرے آنے تک ہنڈیا چولہے سے اتارے اور نہ تنور سے روٹیاں نکالے۔ پھر آپ نے (تمام صحابہ کو خطاب کرکے فرمایا) اٹھو (چلو) پس تمام مہاجرین اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے (حضرت جابر فرماتے ہیں) میں (جلدی جلدی) گھر آیا اور بیوی سے کہا' تیرا بھلا ہو' نبی ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام مہاجرین و انصار سب آگئے۔ بیوی نے کہا نبی ﷺ نے تم سے (کھانے کی مقدار کی بابت) پوچھا تھا؟ میں نے کہا' ہاں (دارمی کی روایت میں اس کے بعد ہے' پس بیوی نے کہا' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے' تم نے تو ان کو' جو کچھ ہمارے پاس ہے' بتلا دیا تھا' بیوی کی یہ بات سن کر مجھے کچھ حوصلہ ہوا اور میرے دل کا بوجھ دور ہوگیا اور میں نے بیوی سے کہا' تو نے سچ کہا) نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا' اندر آجاؤ اور تنگی نہ کرو۔ پھر آپ نے روٹی کے ٹکڑے کرنے اور ان پر گوشت رکھنا شروع کردیا اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی نکال لیتے تو انہیں ڈھک دیتے اور انہیں اپنے ساتھیوں کی خدمت میں پیش کردیتے اور پھر نکالتے (اور اس طرح دوسروں کو دیتے) پس اس طرح آپ روٹیاں توڑتے اور گوشت نکالتے رہے (اور سب کو دیتے رہے) یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے اور اس میں سے کچھ کھانا (پھر بھی) بچ گیا۔ پھر آپ نے (جابر کی بیوی سے) فرمایا تو بھی کھالے اور دوسروں کو ہدیہ بھی بھیج' کیونکہ لوگ بھوکے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

بالله لَأكلُوا حَتّى تَرَكُوهُ وَانحرَفُوا، وَإنَّ بُرْمَتَنَا لتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ. قَوْلُه: «عَرَضَتْ كُدْيَةٌ»: بضم الكاف وإسكان الدال وبالياء المثناة تحت، وهي قِطعَةٌ غَليظَةٌ صُلْبَةٌ مِنَ الأرضِ لا يعمل فيها الفَأسُ. وَ«الكَثِيْبُ» أصْلُهُ تَلُّ الرَّمْلِ، وَالْمُرَادُ هُنَا: صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا، وَهُوَ مَعْنَى «أَهْيَلَ». وَ«الأَثَافِيُّ»: الأحْجَارُ الَّتِي يَكُونُ عَلَيْهَا القِدرُ. وَ«تَضَاغَطُوا»: تَزَاحَمُوا. وَ«المَجَاعَةُ»: الجُوعُ، وهو بفتح الميم. وَ«الخَمَصُ» بفتح الخاءِ المعجمة والميم: الجُوعُ. وَ«انْكَفَأْتُ»: انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ. وَ«الْبُهَيْمَةُ» بضم الباءِ: تَصغير بَهْمَة، وَهِيَ العَنَاقُ ـ بفتح العين ـ. وَ«الدَّاجِنُ»: هِيَ الَّتِي أَلِفَتِ البَيْتَ. وَ«السُّؤْرُ»: الطَّعَامُ الَّذِي يُدْعَى النَّاسُ إلَيْهِ، وَهُوَ بِالفَارِسيَّةِ، وَ«حَيَّهَلاً» أي: تَعَالَوا. وَقَوْلُهَا: «بكَ وَبكَ» أي: خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ، لأنَّهَا اعْتَقَدَتْ أنَّ الَّذِي عِندَهَا لا يَكْفِيهِم، فَاسْتَحْيَتْ وَخَفِيَ عَلَيْهَا مَا أكْرَمَ اللهُ سُبْحَانَهُ وتعالى بِهِ نَبِيَّهُ ﷺ مِنْ هذِهِ المُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالآيَةِ البَاهِرَةِ. «بَسَقَ» أي: بَصَقَ، وَيُقَالُ أَيضًا: بَزَقَ ـ ثَلاثُ لُغَاتٍ ـ. وَ«عَمَدَ» بفتح الميم، أي: قَصَدَ. وَ«اقْدَحِيْ» أي: اغْرِفِيْ؛ وَالمِقْدَحَةُ: المِغْرَفَةُ. وَ«تَغِطُّ» أي: لِغَلَيَانِهَا صَوتٌ، والله أعلم.

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے نبی ﷺ کو بھوکا دیکھا۔ پس میں اپنی بیوی کی طرف لوٹا اور اس سے پوچھا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں پس اس نے ایک تھیلا نکال کر مجھے دکھایا جس میں ایک صاع جو تھے اور بکری کا ایک پالتو بچہ بھی ہمارے پاس تھا' میں نے اسے ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے اور میرے (گوشت بنانے سے) فارغ ہونے تک وہ بھی (جو پیس کر) فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے کر کے ہنڈیا میں ڈالا' پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس جانے لگا تو بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے چپکے چپکے بات کی' میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے اپنا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع (ڈھائی کلو) جو پیسے ہیں۔ پس آپؐ تشریف لائیے اور آپؐ کے ساتھ چند آدمی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز میں فرمایا اے خندق (کھودنے) والو! جابرؓ نے کھانا تیار کیا ہے' پس تم سب آؤ اور نبی ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا کہ تم اپنی ہنڈیا (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹی پکانا' یہاں تک کہ میں آجاؤں۔ پس میں آیا اور نبی ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ آگے آگے چلنے لگے حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا (اور اسے سب کے آنے کی خبر دی) اس نے مجھے کوسنا شروع کر دیا' میں نے کہا (میرا کیا قصور ہے) میں نے تو وہی کیا جو تجھ سے کہا تھا (بہرحال رسول اللہ ﷺ) تشریف لے آئے۔ بیوی نے آٹا نکال کر آپؐ کی خدمت میں پیش کیا' آپؐ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا (یعنی تھوکا) اور برکت کی دعا فرمائی پھر ہماری ہنڈیا کی طرف آئے' اس میں بھی

آپ ؐ نے تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی' پھر فرمایا کوئی روٹی پکانے والی بلالے' پس وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے پیالوں میں (سالن) ڈالتی جا' مگر اسے چولہے سے نہ اتارنا۔ اور یہ سارے (شریک طعام) افراد ایک ہزار تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب نے کھانا کھایا' یہاں تک کہ کھانا باقی چھوڑ گئے اور چلے گئے اور ہماری ہنڈیا یقیناً جوش مار رہی تھی' جیسے وہ پہلے ابل رہی تھی اور ہمارے آٹے سے بھی پہلے کی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

کُدْیَۃ' کاف پر پیش' دال ساکن اور اس کے بعد یاء' زمین کا ایسا سخت ٹکڑا' جس میں کلہاڑی بھی کام نہ کرے۔ کثیب' کے اصل معنی تو تودۂ ریت ہیں لیکن یہاں مراد ہے کہ وہ چٹان ریت کی طرح نرم ہوگئی اور یہی معنی اھیل کے ہیں۔ الاثافی۔ وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھی جاتی ہے (یعنی چولہے کے تین پتھر) تضاغطوا' بھیڑ کرو۔ مجاعتہ بھوک' جیم پر زبر ہے۔ الخمص خاء اور میم پر زبر' بھوک۔ انکفأت میں پھرا اور لوٹا۔ البھیمۃ باء پر پیش بھیمۃ کی تصغیر۔ یہ عناق (بکری کے چھوٹے بچے) کو کہتے ہیں اور عناق کی عین پر زبر ہے۔ داجن وہ جانور جو گھر سے مانوس ہو یعنی پالتو جانور۔ سؤر اس کھانے کو کہتے ہیں جس کے لئے لوگوں کو دعوت دی جائے۔ اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ حیھلا کے معنی ہیں' آؤ۔ بک وبک اپنے خاوند سے جھگڑی اور اسے برا بھلا کہا' اس لئے کہ اسے یہ یقین تھا کہ اس کے پاس جتنا سامان خوراک ہے' وہ ان سب مہمانوں کو کافی نہیں ہوگا۔ پس وہ شرمندہ ہوئی اور اس پر وہ ظاہر معجزہ اور واضح نشانی مخفی تھی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے پیغمبر کو نوازا۔ بسق' بصق اور بزق تینوں لغتیں ہیں' معنی

ایک ہی ہیں۔ تھوکا۔ عمد، میم پر زبر، ارادہ کیا۔ اقدحی چمچے سے نکال نکال کر دے۔ مقدحہ چمچے اور ڈوئی کو کہتے ہیں۔ تغط یعنی ابلنے کی آواز تھی۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق - صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك.

۵۲۰- فوائد: (۱) اس میں بھی نبی ﷺ سمیت صحابہ کرامؓ کی تنگ دستی اور فقر و فاقہ والی زندگی اور معجزۂ تکثیر طعام کے علاوہ نبی ﷺ کی تواضع کا بیان ہے کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر سخت محنت و مشقت والے کام بھی کرتے تھے۔ کاش ہمارے قائدین اور بڑے لوگ بھی اس اسوۂ حسنہ کو اپنائیں۔ (۲) ہدیہ دینا مستحب ہے۔ خاص طور پر حاجت اور بھوک کے موقعے پر۔

٥٢١ - وعن أنس رضي الله عنه قال: أبوطَلْحَةَ لأُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعتُ صَوتَ رسولِ اللهِ ﷺ ضَعِيفًا أعرِفُ فِيهِ الجُوعَ، فَهَلْ عِندَكِ مِن شَيءٍ؟ فقالت: نَعَمْ، فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِن شَعِيرٍ، ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا، فَلَفَّتِ الخُبزَ بِبَعضِهِ، ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحتَ ثَوبِي وَرَدَّتنِي بِبَعضِهِ، ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إلى رسولِ اللهِ ﷺ، فَذَهَبْتُ بِهِ، فَوَجَدتُ رسولَ اللهِ ﷺ جَالِسًا فِي المَسْجِدِ، وَمَعَهُ النَّاسُ، فَقُمتُ عَلَيهِم، فقالَ لِي رسولُ اللهِ ﷺ: «أَرْسَلَكَ أَبُوطَلْحَةَ؟» فقلتُ: نَعَمْ، فقال «أَلِطَعَامٍ؟» فقلت نَعَم، فقال رسولُ الله ﷺ: «قُومُوا» فَانطَلَقُوا وَانطَلَقتُ بَينَ أَيدِيهِم حَتَّى جِئتُ أَبَاطَلْحَةَ فَأَخبَرتُهُ، فقال أَبُوطَلْحَةَ: يَاأُمَّ سُلَيْمٍ! قَدْ جَاءَ رسولُ اللهِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَيسَ عِندَنَا مَا نُطعِمُهُمْ! فقالت: اللهُ وَرَسُولُهُ أعلم. فَانطَلَقَ أَبُوطَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رسولَ اللهِ ﷺ، فَأَقبَلَ رسولُ اللهِ ﷺ مَعَهُ حَتَّى دَخَلا، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «هَلُمِّي مَا

۳۱ / ۵۲۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے (اپنی اہلیہ) حضرت ام سُلَیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے۔ میرا خیال ہے وہ بھوک کی وجہ سے ہے، کیا تیرے پاس (کھانے پینے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ پھر انہوں نے جَو کی چند روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹہ پکڑا اور اس کے ایک کنارے میں روٹیاں لپیٹیں اور میرے (یعنی حضرت انسؓ کے) کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اس دوپٹے کا کچھ حصہ میرے جسم پر لپیٹ دیا، پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، چنانچہ میں وہ لے گیا۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں تشریف فرما پایا۔ آپؐ کے ساتھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، میں ان کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ کیا تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ آپؐ نے پھر پوچھا، کیا کھانے کے لئے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے (ساتھیوں سے) کہا۔ اٹھو، پس وہ سب چلے اور میں ان کے آگے آگے چلتا رہا، یہاں تک کہ میں حضرت ابو طلحہؓ کے پاس پہنچ گیا اور آپؐ کو اس

عِنْدَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ!» فَأَتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ، فَأَمَرَ بِهِ رسولُ اللهِ ﷺ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَأَدَمَتْهُ، ثُمَّ قال فِيهِ رسولُ اللهِ ﷺ ما شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ قال: «ائذَنْ لِعَشَرَةٍ» فَأَذِنَ لهم، فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثم خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: «ائذَنْ لِعَشَرَةٍ» فَأَذِنَ لهم فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجوا، ثُمَّ قَالَ: «ائذَنْ لِعَشَرَةٍ» فَأَذِنَ لَهم حتى أَكَلَ القَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا، ثُمَّ قَالَ: وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلاً أَوْ ثَمَانُونَ. متفقٌ عليه. وفي رواية: فما زال يَدْخُلُ عَشَرَةٌ وَيَخْرُجُ عَشَرَةٌ، حتى لم يَبْقَ مِنهم أَحَدٌ إِلاَّ دَخَلَ، فَأَكَلَ حَتَّى شَبِعَ، ثم هَيَّأَهَا فَإِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِينَ أَكَلُوا مِنْهَا. وفي رواية: فَأَكَلُوا عَشَرَةً عَشَرَةً، حتَّى فَعَلَ ذلكَ بِثَمانِينَ رَجُلاً، ثُمَّ أَكَلَ النبيُّ ﷺ بعد ذلكَ وَأَهْلُ البَيْتِ، وَتَرَكُوا سُؤْرًا. وفي رواية: ثُمَّ أَفضَلُوا مَا بَلَّغُوا جيرانَهُم. وفي روايةٍ عن أنسٍ قال: جِئْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَوْمًا، فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا مَعَ أَصحابِهِ، وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فقلتُ لِبَعْضِ أَصحَابِهِ: لِمَ عَصَبَ رسولُ اللهِ ﷺ بَطْنَهُ؟ فقالوا: مِنَ الجُوعِ، فَذَهَبْتُ إِلى أَبي طَلْحَةَ، وَهُوَ زَوْجُ أُمِّ سُلَيْمٍ بنتِ مِلحَانَ، فقلتُ: يَا أَبَتَاه! قَدْ رَأَيتُ رسولَ اللهِ ﷺ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَسَأَلْتُ بَعضَ أَصحَابِه، فقالوا مِنَ الجُوعِ. فَدَخَلَ أَبُوطَلْحَةَ على أُمِّي فقال: هَل مِن شَيءٍ؟ قلت: نعم عِندِي كِسَرٌ مِن خُبزٍ وَتَمَرَاتٌ، فَإِنْ جَاءَنَا رسولُ اللهِ ﷺ وَحدَهُ أَشْبَعْنَاهُ، وَإِن جَاءَ

بات کی خبر دی۔ پس ابوطلحہ ؓ نے فرمایا' اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لے آئے ہیں اور ہمارے پاس تو اتنا کھانا نہیں ہے جو ان سب کو کھلا سکیں۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ پس ابو طلحہ ؓ (باہر نکل کر) چلے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو جا ملے۔ پس رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ آگے بڑھے حتیٰ کہ یہ دونوں گھر میں داخل ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلیم ؓ سے فرمایا' تمہارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ' پس انہوں نے وہ روٹیاں پیش کردیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان روٹیوں کو توڑا گیا اور ام سلیم نے ان پر گھی کی کپی نچوڑ دی جس نے ان کو سالن والا بنادیا (یعنی چپڑی روٹی سالن کا کام بھی دے گئی) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس میں جو اللہ نے چاہا کہا (یعنی خیر و برکت کی دعا فرمائی) اور فرمایا' دس آدمیوں کو (کھانے کی) اجازت دو۔ پس ابو طلحہ ؓ نے انہیں اجازت دی انہوں نے کھانا کھایا یہاں تک کہ سیر ہوگئے۔ پھر چلے گئے۔ آپ نے پھر فرمایا' دس آدمیوں کو اجازت دو۔ پس انہیں اجازت دی' انہوں نے بھی کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہوگئے اور نکل گئے۔ آپ ؐ نے پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو۔ ابو طلحہ ؓ نے اجازت دی یہاں تک کہ سب لوگوں نے (دس دس کرکے) سیر ہو کر کھانا کھالیا اور یہ ستر یا اسی آدمی تھے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ دس آدمی داخل ہوتے اور نکلتے رہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جو داخل ہوا ہو اور اس نے سیر ہوکر کھانا نہ کھایا ہو۔ پھر اس کھانے کو اکٹھا کیا تو وہ اسی طرح تھا جیسے کھانے سے پہلے تھا۔

ایک اور روایت میں ہے ۔پس انہوں نے دس دس آدمیوں کی صورت میں کھانا کھایا یہاں تک کہ ۸۰

آخَرُ معه قَلَّ عَنهمْ، وَذَكَرَ تَمَامَ الحَدِيث.

آدمیوں نے ایسا کیا۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور گھر والوں نے کھانا کھایا اور (پھر بھی) بچا ہوا کھانا چھوڑا۔

ایک اور روایت میں ہے پھر انہوں نے اتنا کھانا بچا دیا کہ وہ پڑوسیوں کو بھی پہنچایا۔

حضرت انس ؓ ہی سے ایک اور روایت میں ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما پایا اور آپ نے اپنے پیٹ پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ میں نے آپ کے بعض ساتھیوں سے پوچھا' رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں باندھی ہوئی ہے؟ تو انہوں نے بتلایا' بھوک کی وجہ سے۔ چنانچہ میں حضرت ام سلیم بنت ملحان کے خاوند حضرت ابو طلحہ ؓ کے پاس گیا' اور کہا ابا جان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پیٹ پر پٹی باندھے ہوئے دیکھا تو میں نے آپ کے بعض ساتھیوں سے (اس کی بابت پوچھا) تو انہوں نے بتلایا کہ بھوک کی شدت سے ایسا کیا ہے۔ پس حضرت ابو طلحہ ؓ میری والدہ کے پاس آئے اور کہا کیا کچھ (کھانے کو) ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں' میرے پاس روٹی کے کچھ ٹکڑے اور چند کھجوریں ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اکیلے تشریف لائیں تو ہم آپ کو سیر کر دیں گے اور اگر دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ آئے تو پھر ان کے لئے یہ کم ہو جائے گا اور باقی حدیث بیان کی۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب علامات النبوة في الإسلام، وكتاب المساجد، وكتاب الأطعمة، وكتاب الأيمان والنذور - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك.

۵۲۱- فوائد: اس میں بھی وہی چیزیں ہیں جو سابقہ حدیث میں گزریں' البتہ اس میں ایک صراحت مزید یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور گھر والوں نے کھانا سب کے بعد کھایا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ میزبانوں کو مہمانوں کے بعد کھانا چاہیے اور اسی طرح پیر و مرشد کو بھی اپنے مریدوں کو کھلانے کے بعد کھانا چاہیے۔ لیکن اب ایسے پیر و

مرشد کہاں؟ (۲) اس میں حضرت انسؓ نے حضرت ابو طلحہؓ کو ابا جان کہہ کر پکارا' یہ ادب و احترام کے طور پر ایسا کیا۔ حضرت ابو طلحہؓ' حضرت انسؓ کے سوتیلے باپ تھے۔ حضرت انسؓ کے والد' مالک بن نضر تھے' ان کی والدہ حضرت ام سلیم مسلمان ہوگئیں لیکن مالک نے قبول اسلام کی بجائے شام جانا پسند کیا۔ چنانچہ وہ اپنی مسلمان بیوی کو چھوڑ کر شام چلے گئے اور وہیں فوت ہوگئے۔ اس کے بعد ام سلیم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا۔ (۳) اس باب میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زہد و قناعت بلکہ فقر و فاقہ پر مبنی زندگی کے جو واقعات گزرے ہیں وہ ایسے ہیں کہ آج کل اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ وہ حقائق و واقعات ہیں جو نہایت مستند طریقے سے نقل ہوئے ہیں جنہیں افسانے کہہ کر جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اس کی توجیہہ البتہ بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ اس وقت کفر و اسلام کا جو معرکہ درپیش تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ لوگ دنیا اور اس کے تنعمات سے کنارہ کش رہ کر کفر کے استیصال اور غلبہ اسلام کے لئے شب و روز مصروف رہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر اس گروہ قدسیہ کے دلوں سے دنیا کی محبت نکال ڈالی اور آخرت کی محبت ڈال دی اور یوں انہوں نے دنیا کے سامنے دنیا سے بے رغبتی کا ایک بے مثال کردار پیش کیا اور اسلام کی ترویج و اشاعت کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا۔ اگر وہ بھی دنیا کی لذتوں میں منہمک ہوجاتے تو اسلام کا ابتداء ہی میں وہ حال ہوجاتا جو بعد میں مسلمانوں کی محبت دنیا کی وجہ سے اس کا ہوا۔ آج مسلمانوں کے پاس سب کچھ ہے' مال و دولت کی کثرت ہے۔ آسائشوں اور سہولتوں کی فراوانی ہے اور ہر طرح کے اسباب و وسائل مہیا ہیں لیکن دنیا بھر میں ذلیل و رسوا ہیں' ان کی پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ دلوں میں آخرت کی بجائے' دنیا کی محبت رچ بس گئی ہے جس نے انہیں بزدل بنادیا اور مجاہدانہ کردار ادا کرنے سے عاری کردیا ہے۔

۵۷۔ بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيشَةِ وَالْإِنْفَاقِ وَذَمِّ السُّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ

۵۷۔ قناعت' سوال سے بچنے اور معیشت و انفاق میں میانہ روی اختیار کرنے اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کی مذمت

قال الله تعالى: ﴿ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا ﴾[هود: ٦] وقال تعالى: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحْصِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِى ٱلْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا ﴾[البقرة: ٢٧٣] وقال تعالى: ﴿ وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُوا۟ لَمْ يُسْرِفُوا۟ وَلَمْ يَقْتُرُوا۟ وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴾[الفرقان: ٦٧] وقال تعالى:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین پر جو بھی چلنے والا ہے' اس کی روزی اللہ کے ذمے ہے۔

نیز فرمایا: صدقہ خیرات ان فقراء کے لئے ہے جو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے ہیں' زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف لوگ انہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں' تو انہیں ان کے چہرے سے پہچانتا ہے' وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل۔ اور اس کے

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٦ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ﴾[الذاريات: ٥٦، ٥٧]

درمیان ان کی گزران ہے۔

اور فرمایا: میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے' میں ان سے کوئی روزینہ نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

وأما الأحاديث، فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُهَا فِي البَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ، وَمِمَّا لَمْ يَتَقَدَّمْ:

اس موضوع سے متعلقہ حدیثوں کا ایک بڑا حصہ گزشتہ دوبابوں میں گزر چکا ہے اور جو پہلے بیان نہیں ہوئیں' ان میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں۔

٥٢٢ ـ عن أبي هُرَيْرَةَ رضيَ اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لَيسَ الغِنَى عَن كَثْرةِ العَرَضِ، وَلٰكنَّ الغِنَى غِنَى النَّفسِ» متفق عليه. «العَرَضُ» بفتح العين والراء: هُوَ المَالُ.

۱ / ۵۲۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مال داری 'سازوسامان کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل مال داری' نفس کی مالداری ہے۔ (بخاری و مسلم)

العرض' عین اور راء دونوں پر زبر۔ اس کے معنی مال اور دنیا کے اسباب و وسائل ہیں۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب الغني غني النفس - وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب ليس الغني عن كثرة العرض.

۵۲۲- فوائد: نفس کی مالداری کا مطلب ہے انسان کے پاس اپنا جو کچھ ہو' اسی میں وہ گزارہ کرے اور دوسروں سے بے نیاز رہے اور نہ ان سے کچھ طلب کرے۔ اس میں گویا اس امر کی ترغیب ہے کہ اللہ کی تقسیم پر انسان راضی رہے' بغیر ضرورت کے زیادتی کی حرص نہ رکھے اور دوسرے کے مال و دولت کو للچائی ہوئی نظر سے نہ دیکھے۔

٥٢٣ ـ وعن عبدِالله بن عمرو رضي الله عنهما أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعهُ اللهُ بما آتاهُ» رواه مسلم.

۲ / ۵۲۳ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور اللہ نے اس کو جو کچھ دیا' اس پر اس کو قناعت کی توفیق سے نواز دیا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الكفاف والقناعة.

۵۲۳- فوائد: کفاف- اتنی روزی کہ نہ زیادہ ہو نہ کم- روزی کی اتنی مقدار کو کفاف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں سے سوال کرنے سے روک دیتی ہے- اس میں ایسے لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے جو تھوڑے سے مال پر راضی رہتے ہیں اور لوگوں سے سوال نہیں کرتے- اسی طرح اس میں کفاف کی بھی فضیلت ہے- اس لئے کہ مال داری اکثر انسان کو متکبر بنا دیتی ہے اور فقیری و غربت انسان کو ذلیل کردیتی ہے -بقدر کفاف روزی میں یہ

دونوں خطرے نہیں ہیں۔

٥٢٤ ۔ وعن حَكيم بن حِزام رضى الله عنه قال: سَألتُ رسولَ اللهِ ﷺ فَأعطَاني، ثم سَألتُهُ فَأعطَاني، ثُمَّ سَألتُهُ فَأعطَانِي، ثُمَّ قال: «ياحكيمُ! إنَّ هذا المَالَ خَضِرٌ حُلوٌ، فَمَن أخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفسٍ بُورِكَ فيهِ، وَمنَ أخَذَهُ بإشْرَافِ نَفسٍ لَم يُبَارَكْ لَهُ فيهِ، وكَانَ كالَّذِي يَأكُلُ وَلاَ يَشْبَعُ؛ وَاليَدُ العُليَا خيرٌ مِنَ اليَدِ السُّفلَى» قال حكيمٌ فقلتُ: يارسولَ الله! وَالَّذي بَعَثَكَ بالحقِّ لاَ أرزأُ أحَدًا بَعدَكَ شَيئًا حتَّى أُفَارِقَ الدُّنيَا. فَكَانَ أبُوبكرٍ رضى الله عنه يَدْعُو حَكيمًا لِيُعطِيَهُ، فَيأبَى أنْ يَقبَلَ مِنهُ شَيئًا، ثُمَّ إنَّ عمرَ رضى الله عنه، دعاهُ لِيُعْطِيَهُ فأبَى أن يقبَلَهُ. فقال: يامَعْشَرَ المُسْلِمينَ! أُشهِدُكُم عَلى حَكيمٍ أنِّيْ أعرِضُ عَلَيه حَقَّهُ الَّذى قَسَمَهُ اللهُ لَهُ في هذا الفيءِ، فَيَأبَى أنْ يَأخُذَهُ. فَلَمْ يَرزَأْ حَكيمٌ أحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبيِّ ﷺ حتَّى تُوُفِّيَ. متفقٌ عليه.

۳ / ۵۲۴ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (مال کا) سوال کیا تو آپ ؐ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا' آپ ؐ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے پھر عطا فرمایا اور فرمایا اے حکیم! یہ مال یقیناً سرسبز ہے' شیریں ہے' جو اسے بے نیازی (سخاوت نفس) کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لئے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اسے نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے' اس کے لئے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس (بیمار) شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا' یارسول اللہ' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' میں آپ ؐ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں لونگا۔ یہاں تک کہ دنیا چھوڑ جاؤں۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم ؓ کو بلاتے تاکہ انہیں کچھ عطا کریں لیکن وہ قبول کرنے سے انکار فرما دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) انہیں عطیہ دینے کے لئے بلایا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ پس حضرت عمر ؓ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! تم گواہ رہنا کہ میں حکیم ؓ پر اس کا وہ حق پیش کررہا ہوں جو اللہ نے اس مال فئی میں ان کا رکھا ہے لیکن وہ اسے لینے سے انکار کررہے ہیں۔ پس حضرت حکیم ؓ نے نبی ﷺ کے بعد' اپنی وفات تک کسی سے کچھ نہیں لیا۔ (بخاری و مسلم)

«يَرزَأُ» بِراءٍ ثُمَّ زَايٍ ثُمَّ همزَةٍ، أي: لَم يَأخُذ مِن أحَدٍ شَيئًا، وَأصلُ الرُّزءِ: النُّقصَانُ، أي لَمْ يَنْقُصْ أحَدًا

یرزأ' راء پھر زاء' پھر ہمزہ۔ کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ رزء کے اصل معنی نقصان (کمی) کے ہیں یعنی کسی سے کوئی چیز لے کر اس کی چیز میں کمی نہیں کی۔ اِشراف

شَيْئًا بِالْأَخْذِ مِنْهُ. وَ«إِشْرَافُ النَّفْسِ»: تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّيْءِ. وَ«سَخَاوَةُ النَّفْسِ»: هِيَ عَدَمُ الْإِشْرَافِ إِلَى الشَّيْءِ، وَالطَّمَعِ فِيهِ، وَالْمُبَالَاةِ بِهِ وَالشَّرَهِ.

نفس، کسی چیز پر جھانکنا اور اس کی طمع رکھنا اور سخاوت نفس کا مطلب ہے' توجہ نہ دینا' لالچ نہ رکھنا اور پروا اور حرص نہ کرنا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوصايا، وكتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة، وكتاب الرقاق، وكتاب فرض الخمس - وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى.

۵۲۴- فوائد: جس طرح تونس کی بیماری میں مریض پانی پر پانی پیتا ہے اس کی پیاس نہیں بجھتی- اسی طرح جوع البقر (گائے جیسی بھوک) ایک بیماری ایسی ہوتی ہے کہ انسان کھائے چلا جاتا ہے لیکن شکم سیر نہیں ہوتا- دنیا کے مال کو بھی نبی ﷺ نے اسی جوع البقر سے تشبیہہ دی ہے کیونکہ انسان کتنا بھی مال جمع کرلے وہ سیر نہیں ہوتا بلکہ فراوانی مال کے ساتھ ساتھ اس کی مال کی بھوک بڑھتی ہی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ قبر کی مٹی ہی اس کا پیٹ بھرتی ہے-

اشراف نفس (لالچ اور حرص یا سوال) کے بغیر اگر مال ملے تو انسان کے لئے اس کا لینا یقیناً جائز ہے لیکن اسے بھی قبول کرنے سے انکار کردینا بڑی عزیمت اور فضیلت کا راستہ ہے- حضرت حکیمؓ نے عمر بھر یہی عزیمت اور فضیلت والا راستہ اختیار کئے رکھا- رضی اللہ عنہ۔

٥٢٥ - وعن أَبِي بُرْدَةَ عن أبي موسى الأشعريِّ رضي الله عنه قال: خَرَجْنَا مَعَ رسُولِ الله ﷺ في غَزَاةٍ، وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ، فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِي، وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي، فَكُنَّا نَلُفُّ عَلَى أَرْجُلِنَا الخِرَقَ، فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ عَلَى أَرْجُلِنَا من الخِرَقِ. قال أَبُوبُرْدَةَ: فَحَدَّثَ أَبُومُوسَى بِهٰذا الحَدِيث، ثُمَّ كَرِهَ ذَلِكَ، وقال: مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ! قالَ: كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْئًا مِنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ. متفقٌ عليه.

۴ / ۵۲۵ حضرت ابوبردہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور ہم چھ آدمی تھے' ہمارے درمیان ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے- پس (زیادہ پیدل چلنے کی وجہ سے) ہمارے پیر زخمی ہوگئے تھے اور میرا پیر بھی زخمی ہوگیا تھا اور میرے (پیروں کے) ناخن گر گئے تھے- پس ہم اپنے پیروں پر کپڑے کی لیریں (چیتھڑے) لپیٹ لیتے تھے- پس اس غزوے کا نام ہی غزوہ ذات الرقاع پڑگیا کیونکہ ہم اپنے پیروں پر چیتھڑے باندھتے تھے- ابو بردہؓ بیان کرتے ہیں - حضرت ابوموسیٰؓ نے یہ حدیث بیان کی' پھر اسے ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ میں اسے بیان کرنا نہیں چاہتا تھا- راوی (ابوبردہؓ) بیان کرتے ہیں گویا آپؓ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ ان کے نیک عمل کا افشاء ہو- (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة ذات الرقاع ۔ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة ذات الرقاع.

۵۲۵۔ فوائد: (۱) اس حدیث میں بھی صحابہ کرامؓ کی زاہدانہ اور متقشفانہ (روکھی اور سادہ) زندگی اور ان کی صفت رضا بالقضاء کا بیان ہے۔ (۲) ریاکاری سے بچنے کے لئے نیک عمل کے بیان سے گریز کرنا بہتر ہے۔

٥٢٦ ۔ وعن عمرِو بنِ تَغْلِبَ ۔ بفتح التاء المثناة فوق وإسكانِ الغينِ المعجمةِ وكسر اللاّمِ ۔ رضى اللهُ عنه، أن رسولَ الله ﷺ أُتِيَ بمَالٍ أَوْ سَبيٍ فَقَسَّمَهُ، فَأَعْطَى رجالاً، وَتَرَكَ رِجَالاً، فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا، فَحَمِدَ اللهَ، ثُمَّ أَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قالَ: «أَمَّا بَعْدُ؛ فَواللهِ! إِنِّى لَأُعطِى الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِى أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِى أُعْطِي، وَلٰكِنِّى إِنَّمَا أُعْطِى أَقْوَامًا لِما أَرَى فِى قُلُوبِهِمْ مِنَ الجَزَعِ وَالهَلَعِ، وَأَكِلُ أَقْوامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللهُ فِى قُلُوبِهِمْ مِنَ الغِنَى وَالخَيْرِ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ» قال عمرُو بنُ تَغْلِبَ: فَوَاللهِ! مَاأُحِبُّ أَنَّ لى بِكَلِمَةِ رسُولِ اللهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ. رواه البخاري. «الهَلَعُ»: هُوَ أَشَدُّ الجَزَعِ، وَقِيْلَ الضَّجَرُ.

۵ / ۵۲۶ حضرت عمرو بن تغلبؓ (تاء پر زبر' غین ساکن اور لام پر زیر) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ رسول ﷺ کے پاس کچھ مال یا قیدی آئے۔ آپؐ نے انہیں تقسیم فرما دیا۔ پس کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو نہ دیا۔ آپؐ کو یہ بات پہنچی کہ جن کو آپؐ نے نہیں دیا انہوں نے ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ پس آپؐ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا' اما بعد' اللہ کی قسم' میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا۔ وہ لوگ جن کو میں چھوڑ دیتا ہوں (انہیں نہیں دیتا) وہ مجھے ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں (یاد رکھو) میں ان کو صرف اس لئے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور سخت بے چینی دیکھتا ہوں اور دوسرے لوگوں کو میں اس تونگری اور بھلائی کے سپرد کردیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے۔ ان ہی لوگوں میں سے عمرو بن تغلب ہے۔ عمرو بن تغلب کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ کی اس بات کے مقابلے میں سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں ہے۔ (بخاری)

الھلع' سخت بے چینی اور بعض کہتے ہیں' اس کے معنی تکلیف کے ہیں۔

تخریج: صحیح بخاري، كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء أما بعد، وكتاب الجهاد، وغيرهما من الكتب.

۵۲۶۔ فوائد: نبی ﷺ کے پاس جو مال بھی آتا وہ آپؐ تقسیم فرما دیتے تھے۔ تقسیم میں آپؐ کے سامنے مختلف پہلو ہوتے تھے' ضرورت و حاجت' چنانچہ اہل حاجت کو دیتے یا استحقاق کی بنا پر مستحقین کو دیتے۔ یا تالیف قلب کے لئے دیتے۔ ایسی صورت میں آپؐ صرف ان لوگوں کو دیتے جن کے بارے میں آپؐ کو اندیشہ ہوتا کہ اگر انہیں نظرانداز کیا گیا تو یہ بے صبری اور کمزوری کا مظاہرہ کریں گے اور یوں قابل اعتماد اور دلوں کی تونگری سے

بہرہ ور قسم کے لوگ عمداً محروم کردیئے جاتے۔ اس سے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ کی فضیلت واضح ہے کہ ان کو بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی دوسری قسم میں شمار فرمایا' جس کو انہوں نے اپنے لئے بجا طور پر ایک بہت بڑا اعزاز قرار دیا۔ گویا بیت المال سے تقسیم کرنے میں حاکم مجاز کو صوابدیدی اختیارات حاصل ہیں بشرطیکہ حاکم تقویٰ اور امانت و دیانت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے والا ہو۔ اندھے کی طرح اپنوں میں ہی ریوڑھیاں تقسیم کرنے والا نہ ہو۔

٥٢٧ ـ وعن حكيم بن حِزام رضي الله عنه أنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: «اليَدُ العُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ» متفق عليه.

۶ / ۵۲۷ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور (خرچ کرنے کی) ابتداء ان لوگوں سے کر' جن کی کفالت تیرے ذمے ہے اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد ہو اور جو سوال سے بچنا چاہے' اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے اور جو لوگوں سے بے نیازی اختیار کرے اللہ اسے بے نیاز کردیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وهذا لفظ البخاري، ولفظ مسلم أخصر.

یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں اور صحیح مسلم کے الفاظ اس سے مختصر ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غني - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النفقة علي العيال.

۵۲۷۔ فوائد: اس میں بیان کردہ چیزیں واضح ہیں۔ آخری نکتہ بڑا اہم ہے کہ سوال سے بچنے اور لوگوں سے بے نیازی کی صفت اللہ کو بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی مدد فرماتا ہے اور انہیں سوال کی ذلت سے بچا کر غنائے نفس اور صبر و قناعت کی دولت سے نواز دیتا ہے۔

٥٢٨ ـ وعن أبي سُفْيانَ صَخْرِ بن حَرْبٍ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لاَ تُلْحِفُوا في المسألَةِ، فَوَاللهِ! لاَ يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شيئًا، فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّي شيئًا وَأَنَا لَهُ كَارِهٌ، فَيُبَارَكَ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتُهُ» رواه مسلم.

۷ / ۵۲۸ حضرت ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیچھے پڑ کر سوال مت کیا کرو' اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے اور میری ناگواری کے باوجود اس کا سوال مجھ سے کچھ نکلوالے' تو ایسا نہیں ہوگا کہ میری طرف سے اس کو دی گئی چیز میں برکت دی جائے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النهي عن المسألة.

۵۲۸۔ فوائد: اس حدیث میں اصرار کرکے 'چمٹ کر' پیچھے پڑ کر سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس طرح اگر کسی کو کوئی چیز مل بھی جائے گی تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ اس میں دینے والے کی رضا شامل

نہیں ہے۔ اس نے مجبور ہو کر نہایت نفرت و کراہت یا شرم کی وجہ سے وہ سائل کو دی ہے۔

٥٢٩ ـ وعن أبي عبدالرحمٰن عَوْف ابن مالكٍ الأشْجَعِيِّ رضىَ اللهُ عنه قالَ: كُنَّا عِندَ رسُولِ اللهِ ﷺ تِسْعَةً أَوْ ثَمانِيَةً أَوْ سَبْعَةً، فقَالَ: «أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ» وكُنَّا حَدِيثِي عهدٍ بِبَيْعَة، فقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يارسُولَ الله! ثم قال: «ألَا تُبَايِعُونَ رَسولَ اللهِ» فَبَسَطْنَا أيْدِيَنَا وقلنا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يارسولَ الله! فَعلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: «على أنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشرِكُوا بهِ شَيْئًا، وَالصَّلَوَاتِ الخَمْسِ وَتُطِيعُوا» وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً: «وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا» فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ. رواه مسلم.

۸ / ۵۲۹ حضرت ابو عبدالرحمٰن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ۹، ۸ یا ۷ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ اور (راوی بیان کرتے ہیں کہ) ہم نے تھوڑا عرصہ قبل ہی آپؐ سے بیعت کی تھی، پس ہم نے کہا یارسول اللہ! ہم تو آپؐ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا، کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ پس ہم نے (بیعت کے لئے) اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور ہم نے کہا، یا رسول اللہ! ہم آپؐ کی بیعت کر چکے ہیں، پس اب کس چیز کی بیعت آپؐ سے کریں؟ آپؐ نے فرمایا۔ اس بات پر کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، پانچوں نمازیں پڑھو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے، اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ پس ان مذکورہ افراد (بیعت کنندگان) میں سے بعض کو میں نے دیکھا کہ ان کا کوڑا بھی اگر زمین پر گر گیا ہے تو کسی سے وہ سوال نہ کرتے کہ وہ اسے اٹھا کر اسے پکڑا دے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس .

۵۲۹۔ فوائد: اس میں تجدید بیعت کے استحباب کے علاوہ اللہ کی عبادت و اطاعت اور مکارم اخلاق کی پابندی کے لئے بھی بیعت لینے کا جواز ہے۔ علاوہ ازیں بیعت کے تقاضوں کا اہتمام و التزام بھی ضروری ہے۔ اس میں سوال نہ کرنے اور خودداری کی عظمت و فضیلت کا بیان ہے۔

٥٣٠ ـ وعن ابن عمرَ رضىَ اللهُ عنهما أنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: «لَا تَزَالُ المَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتَّى يَلْقَى اللهَ تعالى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ» متفقٌ عليه. «المُزْعَةُ» بضم الميمِ وإسكانِ

۹ / ۵۳۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے جو کوئی سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کو جا ملتا ہے (تو وہ اس حال میں اللہ کو ملے گا کہ) کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں ہو گا۔ (متفق علیہ)

الزاي وبالعينِ المهملة : القِطْعَة .

المزعۃ' میم پر پیش' زاء ساکن اور پھر عین- ٹکڑا-

تخریج : صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب من سأل الناس تكثرا - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس .

۵۳۰- فوائد : چہرے پر گوشت نہ ہونا' یہ یا تو کنایہ ہے ذلت و خواری سے- یا بطور عقوبت (سزا) اور علامت گناہ کے' واقعی ایسا ہوگا اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے- اس میں سوال کرنے سے نفرت دلائی گئی ہے کہ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں ذلت و رسوائی ہے-

٥٣١ ـ وعنه أَنَّ رسُولَ الله ﷺ قال وهو على المِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ المَسَأَلَةِ : «اليَدُ العُلْيَا خَيرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى. وَاليَدُ العُلْيَا هِيَ المُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ» متفقٌ عليه .

۱۰/ ۵۳۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ' جب کہ آپ ؐ منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ ؐ نے صدقے کا اور سوال سے بچنے کا ذکر فرمایا- (اس موقعے پر یہ بھی) فرمایا- اوپر والا ہاتھ' نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ' خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور نیچے والا ہاتھ' مانگنے والا ہاتھ ہے- (بخاری و مسلم) یہ حدیث اسی باب میں پہلے بھی گزر چکی ہے- دیکھو حدیث: ٦/ ٥٢٧-

تخریج : صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غني - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النفقة علي العيال .

٥٣٢ ـ وعن أبي هُرَيرة رضيَ الله عنه قَال : قَال رسُولُ الله ﷺ : «مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا، فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ» رواه مسلم .

۱۱/ ۵۳۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں سے مال میں اضافہ کرنے کے لئے سوال کرتا ہے تو وہ آگ کے انگارے کا سوال کرتا ہے (اسے اختیار ہے کہ)وہ کم طلب کرے یا زیادہ طلب کرے- (مسلم)

تخریج : صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس .

۵۳۲- فوائد : معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا' اتنا بڑا جرم ہے کہ انسان اس طرح اپنے کو جہنم کے انگاروں کا مستحق بنالیتا ہے- افسوس ہے کہ جس مذہب نے گداگری کو اتنا بڑا جرم قرار دیا اس مذہب کے ماننے والوں میں گداگری عام ہے - مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے یہ بے خبری یا بے نیازی قابل صد افسوس اور لائق ہزار ماتم ہے- فالی اللہ المشتکی

٥٣٣ ـ وعن سَمُرَةَ بن جُنْدب رضيَ اللهُ عنه قَال : قَال رسُولُ الله ﷺ : «إِنَّ المَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بها الرَّجُلُ وَجْهَهُ،

۱۲/ ۵۳۳ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سوال کرنا' ایک عمل جراحی ہے- اس کے ذریعے سے آدمی اپنا چہرہ چھیلتا (یا

إِلاَّ أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لاَبُدَّ مِنْهُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح. «الكَدُّ»: الخَدشُ ونحوه.

زخمی کرتا) ہے مگر یہ کہ آدمی بادشاہ سے ایسے معاملے میں سوال کرے کہ جس کے بغیر چارہ نہیں۔

(ترمذی' حسن صحیح)

الکد' زخمی کرنا' چھیلنا اور اسی قسم کا کام کرنا۔

تخريج: سنن ترمذي، برقم٦٨١ ـ وقال حسن صحيح ـ سنن أبي داود برقم١٦٣٩.

۵۳۳۔ فوائد: حاکم وقت یا بادشاہ سے مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مستحق امداد ہے تو بیت المال کی طرف رجوع کرے جو ایک اسلامی مملکت میں اس مقصد کے لئے ہوتا ہے کہ اس سے ضرورت مندوں کی آبرومندانہ کفالت کا اہتمام کیا جاسکے۔ اگر وہاں تک رسائی نہ ہو تو ناگزیر حالات و معاملات میں دوسروں سے بھی سوال کرنا جائز ہے۔

٥٣٤ ـ وعن ابنِ مسعودٍ رضيَ اللهُ عنه قَالَ: قَالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَصابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فاقَتُهُ، وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللهِ، فَيُوشِكُ اللهُ لَهُ بِرِزْقٍ عاجِلٍ أَوْ آجِلٍ» رواه أبوداود، والترمذي وقال: حديث حسن. «يُوشِكُ» بكسر الشين: أي يُسْرِعُ.

۱۳/ ۵۳۴ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے فاقہ پیش آجائے' وہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرے' تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جو اس کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ جلد یا بہ دیر اسے رزق عطا فرمائے گا۔ (ابو داؤد' ترمذی' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

یوشک' شین پر زیر۔ جلدی کرتا ہے۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف ـ وسنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الهم في الدنيا.

۵۳۴۔ فوائد: اس میں ترغیب ہے کہ حاجت و ضرورت کے وقت' انسانوں کی بجائے اللہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لئے کہ وہی سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔ (۲) تاہم اسباب ظاہری کے مطابق حسب ضرورت بندوں سے بھی مانگا جاسکتا ہے لیکن اس وقت بھی اعتقاد یہی ہونا چاہیے کہ اللہ کی مشیت ہوگی تو بندہ آمادۂ تعاون ہوگا' ورنہ نہیں۔

٥٣٥ ـ وعَنْ ثَوْبانَ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَكَفَّلَ لي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئاً، وأَتَكَفَّلُ له بالجَنَّةِ؟» فقلتُ: أنا؛ فَكانَ لَا يَسْأَلُ أَحَداً شَيْئاً. رواه أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ.

۱۴/ ۵۳۵ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا) میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ پس وہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔ (ابو داؤد' باسناد صحیح)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب كراهية المسألة.

۵۳۵- فوائد: کسی سے سوال نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے کسی سے سوال نہ کیا جائے کیونکہ ضرورت اور حاجت کے وقت سوال کرنا جائز ہے تاہم ایسے موقعوں پر بھی اگر انسان کسی سے نہ مانگے تو یہ عزیمت کا بہت اونچا مقام ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بعد میں اسی طریق عزیمت کو اختیار فرمایا چنانچہ سنن ابن ماجہ میں وضاحت ہے کہ گھڑ سواری کی حالت میں اگر ان کا کوڑا زمین پر گر جاتا تو کسی سے نہ کہتے' بلکہ خود گھوڑے سے اترتے اور اسے پکڑتے۔ یعنی ان کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ اتنا سا سوال بھی کسی سے کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔

٥٣٦ - وعن أبي بِشْرٍ قَبِيصَةَ بن المُخَارِقِ رضيَ اللهُ عنه قال: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فيها، فقال: «أَقِمْ حَتى تَأْتِينَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لكَ بها» ثُمَّ قالَ: «يا قَبِيصَةُ! إنَّ المَسْأَلَةَ لاَ تَحِلُّ إلاَّ لأَحَدِ ثَلاَثَةٍ: رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً، فَحَلَّتْ لَهُ المَسْأَلَةُ حتَّى يُصِيبَهَا، ثُمَّ يُمْسِكُ. وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ المَسْأَلَةُ حتَّى يُصِيبَ قَوامًا مَنْ عَيْشٍ، أَوْ قَالَ: سِدادًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، حتَّى يَقُولَ ثَلاَثَةٌ مِنْ ذَوِي الحِجَى مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلاَنًا فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوامًا مِنْ عَيْشٍ، أَوْ قَالَ: سِدادًا مِنْ عَيْشٍ. فَمَا سِواهُنَّ مِنَ المَسْأَلَةِ يا قَبِيصَةُ! سُحْتٌ، يَأْكُلُهَا صاحِبُها سُحْتًا» رواهُ مسلم. «الحَمَالَةُ» بفتح الحاءِ: أَنْ يَقَعَ قِتَالٌ وَنَحْوُهُ بَيْنَ فَرِيقَيْنِ، فَيُصلحُ إِنسانٌ بَيْنَهُمْ عَلى مالٍ يَتَحَمَّلُهُ وَيَلتَزِمُهُ عَلى نفسه. وَ«الجائِحَةُ» الآفَةُ تُصِيبُ مَالَ الإِنسانِ وَ«القِوامُ» بكسر القاف وفتحها: هُوَ مَا يقومُ بِهِ أَمْرُ الإِنسانِ مِنْ مَالٍ ونحوِهِ. وَ«السِّدادُ» بكسر السين: مَا يَسُدُّ حاجَةَ المُعْوِزِ

۱۵ / ۵۳۶ حضرت ابوبشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (دو فریقوں کے درمیان جھگڑا ختم کرانے کے لئے) ضمانت اٹھالی۔ پس میں اس سلسلے میں بغرض سوال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا' ٹھہرو' تاآنکہ ہمارے پاس صدقے کا مال آئے' پھر ہم تمہارے لئے حکم دیں گے۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے قبیصہ! تین آدمیوں کے سوا کسی کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک وہ جو (تمہاری طرح) ضمانت اٹھالے' پس اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ ضرورت کے مطابق وہ حاصل کرلے' پھر وہ رک جائے۔ (دوسرا) وہ آدمی جو کسی آفت یا حادثے کا شکار ہوگیا جس نے اس کے مال کو تباہ و برباد کردیا' اس کے لئے بھی اس حد تک سوال کرنا جائز ہے جس سے اسے اپنی گزران کے مطابق مال حاصل ہوجائے یا (فرمایا) جو اس کی حاجت کو پورا کردے۔ (تیسرا) وہ آدمی جو فاقے کی حالت کو پہنچ جائے حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی گواہی دیں کہ فلاں شخص فاقے میں مبتلا ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ وہ گزران کے مطابق مال حاصل کرے یا (فرمایا) جو اس کی حاجت کو پورا کردے۔ ان کے سوا اے قبیصہ! سوال کرنا حرام ہے اور ایسا سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔ (مسلم)

وَيَكْفِيهِ. وَ«الفَاقَةُ»: الفَقْرُ. و«الحِجَى» العقلُ.

اَلحَمَالَةَ ' حاء پر زبر- اس کا مفہوم یہ ہے کہ دو فریقوں کے درمیان لڑائی وغیرہ ہوجائے- پس کوئی شخص ان کے درمیان مال پر صلح کرادے (کہ ایک فریق' دوسرے فریق کو اتنی رقم دے گا) اور اس کی ادائیگی کا ذمے دار بن جائے (اب اگر اقرار کرنے والا فریق' رقم کی ادائیگی نہ کرے' تو ضامن کے لئے مطلوبہ رقم جمع کرنے کے لئے سوال کرنا جائز ہے تاکہ وہ ضمانت کے مطابق رقم ادا کردے) جائحۃ کے معنی ہیں ایسی آفت جو انسان کے مال یا (کاروبار) کو پہنچے- جس سے اس کی ساری پونجی برباد ہوجائے اور اسے کھانے کے بھی لالے پڑجائیں' تو اس کے لئے بھی بقدر ضرورت سوال کرنا جائز ہے- قوام' قاف پر زیر اور زبر' دونوں جائز ہیں- مال یا اسی طرح کی کوئی چیز جس سے انسان کا معاملہ (کاروبار وغیرہ) درست ہوجائے- سداد' سین پر زیر' جو ضرورت مند کی حاجت کو پورا کردے اور اسے کافی ہوجائے- فاقہ' بمعنی فقر ہے- حجی' عقل-

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب من تحل له المسألة.

۵۳۶- فوائد: اس میں ان تین افراد کی وضاحت ہے جنہیں سوال کرنے کی اجازت ہے- ان کی تفصیل گذشتہ سطور میں گزر چکی ہے-

٥٣٧ ـ وَعن أبي هريرة رضيَ الله عنهُ أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «لَيسَ المِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلكِنَّ المِسْكِينَ الَّذِي لاَ يَجِدُ غِنىً يُغْنِيهِ، وَلاَ يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلاَ يَقُومُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ» متفقٌ عليه.

۱۲ / ۵۳۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں (کے گھروں) کا چکر لگائے اور ایک ایک دو دو لقمے یا ایک ایک دو دو کھجوریں اس کو وہاں سے لوٹا دیں لیکن (اصل) مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے- نہ (ظاہرا") اس کی حالت کا کسی کو اندازہ ہوسکے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑا ہوکر لوگوں سے سوال کرے-

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب ﴿لا يسألون الناس إلحافًا﴾ وكتاب التفسير، ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب المسكين الذي لا يجد غنى...

۵۳۷۔ فوائد: اس میں بڑے احسن پیرائے میں پیشہ ور قسم کے گداگروں اور ضرورت مند مسکینوں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ جس سے اصل مقصد یہ ہے کہ انسان تلاش کرکے ایسے ضرورت مندوں پر خرچ کرے جو اہل حاجت ہونے کے باوجود اہل حاجت والی ہیئت و حالت اختیار نہیں کرتے' نہ کسی سے سوال ہی کرتے ہیں' نہ یہ کہ جو پیشہ ور قسم کا گداگر سامنے آگیا' اسے روپیہ آٹھ آنے دے کر سمجھ لے کہ اس نے صدقہ و خیرات کا حق ادا کردیا۔

٥٨ ـ بَابُ جَوَازِ الأَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلاَ تَطَلُّعٍ إِلَيْهِ

۵۸۔ بغیر سوال اور بغیر حرص و طمع کے جو مال ملے' اس کا لینا جائز ہے

٥٣٨ ـ عَنْ سالمِ بنِ عبدِ اللهِ بن عُمَرَ، عَنْ أبيهِ عبدِ اللهِ بنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ رضي اللهُ عنهم قال: كان رسولُ اللهِ ﷺ يُعْطِيني العَطَاءَ، فَأَقُولُ: أَعطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيهِ مِنِّي، فقال: «خُذْهُ؛ إِذَا جاءَكَ مِن هذا المَالِ شَيْءٌ، وَأَنتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ ولا سَائِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ فَإِنْ شِئْتَ كُلْهُ، وإِن شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهِ، وَمَا لا، فَلا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ» قال سَالمٌ: فَكَانَ عَبدُ الله لا يَسْأَلُ أَحَداً شيئاً، وَلا يَرُدُّ شَيئاً أُعْطِيَهُ. متفقٌ عليه.

۱/ ۵۳۸ حضرت سالمؒ' اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے اور عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ مجھے عطیے سے نوازتے تو میں کہتا' یہ آپؐ اس کو دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے تو آپؐ فرماتے۔ اسے لے لو' جب تمہارے پاس مال کا کوئی حصہ اس طرح آئے کہ تمہیں اس کی حرص و طمع بھی نہ ہو اور نہ اس کی بابت تم نے سوال کیا ہو' تو اسے لے لیا کرو اور اسے اپنے مال میں شامل کرلو' پھر اگر تم چاہو تو اسے کھالو (یعنی اپنے تصرف میں لاؤ) اور اگر چاہو تو صدقہ کردو اور جو مال اس طرح نہ ملے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت لگاؤ (یعنی حرص و طمع کے ذریعے سے یا مانگ کر مال حاصل نہ کرو۔ کیونکہ اس طرح جائز نہیں ہوگا) جناب سالمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے اور کوئی چیز آپؐ کو (بغیر مانگے) دی جاتی تو اسے لینے سے انکار بھی نہیں فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

«مشرفٌ» بالشين المعجمة، أَيْ: مُتَطَلِّعٌ إِلَيْهِ.

مشرف' شین کے ساتھ' اس کی طرف جھانکنے والا' یعنی دل میں اس کی حرص و طمع رکھنے والا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب من أعطاه الله شيئا من غير مسألة، وكتاب الأحكام، باب رزق الحكّام والعاملين ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب إباحة الأخذ لمن أعطي من غير مسألة.

۵۳۸- فوائد: اس میں ایک تو صحابہ کرامؓ کے اس کردار کا بیان ہے کہ وہ اپنے پر اپنے سے زیادہ ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے تھے۔ دوسرا' عطیہ اور ہدیہ لینے کا جواز ہے بشرطیکہ دل میں اس کی طمع نہ ہو تیسرا' مال جمع کرکے رکھنے کی رخصت ہے جبکہ انسان کی نیت یہ ہو کہ اس سے میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پوری کروں گا اور دیگر اہل ضرورت اور اللہ کی پسندیدہ راہوں پر بھی خرچ کروں گا تا کہ اللہ کی رضا مجھے حاصل ہوجائے۔

٥٩ ـ بَابُ الحَثِّ عَلَى الأَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَالتَّعَفُّفِ بِهِ عَنِ السُّؤَالِ وَالتَّعَرُّضِ لِلإعْطَاء

۵۹۔ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے' سوال سے بچنے اور دوسروں کو دینے سے گریز نہ کرنے کی ترغیب و تاکید

قال الله تعالى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ﴾ [الجمعة: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب نماز پوری ہوچکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔

فائدہ آیت: اللہ کے فضل سے مراد' روزی ہے یعنی روزی کے لئے محنت کرو۔ اس میں گویا ہاتھ سے کما کر کھانے کی ترغیب ہے اور جب انسان تجارت و کاروبار کے ذریعے سے مال کماتا ہے تو پھر اسے دوسروں سے مانگنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ علاوہ ازیں وہ اس پوزیشن میں بھی ہوجاتا ہے کہ وہ دوسروں پر بھی خرچ کرے۔ یعنی صدقہ کرے' زکوۃ دے۔

٥٣٩ ـ عن أبي عبدِ الله الزُّبَيْرِ بن العوَّام رضي الله عنه قالَ: قالَ رسولُ الله ﷺ: «لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحبُلَهُ ثُمَّ يَأْتِيَ الجَبَلَ، فيَأْتِيَ بحُزْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلى ظَهرِهِ فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ الله بهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أن يَسألَ النَّاسَ، أَعطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ» رواه البخاري.

۱/ ۵۳۹ حضرت ابو عبداللہ' زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک شخص کا رسیاں لے کر پہاڑ پر جانا' کہ ان سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے' پھر اسے بیچے' پس اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو (ذلت سے) بچائے۔ یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے (وہ چاہیں تو) اسے دیں چاہیں تو انکار کردیں۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة.

۵۳۹- فوائد: اس میں گداگری کے مقابلے میں محنت کی ترغیب دی گئی ہے۔ چاہے لوگوں کی نظروں میں وہ کتنا بھی حقیر اور ادنیٰ کام ہو لیکن یہ دست کاری اور محنت سوال کی ذلت سے بہرحال بہتر ہے۔ اس میں انسان کی عزت نفس محفوظ رہتی ہے جبکہ مانگنے میں انسان کی ذلت ہے۔ گویا اسلام ذلت نفس سے بچاتا اور کرامت نفس کا سبق دیتا ہے۔

٥٤٠ ـ وعن أبي هُريرةَ رضي الله عنه قالَ: قالَ رسولُ الله ﷺ: «لأَنْ يَحتَطِبَ أَحَدُكُم حُزمَةً عَلى ظهره، خَيْرٌ لَهُ من أَنْ يَسأَلَ أَحَداً، فَيُعْطِيَهُ أَو يَمْنَعَهُ» متفقٌ عليه.

۲/ ۵۴۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لاتا اور اسے بیچ کر گزارا کرتا ہے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے' وہ اسے دے یا انکار کر دے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة، وباب ﴿لا يسئلون الناس إلحافا﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، وكتاب البيوع.

٥٤١ ـ وعنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «كانَ دَاوُدُ عليهِ السَّلامُ لا يَأْكُل إلَّا مِن عَمَلِ يَدِهِ» رواه البخاري.

۳/ ۵۴۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھاتے تھے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، كتاب الأنبياء، وكتاب التفسير.

٥٤٢ ـ وعنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «كانَ زَكَرِيَّا عليه السلامُ نجَّاراً» رواه مسلم.

۴/ ۵۴۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل زكريا عليه السلام.

٥٤٣ ـ وعن المِقدَام بنِ مَعْدِيكَربَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَاماً قَطُّ خَيْراً مِن أَن يَأْكُلَ مِن عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نبيَّ اللهِ دَاوُدَ ﷺ كان يَأْكُلُ مِن عَمَلِ يَدِهِ» رواه البخاري.

۵/ ۵۴۳ حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده.

۵۴۳- فوائد: ان تمام احادیث کا مفاد یہ ہے کہ ہاتھوں سے یعنی محنت' مزدوری اور دستکاری کے ذریعے سے کما کر کھانا نہایت پسندیدہ اور افضل عمل ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے ہاتھوں سے محنت کی ہے۔ اس سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب ظاہری کا اختیار کرنا ضروری ہے ان کے ذریعے سے ہی اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے۔ اسلئے اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ صحیح توکل یہ ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اسباب و وسائل اختیار کئے جائیں اور پھر انجام اور معاملے کو اللہ کے سپرد کردیا جائے۔ ایک یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی بھی ہنرمندی اور دستکاری کو حقیر اور ان کے کرنے والوں کو کمتر نہ سمجھا جائے بلکہ ایسے لوگ معاشرے میں تکریم و احترام کے مستحق ہیں کہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر چلنے والے ہیں' نہ کہ ان کو معاشرے میں حقیر سمجھا جائے۔ جیسا کہ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ہے۔ ہم لوگوں نے بعض پیشوں کو بہت حقیر سمجھ رکھا ہے اور اسی حساب سے ان اصحاب حرفت (پیشے والوں) کو کمتر اور ادنیٰ سمجھا جاتا ہے حالانکہ نہ کوئی پیشہ حقیر ہے اور نہ پیشے والا کمتر۔

٦٠ ـ بَابُ الْكَرَمِ وَالْجُودِ وَالإِنْفَاقِ فِي وُجُوهِ الْخَيْرِ ثِقَةً بِاللهِ تَعَالَى

۶۰۔ کرم و سخاوت کا اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے خیر (نیکی) کے کاموں پر خرچ کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ﴾ [سبأ: ٣٩] وقال تعالى: ﴿وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ ٱللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ [البقرة: ٢٧٢] وقال تعالى: ﴿وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٧٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کچھ بھی تم خرچ کروگے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔

اور فرمایا: اور جو کچھ تم خرچ کرو گے پس اس کا فائدہ تمہیں ہی ہوگا اور تم جو بھی خرچ کرتے تو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

نیز فرمایا: جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

فائدہ آیات: ان آیات میں خرچ کرنے سے مراد نیکی اور اللہ کی پسندیدہ راہوں میں خرچ کرنا ہے۔ اس کی بابت ایک بات تو یہ کہی گئی ہے تمہارا خرچ کیا ہوا ضائع نہیں جائے گا' بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ (دنیا یا آخرت یا دونوں جگہ) عطا فرمائے گا۔

(۲) تاہم یہ خرچ ریاکاری اور شہرت و ناموری کی غرض سے نہ ہو کیونکہ اس صورت میں ثواب کی بجائے عذاب اور رضائے الٰہی کی بجائے اس کا غضب حصے میں آئے گا۔ اس لئے یہ خرچ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

(۳) تمہاری خرچ کی ہوئی ایک ایک پائی کا علم اللہ کو ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔

٥٤٤ ـ وعَنِ ابنِ مسعودٍ رضي الله

۱/ ۵۴۴ حضرت ابن مسعود بنائقہ سے روایت ہے نبی

عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لا حَسَدَ إلَّا في اثنتَين: رَجُلٌ آتاهُ اللهُ مَالاً، فَسَلَّطَهُ عَلى هَلَكَتِهِ في الحَقِّ، وَرَجُلٌ آتاه اللهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا» متفقٌ عليه.

معناه: يَنبَغِي أَن لا يُغبَطَ أَحَدٌ إلَّا على إِحدَى هَاتَينِ الخَصْلَتَيْنِ.

کریم ﷺ نے فرمایا' صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے- ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کی ہمت و توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے علم و حکمت سے نوازا' پس وہ اس کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے- (بخاری و مسلم)

اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی پر رشک نہ کیا جائے سوائے ان دو خصلتوں کے کسی ایک پر- یعنی ان پر رشک کرنا درست ہے-

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة، وكتاب الزكاة، وغيرهمافي كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه.

۵۴۴- **فوائد:** حسد' ایک نہایت مہلک اخلاقی بیماری ہے جو انسان کے امن و سکون کو برباد کردیتی ہے- حسد کے معنی ہیں' کسی پر اللہ کا انعام ہو تو اسے دیکھ کر کڑھنا اور اس کے زوال کی آرزو کرنا- یہ حرام ہے اور اس سے انسان کی نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں- ایک اور چیز "غبطہ" ہے جسے اردو میں رشک کرنا کہتے ہیں- یہ جائز ہے اور اس کا مطلب ہے' کسی پر اللہ کا انعام دیکھ کر خوش ہونا اور یہ آرزو کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی یہ نعمت عطا فرمائے- اس حدیث میں غبطہ کو بھی حسد سے تعبیر کیا گیا ہے' یہ حسد الغبطہ ہے' مطلق حسد نہیں کیونکہ وہ تو جائز ہی نہیں ہے-

بہرحال اس حدیث سے ایسے مال دار کی فضیلت واضح ہے جو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو صرف اپنی ذات پر ہی خرچ نہیں کرتا بلکہ اسے غرباء و مساکین اور دین کی نشرو اشاعت پر خرچ کرتا ہے- اسی طرح دین کا علم حاصل کرنے والے کی فضیلت کا بیان ہے جو قرآن و حدیث کی روشنی میں لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرتا اور دوسروں کو بھی قرآن و حدیث کی تعلیم دیتا ہے- ہر شخص کو یہ آرزو کرنی چاہیے کہ مال کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا وافر جذبہ بھی اسے ملے اور دینی علوم اور اس کی حکمت سے وہ بہرہ ور ہو تاکہ انبیاء کی جانشینی کا شرف اسے حاصل ہو اور اس کا حق اچھی طرح ادا کرسکے- جعلنا الله منهم

٥٤٥ - وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّكُم مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إليه مِن مَالِهِ؟» قالُوا: يا رَسولَ اللهِ! ما مِنَّا أَحَدٌ إلَّا مَالُه أَحَبُّ إليه. قال: «فإنَّ مَالَه ما قدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ ما أَخَّرَ» رواه البخاري.

۲/ ۵۴۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا ہی مال سب سے زیادہ محبوب ہے- آپؐ نے ارشاد فرمایا' پس انسان کا

مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ و خیرات) کرکے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الرقاق، باب ما قدّم من ماله فهو له.

۵۴۵۔ فوائد: اس میں بڑے حکیمانہ انداز سے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو اجاگر اور ذہن نشین کیا گیا ہے کہ انسان کا اصل مال تو وہی ہے جو وہ مال کی محبت کو نظرانداز کرکے اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی راہ میں اور اس کی پسندیدہ جگہوں پر خرچ کرے گا کیونکہ روز قیامت یہی مال اس کے کام آئے گا۔ اس کے علاوہ تو اس نے کھا پہن کر ختم کردیا اور اپنے پیچھے چھوڑ گیا' وہ اس کے ورثا کے کام آگیا۔ اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو تو اسے اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے۔

٥٤٦ ـ وعَن عَدِيِّ بنِ حاتم رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» متفقٌ عليه.

۳/ ۵۴۶ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب طیب الکلام، وکتاب الزکاة، وغیرهمامن کتب الصحیح ـ وصحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علي الصدقة ولو بشق تمرة.

۵۴۶۔ فوائد: یہ حدیث باب الخوف' رقم ۱۰/ ۴۰۶ و باب بیان کثرۃ طرق الخیر' رقم ۱۳۹ میں بھی گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسب استطاعت اللہ کی راہ میں تھوڑا سا خرچ کرکے بھی اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے۔

٥٤٧ ـ وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: ما سُئِلَ رسولُ اللهِ ﷺ شَيْئاً قَطُّ فقالَ: لا. متفقٌ عليه.

۴/ ۵۴۷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے جواب میں "نہیں" فرمایا ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء، وما یکره من البخل ـ وصحیح مسلم، کتاب فضائل النبي ﷺ، باب ما سئل الرسول ﷺ شیئا قط فقال لا.

۵۴۷۔ فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق' کرامت نفس اور جودو سخاوت کا بیان ہے کہ سائل کے سوال پر آپ کی زبان مبارک سے کبھی "نہیں" کا لفظ نہیں نکلا بشرطیکہ آپ کے پاس وہ چیز موجود ہوتی' بلکہ بعض دفعہ آپ قرض لے کر بھی سائل کی حاجت پوری فرمادیتے' یہ بھی ممکن نہ ہوتا تو اس سے وعدہ فرمالیتے۔ ﷺ

٥٤٨ ـ وعن أبي هُريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَا مِن يَوْم

۵/ ۵۴۸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہر دن' جس میں بندے صبح کرتے

يُصْبِحُ العِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلاَنِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً، وَيَقُولُ الآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكاً تَلَفاً» متفقٌ عليه.

ہیں' دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں' ان میں سے ایک کہتا ہے' اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے' اے اللہ! روک کر رکھنے والے کے حصے میں ہلاکت کر۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب قوله تعالى ﴿فأما من أعطي واتقي﴾ - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب في المنفق والممسك.

۵۴۸۔ فوائد: جس خرچ پر دعائے خیر کی نوید ہے اس سے مراد صدقات نافلہ و واجبہ کے علاوہ اہل و عیال اور مہمانوں وغیرہ پر خرچ کرنا ہے اور جس امساک (ہاتھ روک رکھنے) پر بددعا ہے وہ زکوٰۃ و صدقات اور مستحبات پر خرچ نہ کرنا ہے۔ ہلاکت سے مراد مال کی ہلاکت ہے یا بخیل کی اپنی ہلاکت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم

٥٤٩ ـ وعنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «قالَ اللهُ تعالى: أنفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ» متفقٌ عليه.

۶/۵۴۹ سابق راوی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' اے آدم کے بیٹے! تو خرچ کر' تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالى ﴿وكان عرشه علي الماء﴾ وكتاب النفقات - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث علي النفقة وتبشير المنفق بالخلف.

۵۴۹۔ فوائد: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے پر خرچ کیا جائے گا' کا مطلب ہے' اللہ تعالیٰ اسے فراخی اور بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔

٥٥٠ ـ وعنْ عبد الله بن عَمْرِو بن العَاصِ رضي الله عنهما أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رسولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الإِسْلامِ خَيْرٌ؟ قال: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ» متفقٌ عليه.

۷/۵۵۰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' کون سا اسلام بہتر ہے؟ (یعنی اس کی کون سی خصلت یا کون سی خصلت والا شخص بہتر ہے؟) آپ ؐ نے فرمایا' تم کھانا کھلاؤ' لوگوں کو سلام کرو' چاہے تم پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب إطعام الطعام - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأيّ أموره أفضل؟.

۵۵۰۔ فوائد: (ا) کھانا کھلانے میں کسی کو صدقے کے طور پر یا ہدیے کے طور پر یا مہمان نوازی کے طور پر کھلانا شامل ہے۔علاوہ ازیں اس سے مراد ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کردینا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بھوکا ہے تو اسے کھانا کھلایا جائے۔ ننگا ہے تو اسے لباس پہنایا جائے' بیمار ہے تو علاج کروایا جائے۔ مقروض ہے تو اسے قرض کے

بوجھ سے نجات دلائی جائے۔ وعلی ھذا القیاس

(۲) سلام کرنے سے مراد' کثرت سے سلام کا پھیلانا ہے اس سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی اور نفرت و عداوت دور ہوتی ہے۔

٥٥١ ـ وعنه قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعلاهَا مَنِيحَةُ العَنْزِ ما مِن عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِها وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا إلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ تعالى بهَا الجَنَّةَ» رواه البخاري.

۸ / ۵۵۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ چالیس خصلتیں ہیں' ان میں سب سے اعلیٰ' دودھ کے لئے بکری کا عطیہ دینا ہے۔ جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر' ثواب کی امید سے اور اس پر کئے گئے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے' عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری)

وقد سبقَ بيان هذا الحديث في باب بَيَان كَثْرَةِ طُرق الخَيْرِ.

اس حدیث کا بیان باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکا ہے۔ (دیکھو رقم ۲۲ / ۱۳۸)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب فضل المنيحة.

۵۵۱- فوائد: مینحہ اس جانور (بکری یا اونٹنی وغیرہ) کو کہتے ہیں جو صرف دودھ یا اون لینے کے لئے عطیے کے طور پر دیا جائے اور اس کے بعد اسے لوٹا دیا جائے۔ یہ بھی ایک احسان اور اچھی خصلت ہے۔ حدیث میں وارد شدہ چالیس خصلتوں کو بعض علماء نے اپنے اپنے طور پر شمار کیا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس میں ہر خیر کی خصلت آجاتی ہے اور انہیں شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب خود رسول اللہ ﷺ نے اسے مبہم رکھا ہے تو پھر دوسرا اسے کیوں کر متعین کر سکتا ہے؟ علاوہ ازیں اس ابہام میں شاید یہ حکمت ہو تاکہ کسی بھی نیکی کے کام کو حقیر نہ سمجھا جائے' چاہے وہ کتنا بھی تھوڑا ہو۔

٥٥٢ ـ وعن أبي أُمَامَةَ صُدَيِّ بن عَجْلانَ رضي الله عنه قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «يَا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلا تُلامُ عَلى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَاليَدُ العُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى» رواه مسلم.

۹ / ۵۵۲ حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن آدم! اگر تو زائد از ضرورت مال خرچ کردے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوگا اور اگر تو اسے روک کر رکھے گا تو یہ تیرے لئے برا ہوگا اور تجھے برابر سرابر روزی پر ملامت نہیں کی جائے گی اور ابتداء اپنے اہل و عیال کے ساتھ کر۔ اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم)

تخريج: سبق ذكره في باب فضل الجوع برقم ٥١٠.

۵۵۲- فائدہ: یہ حدیث باب فضل الجوع رقم ۲۰ / ۵۱۰ میں گزر چکی ہے۔ یہاں انفاق فی سبیل اللہ کے باب میں' باب کی مناسبت کی وجہ سے دوبارہ لائے ہیں۔

٥٥٣ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: مَا سُئِلَ رسولُ اللهِ ﷺ علَى الإسْلام شَيئاً إلَّا أَعْطاه، وَلَقَد جاءَهُ رَجلٌ، فَأَعْطاهُ غَنماً بَيْنَ جَبلَيْنِ، فَرَجَعَ إلى قَوْمِهِ فَقَالَ: يَا قَوْم! أَسْلِمُوا؛ فَإِنَّ مُحَمَّداً يُعْطِي عَطَاءَ مَنْ لَا يَخْشَى الفَقْرَ، وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيدُ إلَّا الدُّنيَا، فَمَا يَلْبَثُ إلَّا يَسِيراً حَتَّى يَكُونَ الإسْلامُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنيَا وَمَا عَلَيْهَا. رواه مسلم.

۱۰ / ۵۵۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام (کے نام) پر (یعنی نو مسلم کی طرف سے) کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ نے وہ ضرور دی۔ ایک آدمی آپ کے پاس آیا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں' اسے دے دیں' وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہا' اے میری قوم! اسلام قبول کرلو' اس لئے کہ محمد (ﷺ) اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یقیناً ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرتا لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب فضائل النبي ﷺ، باب ماسئل رسول الله ﷺ شيئا قط. . .

۵۵۳- فوائد: اس میں مؤلفۃ القلوب (نومسلموں) کو تالیف قلب کے طور پر مال دینے کا جواز ہے تاکہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائیں۔ اس تالیف قلب کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اگر ابتداءً قبول اسلام میں حصول دنیا کا جذبہ شامل بھی ہوتا تو تھوڑے عرصے بعد یہ جذبہ دل سے نکل جاتا اور وہ نہایت مخلص مسلمان بن جاتا۔ اس کی اسی حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مؤلفۃ القلوب کو ایک مصرف زکوٰۃ بھی قرار دیا ہے۔ یعنی زکوٰۃ کی رقم بھی اس مد پر خرچ کی جاسکتی ہے۔ احناف کے نزدیک اس مد پر خرچ کرنا اب جائز نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس مد پر قیامت تک زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔ آج بھی اس کی ضرورت ہے۔ اگر نو مسلموں کی تالیف قلب کا صحیح اہتمام ہو تو آج بھی اس کے فوائد ہم دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں بھی اس مد پر خرچ کرنے کی کافی ضرورت ہے۔

٥٥٤ ـ وعن عُمَرَ رضي الله عنه قال: قَسَمَ رسولُ اللهِ ﷺ قَسْماً، فَقُلتُ: يا رسولَ اللهِ! لَغيرُ هؤُلاءِ كَانُوا أَحَقَّ بِهِ مِنهُم؟ قال: «إِنَّهُمْ خَيَّرُونِي أَنْ يَسْأَلُونِي بِالْفُحْشِ، أَوْ يُبَخِّلُونِي، وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ» رواه مسلم.

۱۱ / ۵۵۴ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم فرمایا تو میں نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ! ان کے مقابلے میں (جن کو آپ نے دیا ہے) دوسرے لوگ زیادہ حقدار تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے میرے بارے میں دو باتوں میں سے ایک نہ ایک اختیار کر کے مجھے مجبور کر دیا یا تو یہ مجھ سے سختی سے سوال کرتے' پس مجھے ان کو دینا پڑتا یا یہ مجھے بخیل قرار دیتے حالانکہ میں بخل کرنے والا نہیں ہوں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب في الكفاف والقناعة،

۵۵۴- فوائد: ان میں بھی ان نو مسلموں کا ہی ذکر ہے جنہیں ابھی اسلام کا اور آداب رسالت کا علم نہیں تھا۔ اسی لاعلمی اور ضعف ایمان کے سبب ایسا رویہ اختیار کرتے جو نامناسب یا استخفاف رسالت کا باعث ہوتا۔ اس چیز نے آپ ؐ کو مجبور کردیا کہ پہلے آپ ؐ انہیں دیں تاکہ ان سے مذکورہ کمزوریوں کا صدور نہ ہو۔ اس میں بھی نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور صفت عفو و درگزر کے ساتھ ساتھ اسی تالیف قلب کا اہتمام ہے جس کا ذکر اس سے پہلے گزرا' تاکہ ان لوگوں کے دلوں میں بھی ایمان راسخ ہوجائے اور دنیوی مفادات سے بالاتر ہوکر مخلص مسلمان بن جائیں۔

٥٥٥ ـ وعن جُبَيْرِ بنِ مُطْعِمٍ رضيَ الله عنه أنه قال: بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ النَّبيِّ ﷺ مَقْفَلَهُ مِن حُنَيْنٍ، فَعَلِقَهُ الأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ، حَتَّى اضْطَرُّوهُ إلى سَمُرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ، فَوَقَفَ النَّبيُّ ﷺ فقال: «أَعْطُونِي رِدَائِي، فَلَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هٰذِهِ العِضَاهِ نَعَماً، لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لا تَجِدُونِي بَخِيلاً وَلا كَذَّاباً وَلا جَبَاناً» رواه البخاري. «مَقْفَلَهُ» أيْ: حَالَ رُجُوعِهِ. وَ «السَّمُرَةُ»: شَجَرَةٌ. وَ «العِضَاهُ»: شَجَرٌ لَهُ شَوْكٌ.

۱۲ / ۵۵۵ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک وقت وہ جنگ حنین سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے آرہے تھے کہ کچھ اعرابی (دیہاتی) آپ ؐ سے چمٹ کر سوال کرنے لگے یہاں تک کہ آپ ؐ کو مجبور کرکے کیکر کے ایک درخت کے پاس لے گئے۔ پس آپ ؐ کی چادر بھی اس (درخت کے کانٹوں) نے اچک لی (یعنی اس میں پھنس کر آپ ؐ کے جسم سے اتر گئی) نبی ﷺ ٹھہر گئے اور فرمایا' میری چادر تو مجھے دو۔ اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر بھی اونٹ (یا چوپائے) ہوتے تو میں یقیناً انہیں تمہارے درمیان تقسیم کردیتا' پھر تم مجھے بخیل پاتے' نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔ (بخاری)

مقفله' لوٹنے کے دوران میں۔ سمرة' ایک قسم کا درخت ہے۔ عضاہ خاردار درخت۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ما كان ﷺ يعطي المؤلفة قلوبهم.

۵۵۵- فوائد: اس میں بھی تالیف قلب کے طور پر دینے کے مسئلے کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ہے کہ کس طرح آپ ؐ صبر و حلم کے ساتھ دیہاتیوں کی سختی اور ان کی بدویت کو برداشت فرماتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے اندر بخل' دروغ گوئی اور بزدلی جیسی مذموم صفات نہیں ہونی چاہئیں نیز بوقت ضرورت اپنی صفات حمیدہ کا ذکر کرنا بھی جائز ہے' تاکہ جاہل لوگ بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔ ایسے موقعے پر یہ وضاحت فخر و ریا میں شامل نہیں ہوگی جو مذموم فعل ہے۔

٥٥٦ ـ وعن أبي هُرَيرَةَ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْداً بِعَفْوٍ إلاَّ

۱۳ / ۵۵۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ صدقے نے کبھی مال نہیں گھٹایا اور عفو و درگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی

عِزّاً، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ للهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ» رواه مسلم.

عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو ضرور اونچا کرتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع.

۵۵۶۔ فوائد: اس میں تین حقیقتوں کا بیان ہے۔ (۱) صدقے سے مال' کم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ مال میں برکت عطا کرکے اس کی تلافی فرما دیتا ہے یا بعض دفعہ اس کا معاوضہ عطا کردیتا ہے۔ علاوہ ازیں آخرت میں اس پر جو اجر و ثواب ملے گا' اس سے تو یقیناً اس کے نقصان مال کی تلافی ہوجائے گی۔ (۲) انسان سمجھتا ہے کہ میں عفو و درگذر سے کام لوں گا تو لوگ مجھے کمزور خیال کریں گے' اس میں میری سبکی اور توہین ہے لیکن اس حدیث میں اس کے برعکس یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے' کمی نہیں کرتا۔ کیونکہ معاف کرنے سے لوگوں کے دلوں میں اس کا احترام بڑھ جاتا ہے۔ یا اس عفو و درگزر پر آخرت میں اس کو جو اجر و ثواب ملے گا' اس سے اس کے مقام و منزلت میں اور زیادہ اضافہ ہوجائے گا۔ (۳) اس طرح تواضع اور فروتنی کرنے والوں کی عظمت و رفعت بھی اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے یا پھر آخرت میں انہیں بلند مرتبوں سے نوازے گا۔

۵۵۷ ـ وعن أبي كَبْشَةَ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ الأَنْمَارِيِّ رضي الله عنه أنه سمع رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «ثَلاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثاً فَاحْفَظُوهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللهُ عِزّاً، وَلا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ ـ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ـ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثاً فَاحْفَظُوهُ. قال: إِنَّمَا الدُّنْيَا لأَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالاً وَعِلْماً، فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقّاً، فَهٰذَا بِأَفْضَلِ المَنَازِلِ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ عِلْماً، وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالاً، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالاً، وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْماً، فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَلا يَصِلُ فِيهِ

۵۵۷/۱۴ حضرت ابو کبشہ عمرو بن سعد انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور ایک بات تمہیں بتاتا ہوں' اسے یاد رکھو۔ کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا' جس پر ظلم کیا جائے' وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر و محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے (آپ نے فقر فرمایا یا اس جیسا ہی کوئی اور کلمہ) اور ایک بات میں تمہیں بتاتا ہوں' پس اسے یاد رکھو (فرمایا) دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ بندہ' جسے اللہ نے مال اور علم عطا کیا پھر وہ ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے اور رشتے داروں سے حسن سلوک (صلہ رحمی) کرتا ہے اور ان میں جو اللہ کا حق ہے' اسے پہچانتا (اور اسے ادا کرتا) ہے تو یہ شخص جنت کے سب سے افضل درجوں میں ہوگا اور (دوسرا) وہ بندہ ہے جسے اللہ نے علم تو دیا مگر مال نہیں دیا۔ پس وہ سچی نیت رکھتا اور کہتا ہے

رَحِمَهُ، وَلا يَعْلَمُ للهِ فِيهِ حَقاً، فَهٰذَا بِأَخْبَثِ المَنَازِلِ. وَعَبدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللهُ مَالاً وَلا عِلْماً، فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلانٍ، فَهُوَ نِيَّتُهُ، فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

اگر میرے پاس مال ہوتا تو یقیناً میں بھی فلاں آدمی کی طرح عمل (خرچ) کرتا۔ پس (جب) اس کی نیت یہ ہے تو اس کا اور پہلے شخص کا اجر برابر ہے اور (تیسرا) بندہ وہ ہے جسے اللہ نے مال دیا اور علم نہیں دیا پس وہ بغیر علم کے اندھا دھند طریقے سے خرچ کرتا ہے اس کے بارے میں نہ اپنے رب سے ڈرتا ہے' نہ اس میں' رشتے داروں کے جو حقوق ہیں' وہ ادا کرتا ہے اور نہ اللہ کا کوئی حق اس میں پہچانتا ہے۔ یہ سب سے بدتر مرتبے والا ہے اور (چوتھا) وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال دیا نہ علم' لیکن وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں آدمی کی طرح عمل (اندھا دھند خرچ) کرتا۔ پس (جب) اس کی نیت یہ ہے تو ان دونوں (اس کا اور تیسرے بندے) کا گناہ برابر ہے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر.

۵۵۷۔ فوائد: اس میں اچھی یا بری نیت سے مراد پختہ نیت یعنی عزم (پکا ارادہ) ہے کیونکہ عزم پر ہی ثواب یا عقاب ہے۔ اس میں مال کی فضیلت بھی ہے بشرطیکہ اس میں حدود شرعیہ کا خیال رکھا جائے اور مال کی مذمت اور اس کی خطرناکی کا بیان بھی جب کہ اس میں اللہ کی ہدایات کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ اسی طرح علم شریعت کی فضیلت ہے اگر اس کے مطابق عمل کیا جائے اور جہل کی مذمت اور اس کے نقصانات کا بیان کہ یہ جہالت انسان کو محارم میں مبتلا کردیتی ہے۔

٥٥٨ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً، فقالَ النبيُّ ﷺ: «مَا بَقِيَ مِنهَا؟»، قالت: ما بقِيَ منها إلَّا كَتِفُهَا، قال: «بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا» رواه الترمذي وقال: حديث صحيح. معناه: تَصَدَّقُوا بها إلَّا كَتِفَهَا، فقال: بَقِيَتْ لَنَا في الآخِرَةِ إلَّا كَتِفَهَا.

۱۵ / ۵۵۸ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی تو نبی ﷺ نے پوچھا اس کا کتنا حصہ باقی ہے؟ انہوں نے کہا' صرف ایک دستی باقی ہے۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' سب ہی باقی ہے' سوائے ایک دستی کے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے دستی کے علاوہ سب صدقہ کردیا تھا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ صدقہ شدہ سارا حصہ ہمارے لئے باقی رہا کیونکہ آخرت میں اس کا اجر ملے گا اور دستی باقی نہیں رہی کیونکہ اسے خود کھایا جس پر آخرت میں اجر نہیں ملے گا۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة.

۵۵۸- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو خود ہی سب کچھ نہیں کھاجانا چاہیے بلکہ صدقہ و خیرات کا بھی زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے تاکہ یہ چیز اس کے آخرت میں کام آئے۔

٥٥٩ ـ وعن أسماءَ بنتِ أبي بكرٍ الصديق رضي الله عنهما قالت: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «لا تُوكِي فيُوكَى عَلَيْكِ». وفي روايةٍ: «أَنْفِقِي أَوِ انْفَحِي، أَوِ انْضِحِي، وَلا تُحْصِي، فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ، وَلا تُوعِي فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ» متفقٌ عليه. وَ «انْفَحِي» بالحاءِ المهملة: وهو بمعنى أَنْفِقِي، وكذلك: «انْضِحِي».

۱۶/ ۵۵۹ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بندھن باندھ کر نہ رکھو (بلکہ خرچ کرتی رہو) ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر بندھن باندھے گا (یعنی تمہیں نہیں دے گا)

ایک دوسری روایت میں ہے خرچ کرو اور گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تمہیں گن گن کر دے گا اور سینت سینت کر نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

انفحی' حاء کے ساتھ' اور انضحی (ضاد کے ساتھ) ان کا معنی بھی انفقی (خرچ کرو) ہی ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب التحريض على الصدقة ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث علي الإنفاق وكراهة الإحصاء.

۵۵۹- فوائد: اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک اصول کا تذکرہ ہے اور وہ یہ کہ وہ جزاء جنس عمل سے ہی دیتا ہے۔ یعنی جیسا عمل ویسا ہی بدلہ۔ بے حساب اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تو بے حساب ہی بدلہ دے گا' گن گن کر خرچ کروگے تو وہ بھی گن گن کر ہی دے گا۔ سینت کر رکھو گے' خرچ نہ کرو گے تو وہ بھی دینا بند کردے گا۔ اس میں اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرنے کی ترغیب اور بخل اور امساک پر سخت وعید و تہدید ہے۔

٥٦٠ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه أنه سمع رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «مَثَلُ البَخِيلِ وَالمُنْفِقِ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا المُنْفِقُ فَلا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ، أَوْ وَفَرَتْ على جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ، وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا البَخِيلُ فَلا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئاً إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا، فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلا تَتَّسِعُ» متفقٌ عليه.

۱۷/ ۵۶۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی ہیں' ان کے بدن پر سینے سے ہنسلی تک لوہے کی زرہیں ہیں۔ پس خرچ کرنے والا' خرچ کرتا ہے تو یہ زرہ اس کے بدن پر فٹ بیٹھ جاتی ہے یا پوری آجاتی ہے یہاں تک کہ اس کے پاؤں کی انگلیوں کے پوروں کو چھپالیتی ہے اور اس کے نشان قدم کو ظاہر نہیں ہونے دیتی اور بخیل چونکہ کچھ بھی خرچ کرنا نہیں چاہتا اس لئے زرہ کا

وَ «الجُنَّةُ»: الدِّرْعُ. وَمَعنَاهُ: أَنَ المُنفِقَ كُلَّمَا أَنفَقَ سَبغَتْ، وَطَالَتْ. حَتَّى تجُرَّ وَرَاءَهُ، وَتُخفِيَ رِجلَيهِ وأَثَرَ مَشيِهِ وَخُطُوَاتِهِ.

ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے' پس وہ اسے ڈھیلا کرتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔ (بخاری و مسلم)

الجنۃ (ج کے ضمہ کے ساتھ) کے معنی ہیں زرہ۔ اور مطلب ہے کہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو وہ زرہ مکمل اور لمبی ہوجاتی ہے حتیٰ کہ اس کے پیچھے سے گھسٹنے لگتی ہے اور اس کے پیروں کو' اس کے چلنے کے نشان اور قدموں کو چھپالیتی ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب مثل البخيل والمتصدق ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب مثل المنفق والبخيل.

۵۶۰- فوائد: اس تشبیہ کا مطلب ہے کہ صدقہ انسان کو اس طرح چھپالیتا ہے جیسے ایک پوری زرہ' جو پیروں تک ہو' اس کے بدن کو حتیٰ کہ اس کے قدم اور نشان قدم کو بھی چھپالیتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں صدقہ کرنے والے کے لئے خوشخبری ہے کہ اس کے مال میں برکت اور اس کی حفاظت و صیانت ہوگی۔ اس لئے کہ صدقے سے بلائیں ٹل جاتی ہیں جبکہ بخیل کے لئے وعید ہے کہ پردہ پوشی کی بجائے اس کی پردہ دری ہوگی اور وہ بلاؤں کا نشانہ ہوگا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سخی آدمی جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے سینہ فراخ ہوجاتا ہے اور وہ خوشی خوشی کشادہ دستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس جب بخیل کے سامنے خرچ کرنے کا معاملہ آتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہوجاتا ہے اور وہ اپنا ہاتھ بند کرلیتا ہے۔ اس میں سخی کے لئے بشارت اور بخیل کے لئے وعید ہے۔

٥٦١ ـ وعنه قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَصدَّقَ بعدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلا يَقْبَلُ اللهُ إلَّا الطَّيِّبَ، فَإنَّ اللهَ يَقْبَلُهَا بيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيها لِصَاحِبهَا، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الجَبَلِ» متفقٌ عليه.

۱۸/ ۵۶۱ سابق راوی سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص پاکیزہ (حلال) کی کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ صدقہ قبول ہی پاکیزہ کمائی کا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے' پھر وہ اسے صاحب صدقہ کے لئے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے ایک شخص اپنے بچھیرے کو پالتا اور بڑھاتا ہے یہاں تک کہ (وہ کھجور برابر صدقہ) پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

«الفَلُوُّ» بفتح الفاءِ وضم اللام وتشديد الواو، ويقال أَيضاً: بكسر الفاءِ وإسكان اللام وتخفيف الواو: وهو المُهْرُ.

الفلو' فاء پر زبر' لام پر پیش اور واؤ مشدد اور اسے فلو فاء پر زیر' لام ساکن اور واؤ بغیر شد کے' بھی پڑھا جاتا ہے۔ معنی ہیں گھوڑے کا بچہ۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها.

۵۶۱- فوائد: اس میں اللہ تعالٰی کی ایک صفت' ہاتھ کا ذکر ہے- اس پر بغیر تاویل اور تشبیہ کے ایمان رکھنا ضروری ہے یعنی یہ کہ اللہ کے بھی ہاتھ ہیں' جس طرح کہ اس کی شان کے لائق ہیں ہم اسے کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے نہ اس کی کیفیت ہی بیان کرسکتے ہیں اور نہ یہ تاویل ہی جائز ہے کہ ہاتھ میں لینا' قبول کرنے سے کنایہ ہے وغیرہ- اس حدیث سے واضح ہے کہ حرام آمدنی سے کئے گئے صدقے کی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت نہیں اور حلال کمائی سے کیا گیا کھجور کے برابر بھی صدقہ' اجر و ثواب میں پہاڑ کی طرح ہوجائے گا-

٥٦٢ ـ وعنه عن النبيِّ ﷺ قال: «بَيْنَما رَجُلٌ يَمْشِي بِفَلاةٍ مِنَ الأَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتاً فِي سَحَابَةٍ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلانٍ، فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ، فإذا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ المَاءَ كُلَّهُ، فَتَتَبَّعَ المَاءَ، فإذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ المَاءَ بِمِسْحَاتِهِ، فقال له: يَا عَبْدَ اللهِ! ما اسْمُكَ؟ قَال: فُلانٌ، لِلاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ، فقال له: يا عَبْدَ اللهِ! لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي؟ فَقَالَ: إنِّي سَمِعْتُ صَوْتاً فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاؤُهُ يَقُولُ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلانٍ، لِاسْمِكَ، فما تَصْنَعُ فِيهَا؟ فقالَ: أَمَّا إذْ قُلْتَ هٰذَا، فَإنِّي أَنْظُرُ إلى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ، وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثاً، وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ» رواه مسلم. «الحَرَّةُ»: الأَرضُ المُلْبَسَةُ حِجَارَةً سَوْدَاءَ. وَ«الشَّرْجَةُ» بفتح الشين المعجمة وإسكان الراءِ وبالجيم: هِيَ مَسِيلُ الماءِ.

۱۹ / ۵۶۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا- ایک وقت ایک آدمی ایک صحرا میں چلا جارہا تھا کہ اس نے بدلی سے ایک آواز سنی' فلاں کے باغ کو سیراب کر- پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک سیاہ سنگلاخ زمین میں برسا دیا' پس ان نالوں میں سے ایک نالے نے سارا پانی اپنے اندر جمع کرلیا (اور پانی چلنے لگا) یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا (آگے جاکر ایک مقام پر دیکھا) کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا' اپنی کسی (اوزار) سے اپنے باغ کو پانی لگا رہا ہے اس نے اس سے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتلایا جو اس نے بدلی سے سنا تھا' پس باغبان نے اس سے کہا' اے اللہ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا' میں نے اس بادل میں' جس کا یہ پانی (یہاں بہتا ہوا آیا) ہے' میں نے ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر- اور یہ وہی نام ہے جو تو نے اپنا بتلایا ہے تو اس باغ میں ایسا کون سا عمل کرتا ہے؟ (کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لئے اللہ نے بادل کو حکم دیا) اس باغ والے نے کہا جب تو یہ کہہ رہا ہے تو (میں بتا دیتا ہوں کہ) میں اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے تیسرا حصہ صدقہ کرتا ہوں' تیسرا حصہ میری اور میرے اہل و عیال کی خوراک ہوجاتا ہے اور اس کا تیسرا حصہ اس باغ پر

دوبارہ لگا دیتا ہوں۔ (مسلم)

الحرۃ' سیاہ پتھریلی زمین۔ الشرجۃ' شین پر زبر' راء ساکن اور جیم۔ پانی کا نالہ یا پانی کی گزر گاہ۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الصدقة في المساكين حديث رقم ٢٩٨٤.

۵۶۲- فوائد: اس میں بھی صدقہ و خیرات کی فضیلت کے علاوہ کشف و کرامت کا بیان ہے کہ ایک انسان نے بادل سے آواز سن لی جو ایک خرق عادت بات ہے لیکن یہ کشف و کرامت' یا معجزہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ جب چاہے کشف و کرامت کے ذریعے سے کوئی اَنْ ہونا کام کرکے دکھا سکتا ہے جیسا کہ بعض لوگ ایسا دعویٰ کرتے اور اس کی بنیاد پر سادہ لوح عوام کو لوٹتے اور انہیں گمراہ کرتے ہیں۔

٦١ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ

قال الله تعالى: ﴿ وَأَمَّا مَنۢ بَخِلَ وَٱسْتَغْنَىٰ ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِٱلْحُسْنَىٰ ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ ﴿١٠﴾ وَمَا يُغْنِى عَنْهُ مَالُهُۥٓ إِذَا تَرَدَّىٰٓ ﴾ [الليل: ٨ ـ ١١] وقال تعالى: ﴿ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴾ [التغابن: ١٦].

٦١۔ بخل اور حرص کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا' تو ہم اس کے لئے تنگی کا سامان مہیا کردیتے ہیں (یعنی ایسی راہ پر لگا دیتے ہیں جس کا انجام برا ہے) اور اس کا مال اس کے کام نہیں آئے گا۔ جب وہ ہلاک ہوگا (یا جب جہنم میں گرے گا)۔ اور فرمایا: اور جو اپنے نفس کے بخل اور حرص سے بچالیا گیا پس وہی کامیاب ہے۔

فائدہ آیات: بخل اور شح کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ تاہم بعض کہتے ہیں کہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا' بخل ہے اور لوگوں کے مال کو ناجائز طریقے سے ہڑپ کرجانا شح ہے اور یہ بخل سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے ۔اسی طرح جو شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتا اور حسب ضرورت صدقہ و خیرات کرتا اور مال حاصل کرنے کے لئے کوئی ناجائز حربہ اور ذریعہ اختیار نہیں کرتا وہ گویا شح نفس سے بچالیا گیا جو اس کے عنداللہ کامیاب ہونے کی دلیل ہے اور اس کے برعکس رویہ بخل اور شح ہے جو انسان کی تباہی و بربادی کی علامت ہے۔ عصمنا اللہ منہ

وأما الأحاديث فتقدمت جملة منها في الباب السابق.

اس سلسلے کی کچھ احادیث' ماقبل کے باب میں گزر چکی ہیں (یہاں ایک اور حدیث ذکر کی جاتی ہے):

٥٦٣ ـ وعن جابر رضي الله عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قالَ: «اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ

۱/ ۵۶۳ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ظلم کرنے سے بچو' اس لئے کہ ظلم' قیامت والے دن اندھیروں کا باعث ہوگا اور شح (بخل و حرص) سے بچو' اس لئے کہ اسی شح نے تم سے پہلے

علی أَن سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحارِمَهُم» رواه مسلم.

لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس شح نے ہی انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپس میں خون ریزی کریں اور حرام کردہ چیزوں کو انہوں نے حلال سمجھ لیا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم.

٦٢ ـ بَابُ الإِيثَارِ وَالمُوَاسَاةِ

٦٢۔ ایثار و قربانی اور ہمدردی و غم خواری کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ [الحشر: ٩] وقال تعالى: ﴿ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴾ [الإنسان: ٨] إلى آخر الآيات.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود بھوکے ہی ہوں۔

اور فرمایا: اور وہ اللہ کی محبت کی وجہ سے، مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

فائدہ آیات: ان دونوں آیات میں مومنوں کا یہ کردار بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی محبت یا مال کی محبت کے باوجود اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔

٥٦٤ ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلى النَّبِيِّ ﷺ فقال: إِنِّي مَجْهُودٌ، فَأَرْسَلَ إِلى بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقَالت: وَالَّذي بَعَثَكَ بالحَقِّ مَا عِندي إِلَّا مَاءٌ، ثم أَرْسَلَ إِلى أُخرَى، فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتَّى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثلَ ذٰلِكَ: لا والَّذي بَعَثَكَ بالحَقِّ! مَا عِندي إِلَّا مَاءٌ. فقال النبيُّ ﷺ: «مَنْ يُضِيفُ هٰذا اللَّيْلَةَ؟» فقال رَجُلٌ مِن الأنصارِ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! فَانْطَلَقَ بِهِ إِلى رَحْلِهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَكْرِمِي ضَيْفَ رسولِ اللهِ ﷺ. وفي روايةٍ قال لِامْرَأَتِهِ: هَلْ عِندَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: لا، إِلَّا قُوتَ صِبيانِي. قال: عَلِّلِيهِم بِشَيْءٍ، وَإِذَا أَرَادُوا العَشَاءَ فَنَوِّمِيهِم، وَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا، فَأَطفِئِي السِّرَاجَ، وَأَرِيهِ أَنَّا

۱/ ۵۶۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں (بھوک سے) نڈھال ہوں۔ پس آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا، انہوں نے جواب دیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا، اس نے بھی اس کی مثل جواب دیا، حتیٰ کہ سب ہی نے یہی کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا۔ آج کی رات کون اس کی مہمانی کرے گا؟ تو ایک انصاری آدمی نے کہا، یارسول اللہ میں۔ پس وہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا، اور اپنی بیوی سے کہا، رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا، کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا،

نَأْكُل؛ فَقَعَدُوا وَأَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «لَقَدْ عَجِبَ اللهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ» متفقٌ عليه.

نہیں' صرف بچوں کی خوراک ہے -اس نے کہا' ان بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلادو اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں (کسی طریقے سے) سلا دینا اور جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا اور اس پر ظاہر کرنا کہ ہم (بھی اس کے ساتھ) کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سب (کھانے کے لئے) بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھایا اور دونوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا' تم نے آج کی رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا' اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوا ہے۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب ﴿ويؤثرون على أنفسهم﴾ وكتاب فضائل الأنصار، وكتاب التفسير - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره.

۵۶۴- فوائد: اس میں اکرام ضیف (مہمان کی عزت اور اس کی مہمانی) اور ایثار کی ایک نادر مثال پیش کی گئی ہے جسے اللہ نے بھی پسند فرمایا۔ جس سے ایثار و قربانی کی ترغیب ملتی ہے اور جس معاشرے میں یہ جذبہ عام ہو جائے وہاں لوٹ کھسوٹ کی بجائے' ایک دوسرے کی ہمدردی اور ایثار سے وہ معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے۔

٥٦٥ - وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «طَعَامُ الاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلاثَةِ كَافِي الأَرْبَعَةِ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمسلمٍ عن جابرٍ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «طَعَامُ الوَاحِدِ يَكْفِي الاثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الاثْنَيْنِ يَكْفِي الأَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ».

۲/ ۵۶۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو اور تین کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر بنالله سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا' آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب طعام الواحد يكفي الاثنين - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل.

۵۶۵- فوائد: اس میں مکارم اخلاق' ہمدردی و مواسات اور قناعت کی تعلیم ہے کہ اگر کبھی ہنگامی طور پر ایسی ضرورت پیش آجائے کہ کھانا کم ہو اور کھانے والے افراد زیادہ ہوں تو مذکورہ حساب سے مل جل کر کھالینا

چاہیے- اس میں اللہ کی طرف سے برکت ہوگی اور ثواب بھی ملے گا-

٥٦٦ - وعن أبي سعيدٍ الخُدريِّ رضي الله عنه قال: بينما نَحنُ في سَفرٍ مَعَ النَّبيِّ ﷺ إذ جاءَ رَجُلٌ على رَاحِلَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يَصرِفُ بَصَرَهُ يَميناً وَشِمالاً، فَقالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضلُ ظَهرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلى مَنْ لا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلى مَنْ لا زَادَ لَهُ» فَذَكَرَ مِنْ أَصْنافِ المَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لا حَقَّ لأحَدٍ مِنَّا في فَضلٍ. رواه مسلم.

۳/ ۵۶۶ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ہم سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر کو گھمانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' جس کے پاس فالتو سواری ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد توشہ ہو تو وہ اس کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو' اس طرح آپ نے مختلف قسم کے مالوں کا ذکر فرمایا- یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی شخص کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے- (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال.

۵۶۶- فوائد: مواسات اور ہمدردی کے باب میں اس حدیث کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اجتماعی زندگی میں خاص طور پر بحرانی دور میں ایک دوسرے کا معاون' خیرخواہ اور ہمدرد ہونا چاہیے اور اپنی ضرورت سے زائد ہر چیز دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کو دے دینی چاہیے- تاہم یہ حکم فرض و وجوب کے دائرے میں نہیں ہے- اگر ایسا ہوتا تو کسی کو مال جمع کرکے رکھنے کی اجازت نہ ہوتی- یہ حکم استحبابی ہے- اگر مسلمانوں میں اخلاق کریمانہ عام ہوتا تو اس حکم کے استحبابی ہونے کے باوجود اس پر عمل کثرت کے ساتھ ہوتا اور مسلمان معاشرہ اخوت و مواسات کے اعتبار سے مثالی ہوتا- لیکن اخلاق کریمانہ کے فقدان نے اس استحبابی حکم کی ساری اہمیت و افادیت ختم کردی- اس لئے مسلمان معاشروں میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و تعاون کی بجائے ایک دوسرے سے بے نیازی کے نہایت سنگ دلانہ مظاہرے عام ہیں- فالی اللہ المشتکی

٥٦٧ - وعن سَهلِ بنِ سعدٍ رضي الله عنه أنَّ امرأَةً جاءَت إلى رسولِ اللهِ ﷺ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ، فقالت: نَسَجتُها بِيَدَيَّ لأكسُوكَها، فأخذَها النَّبيُّ ﷺ مُحتاجاً إليها، فَخرَجَ إلينا وَإنَّها لإزَارُهُ، فقال فُلانٌ: اكسُنيها مَا أحسَنَها! فَقالَ: «نَعَم» فَجَلَسَ النَّبيُّ ﷺ في المَجلِسِ، ثُمَّ رَجعَ فطوَاها، ثُمَّ أرسَلَ بِهَا

۴/ ۵۶۷ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بنی ہوئی چادر لے کر آئی اور کہنے لگی' میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں- رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی ضرورت کی چیز سمجھتے ہوئے قبول فرمالیا' پھر آپؐ اسے تہ بند کے طور پر باندھ کر ہمارے درمیان تشریف لائے تو ایک صاحب نے کہا' یہ تو آپؐ مجھے پہنا دیں کس قدر خوبصورت ہے یہ چادر! آپؐ نے فرمایا-

إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجاً إِلَيهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لا يَرُدُّ سَائِلاً! فقال: إِنِّي وَاللهِ! مَا سَأَلْتُهُ لأَلْبِسَهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي. قال سَهْلٌ: فَكَانَت كَفَنَهُ. رواه البخاري.

اچھا۔ پھر نبی ﷺ مجلس میں بیٹھ گئے' پھر واپس گئے اور اس چادر کو اتار کر لپیٹا اور اس آدمی کی طرف اس کو بھیج دیا۔ پس لوگوں نے اسے کہا' تو نے اچھا نہیں کیا' نبی ﷺ نے یہ چادر اپنی ضرورت سمجھ کر پہنی تھی' لیکن تو نے آپ سے یہ مانگ لی اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے۔ تو اس نے کہا' اللہ کی قسم! میں نے یہ اپنے پہننے کے لئے نہیں مانگی' میں نے تو یہ اس لئے مانگی ہے تاکہ (آپؐ کے جسم مبارک سے لگی ہوئی یہ بابرکت چادر) میرا کفن بن جائے۔ راوی حدیث حضرت سہلؓ فرماتے ہیں۔ پس یہ چادر اس کے کفن کے ہی کام آئی۔

(بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي ﷺ فلم ينكر عليه، وكتاب البيوع، وكتاب اللباس، وكتاب الأدب.

۵۶۷- فوائد: (۱) اس میں ہدیہ قبول کرنے کا جواز ہے کیونکہ باہم ہدیوں کے تبادلے سے محبت بڑھتی ہے۔ اس لئے نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ تهادوا تحابوا (الادب المفرد للبخاری' اسنادہ حسن' بحوالہ فقہ السنہ ۳ / ۳۸۸) ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو' اس سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے۔ (۲) آپ کسی سائل کو واپس نہیں لوٹاتے تھے (۳) قبل از وقت' ضرورت کی چیز تیار کر کے رکھنا جائز ہے۔ (۴) رسول اللہ ﷺ کے وضو کے پانی' آپ کے پسینے اور بال وغیرہ کو صحابہؓ نے متبرک سمجھا اور ان سے تبرک حاصل کیا' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے مگر آپؐ کے علاوہ صحابہ کرامؓ نے کسی کے آثار سے تبرک حاصل نہیں کیا ورنہ خلفاء اور عشرہ مبشرہ کے آثار سے بھی تبرک حاصل کیا جاتا۔ علاوہ ازیں صحابہؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک سے مس کی ہوئی چیزوں سے ہی تبرک حاصل کیا۔ دیواروں' کھڑکیوں اور دروازوں اینٹوں وغیرہ سے نہیں کیا' جیسے آج کل بعض لوگ حرمین شریفین میں جاکر کرتے ہیں' پھر ستم بالائے ستم یہ کہ قبر کے دھوون کو بھی متبرک سمجھا جاتا ہے حالانکہ اول تو قبر کو پختہ بنانے کی ہی اسلام میں اجازت نہیں ہے' تو پھر کسی قبر کو دھونے کا جواز کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے قبر کا یہ دھوؤن' متبرک نہیں' غلیظ و پلید ہے اسی طرح نیم پاگل' مخبوط الحواس اور طہارت و پاکیزگی تک سے بے نیاز قسم کے لوگوں کو لوگ مجذوب سمجھتے اور ان سے بھی تبرک حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں حالانکہ وہ فرائض اسلام بلکہ ہر چیز سے غافل اور یکسر بے خبر ہوتے ہیں' انہیں ولی اللہ سمجھنا' خلل دماغ کے سوا کچھ نہیں۔ اسی طرح بہت سے مقامات پر نبی ﷺ کی طرف منسوب کئی چیزیں' تبرکات' کے نام سے رکھی ہوئی ہیں۔ درآں حالیکہ تاریخی طور پر ان کا ثبوت نہیں۔ ان تمام چیزوں سے

اجتناب ضروری ہے۔

٥٦٨ ـ وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ الأشْعَرِيِّينَ إذَا أَرْمَلُوا فِي الغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالمَدِينَةِ، جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ في ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ في إنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ» متفقٌ عليه. «أَرْمَلُوا»: فَرَغَ زَادُهُم، أَوْ قَارَبَ الفَرَاغَ.

۵/ ۵٦۸ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اشعری حضرات' جب جہاد (کے سفر) میں زاد راہ ختم ہوجاتا یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے' یا مدینے میں (حالت قیام میں) ان کے اہل و عیال کا کھانا کم ہوجاتا ہے' تو ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے' سب ایک کپڑے میں جمع کرلیتے ہیں اور پھراس کو برتنوں میں مساوی طور پر آپس میں تقسیم کرلیتے ہیں' پس یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

(بخاری و مسلم)

ارملوا جب ان کا زاد (توشہ سفر) ختم ہوجاتا یا قریب الختم ہوتا

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشركة، باب الشركة في الطعام ـ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الأشعريين.

۵٦۸- فوائد: "وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں" یہ اس بات کے اظہار کا پیرایہ بیان ہے کہ اخلاق و کردار اور اعمال خیر میں ہم ایک دوسرے کے بہت قریب' بلکہ ایک جیسے ہیں۔ اس میں اشعری قبیلے کے افراد کی فضیلت کے علاوہ' ایک دوسرے کی ہمدردی و خیرخواہی کی ترغیب ہے۔ خاص طور پر ابتلاء اور بحران کے موقعوں پر لوگ اس طرح باہم تعاون کریں تو کم وسائل والوں کو کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہو۔ اس باب میں مذکور تمام احادیث کا یہی خلاصہ ہے۔

٦٣ ـ بَابُ التَّنَافُسِ فِي أُمُورِ الآخِرَةِ وَالاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهِ

٦٣۔ آخرت کے کاموں میں شوق و رغبت کا اور متبرک چیزوں کی زیادہ خواہش کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَافِسُونَ﴾ [المطففين: ٢٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس (جنت) کے بارے میں ہی رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے۔

فائدۂ آیت: جنت کی بعض صفات بیان کرکے اللہ نے مذکورہ بات ارشاد فرمائی۔ جس کا مطلب ہے کہ رغبت اور شوق کی کوئی چیز ہے تو وہ جنت ہے۔ اس لئے اہل ایمان کے دلوں میں اسی کی رغبت اور اس کے مطابق اسے حاصل کرنے کے لئے سعی و جہد ہونی چاہیے۔

٥٦٩ ـ وعن سهلِ بنِ سعدٍ

۱/ ۵٦۹ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رضي الله عنه أن رسولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الأَشْيَاخُ، فقال لِلْغُلَامِ: «أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هؤُلاءِ؟» فَقَالَ الغُلَامُ: لا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنكَ أَحَداً، فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي يَدِهِ. متفقٌ عليه. «تَلَّهُ» بالتاءِ المثناةِ فوق، أَيْ: وَضَعَهُ، وهٰذا الغُلامُ هُوَ ابنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما.

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب (پانی یا دودھ وغیرہ) لایا گیا۔ آپؐ نے اس سے کچھ پیا اور آپؐ کی دائیں جانب ایک لڑکا اور بائیں جانب بزرگ قسم کے لوگ تھے، پس آپؐ نے لڑکے سے فرمایا کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں (تیری بجائے پہلے) ان بزرگوں کو دوں؟ تو لڑکے نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں آپ کی طرف سے ملنے والے اپنے حصے میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ اس لڑکے کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

(بخاری و مسلم)

تلہ، تاء کے ساتھ۔ یعنی اس کو رکھ دیا، اور یہ لڑکا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب إذا أذن له أو أحلّه، وكتاب الشرب، وغيرهما من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما عن يمين المبتدي.

۵۶۹۔ فوائد: مجلس میں تقسیم کرنے کے لئے مسئلہ یہ ہے کہ دائیں جانب سے آغاز کیا جائے۔ واقعہ مذکورہ میں دائیں جانب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو ابھی نوعمر تھے، جبکہ بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات تھے۔ بڑوں کی توقیر و احترام کا تقاضا تھا کہ آغاز ان سے کیا جائے، لیکن مسئلے کا تقاضا یہ تھا کہ ابن عباسؓ سے اس کا آغاز کیا جائے کیونکہ وہ دائیں جانب تھے۔ اس لئے آپ نے ان کے اس حق اولیت کو محض ان کے نوعمر ہونے کی وجہ سے نظرانداز نہیں کیا، بلکہ ان سے اجازت طلب کرکے واضح کردیا کہ صاحب حق کو ہی اولیت دی جائے چاہے وہ بچہ ہی ہو۔ البتہ اس سے گنجائش نکلتی ہے کہ چھوٹوں کی اجازت کے ساتھ بڑوں کو ترجیح دی جائے۔ دوسری طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے بھی ضروری تھا کہ وہ بڑوں کا ادب و احترام کرتے ہوئے اپنے حق سے دستبردار ہوجاتے لیکن ان کے سامنے اس سے بھی اہم تر مسئلہ یہ تھا کہ مشروب کا وہ پیالہ، جس میں رسول اللہ ﷺ کا بچا ہوا مشروب تھا اور جسے آپ کے دہان مبارک سے مس ہونے کا شرف حاصل ہوچکا تھا، اس تبرک سے سب سے پہلے وہ خود بہرہ ور ہوں اس لئے انہوں نے بڑوں کے ادب و احترام کے تقاضے پر نبی ﷺ کے تبرک کو ترجیح دی۔ یوں بڑوں کے ادب و احترام کا مسئلہ بھی واضح ہوگیا اور نبی اکرم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اہمیت بھی اجاگر اور نمایاں ہوگئی۔ علاوہ ازیں حق دار کا استحقاق اولیت بھی ثابت ہوگیا۔

٥٧٠ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه عنِ النَّبيِّ ﷺ قالَ: «بَيْنَا أَيُّوبُ عليه السلام

۲ / ۵۷۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس دوران کہ ایوب علیہ السلام

يَغتَسِلُ عُرْيَاناً، فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْثي في ثَوبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا أَيُّوبُ! أَلَم أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى؟! قال: بَلَى وَعِزَّتِكَ، وَلٰكِن لا غِنَى بي عَن بَرَكَتِكَ» رواه البخاري.

کپڑے اتار کر غسل فرما رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوبؑ انہیں لپ بھر بھر کے اپنے کپڑے میں رکھنے لگے' تو اللہ عزوجل نے آسمان سے انہیں پکارا کہ اے ایوب (علیہ السلام) کیا میں نے تجھے ان چیزوں سے بے نیاز نہیں کردیا تھا جنہیں تو دیکھ رہا ہے؟ حضرت ایوب (علیہ السلام) نے عرض کیا' کیوں نہیں' تیری عزت کی قسم' لیکن تیری برکت سے تو جو مجھ پر نازل ہو' بے نیازی نہیں ہو سکتی۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالي ﴿وأيوب إذ نادى ربه﴾ وكتاب التوحيد، باب ﴿يريدون أن يبدّلو كلام الله﴾ وكتاب الغسل، باب من اغتسل عريانا.

۵۷۰- فوائد: یحثی' مطلق لینے کے مفہوم میں بھی ہو سکتا ہے' یعنی انہیں پکڑ پکڑ کر جمع کرنے لگے اور حثی' دونوں ہتھیلیوں سے کسی چیز کے لینے کو بھی کہتے ہیں' جسے اردو میں لپ بھر کر لینا کہتے ہیں۔ اس میں بھی برکت کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ اسی مناسبت سے اسے اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مال جمع کرکے رکھنے کا اور تنہائی میں' جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو' ننگے بدن غسل کرنے کا جواز ہے۔

٦٤ - بَابُ فَضلِ الغَنيِّ الشَّاكِرِ وَهوَ مَنْ أَخَذَ المَالَ مِنْ وَجهِهِ وَصَرفَه فِي وُجُوهِهِ المَأمُورِ بِهَا

۶۴- شکر گزار مال دار کی فضیلت کا بیان اور شاکر غنی وہ ہے جو جائز طریقے سے مال حاصل کرے اور ایسی جگہوں پر خرچ کرے جہاں خرچ کرنے کا حکم ہے۔

قال الله تعالى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَٱتَّقَىٰ ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِٱلْحُسْنَىٰ ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ﴾ [الليل: ٥ ـ ٧] وقال تعالى: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا ٱلْأَتْقَى ﴿١٧﴾ ٱلَّذِى يُؤْتِى مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُۥ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰٓ ﴿١٩﴾ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ ٱلْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ﴾ [الليل: ١٧ ـ ٢١] وقال تعالى: ﴿إِن تُبْدُوا۟ ٱلصَّدَقَٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا ٱلْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس لیکن جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈرا' اور اچھی بات کی تصدیق کی' ہم اس کو آسان راستے (نیکی) کی توفیق دیں گے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور بچالیا جائے گا اس کو جہنم سے جو بڑا پرہیز گار ہے' جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے اور کسی کا اس پر احسان نہیں ہے کہ جس کا بدلہ دیا جائے' صرف اپنے رب برتر کی رضامندی کے لئے خرچ کرتا ہے اور یقیناً عنقریب وہ خوش ہو جائے گا۔

وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ ﴾ [البقرة: ٢٧١] وقال تعالى: ﴿ لَن تَنَالُواْ ٱلۡبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَۚ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيۡءٖ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٞ ﴾ [آل عمران: ٩٢] والآيات في فضلِ الإنفاقِ في الطاعات كثيرةٌ مَعْلُومَةٌ.

نیز فرمایا: اگر تم صدقات ظاہر کرکے دو' تب بھی اچھا ہے اور اگر تم چھپا کر دو اور فقراء کو دو' تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے' وہ تم سے تمہاری برائیاں دور فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔

اور فرمایا: تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کرسکتے' جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو' اللہ اسے جانتا ہے۔ اور اللہ کی پسندیدہ جگہوں پر خرچ کرنے کی فضیلت میں بکثرت آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

فائدہ آیات: ان تمام آیات میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔

٥٧١ ـ وعن عبدِ الله بن مسعودٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا حَسَدَ إلَّا في اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ الله مَالًا، فَسَلَّطَهُ على هَلَكَتِهِ في الحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ الله حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا» متفقٌ عليه وتقدم شرحه قريباً.

١/٥٧١ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' صرف دو خصلتوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک اس آدمی کی خصلت پر جسے اللہ نے مال سے نوازا' پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت بھی دی اور دوسرے اس آدمی کی خصلت پر جسے اللہ نے حکمت و دانائی عطا فرمائی اور وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا اور دوسرے لوگوں کو بھی سکھاتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور اس کی شرح قریب ہی گزری ہے (ملاحظہ ہو باب فضل الکرم والجود۔ رقم ١/٥٤٤)

تخریج: سبق تخریجه في باب فضل الكرم والجود برقم٥٤٤.

٥٧١۔ فوائد: یہاں باب کی مناسبت سے اس حدیث کو دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مال دے تو اس کا شکر یہ ہے کہ اسے اللہ کے حکم کے مطابق نیکی کے راستوں میں خرچ کیا جائے۔ اسی طرح علم و حکمت کا شکر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور دوسرے لوگوں کو اس کی تعلیم دی جائے۔ (٢) دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے مال اور علم کی آرزو کرنا جائز ہے۔

٥٧٢ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما عن النَّبيِّ ﷺ قال: «لا حَسَدَ إلَّا في اثْنَتَين: رَجُلٌ آتَاهُ الله القُرآنَ، فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ الله مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهُ آناءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهارِ»

٢/٥٧٢ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' صرف دو خصلتوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک اس آدمی کی خصلت پر جسے اللہ نے قرآن مجید عطا فرمایا پس وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں بھی عمل کرتا ہے اور دن کی گھڑیوں میں بھی اور دوسرا

متفقٌ عليه. «الآنَاءُ»: السَّاعَاتُ.

وہ آدمی' جسے اللہ نے مال عطا فرمایا' پس وہ اسے رات کی گھڑیوں میں بھی خرچ کرتا ہے اور دن کی گھڑیوں میں بھی۔ (بخاری و مسلم)

الآناء' گھڑیاں (اوقات)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، وكتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلّمه.

۵۷۲- فوائد: اکثر روایات میں اثنتین (تائے تانیث کے ساتھ) ہے جس کے معنی ہیں لا حسد محمود فی شئی الا فی خصلتین' صرف دو خصلتوں میں رشک کرنا پسندیدہ ہے۔ رجل۔ (مرفوع) مضاف کے قائم مقام ہے۔ اس کا مضاف (خصلۃ) محذوف ہے یعنی خصلۃ رجل (ایک اس آدمی کی خصلت) اور بعض روایات میں یہ اثنین ہے' اس سے مراد دو آدمی ہوں گے' رجل' اس سے بدل۔

اس سے ماقبل حدیث میں قرآن کی جگہ حکمت کا لفظ ہے۔ اس حکمت سے مراد بھی قرآن ہی ہے۔ یعنی الحکمۃ' الف لام عہد کا ہے۔ اس کے ساتھ قیام کرنے کا مطلب اس پر عمل کرنا ہے' جس میں قرآن کریم کی تلاوت (نماز میں اور نماز سے باہر) اس کی تعلیم' اس کے ساتھ فیصلہ کرنا اور اس کے مطابق فتویٰ وغیرہ دینا سب شامل ہیں۔ اس حساب سے دونوں روایات کا مفہوم ایک ہی ہے اور دو آدمیوں یا دو خصلتوں پر حصر بھی صحیح ہے۔ (فتح الباری کتاب العلم' باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ)

٥٧٣ - وَعن أبي هُريرة رضيَ الله عنه أَنَّ فُقَرَاءَ المُهَاجِرِينَ أَتَوْا رسولَ الله ﷺ، فقَالُوا: ذَهَبَ أَهلُ الدُّثُورِ بِالدَّرَجَاتِ العُلاَ، وَالنَّعِيمِ المُقِيمِ، فَقَالَ: «وَمَا ذَاكَ؟» فَقَالُوا: يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ ولا نَتَصَدَّقُ، وَيَعْتِقُونَ وَلا نَعْتِقُ، فقال رسولُ الله ﷺ: «أَفَلا أُعَلِّمُكُمْ شَيئاً تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُونَ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلا يَكُونُ أَحَدٌ أَفضَلَ مِنكُمْ إِلاَّ مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ الله! قَالَ: «تُسَبِّحُونَ، وَتَحمَدُونَ، وَتُكَبِّرُونَ، دُبُرَ كُلِّ صَلاةٍ ثَلاثاً وَثَلاثِينَ مَرَّةً» فَرَجَعَ فُقَرَاءُ المُهَاجِرِينَ إلى

۳ / ۵۷۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقرائے مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دولت مند لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ آپ ؐ نے پوچھا' وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا' وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں' وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم (استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے) صدقہ نہیں کرتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں' ہم نہیں کرتے (دولت مندی کی وجہ سے وہ ہم سے زیادہ فضیلت حاصل کرلیتے ہیں) پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جس کے ذریعے سے تم اپنے سے آگے بڑھنے والوں کو پالو اور اپنے بعد والوں سے تم بڑھ جاؤ اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہو' مگر وہی جو تمہارے جیسا یہ عمل

رسولِ اللهِ ﷺ، فقَالُوا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَفَعَلُوا مِثْلَهُ؟ فَقَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «ذلكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ» متفقٌ عليه وهذا لفظ روايةِ مسلم.

«الدُّثُورُ»: الأَمْوَالُ الكَثِيرَةُ، وَاللهُ أعلمُ.

کرے؟ انہوں نے کہا' کیوں نہیں' یا رسول اللہ! (ایسا عمل تو ضرور بتلایئے) آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' تم ہر نماز کے بعد ۳۳' ۳۳ مرتبہ سبحان' الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو- (چنانچہ انہوں نے اس پر عمل شروع کردیا- لیکن دولت مند مسلمانوں کو بھی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پہنچ گیا تو وہ بھی اس پر عمل کرنے لگے) پس فقرائے مہاجرین ؓ دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' ہمارے اس فعل کی گن سن ہمارے دولت مند بھائیوں کو بھی ہوگئی ہے اور انہوں نے اس عمل کو اپنالیا ہے- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہے دیتا ہے- (بخاری و مسلم' یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں)

الدثور' معنی ہیں بہت مال- (اہل الدثور کے معنی ہونگے بہت مالدار) واللہ اعلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة برقم٨٤٣ وكتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة ـ وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته برقم٥٩٥.

۵۷۳- فوائد: الفاظ حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبحان اللہ' الحمدللہ' اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ کہو- اس طرح ہر کلمے کو گیارہ مرتبہ کہہ لینے سے ۳۳ کی تعداد پوری ہوجاتی ہے لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اظہر بات یہ ہے کہ ہر کلمہ ۳۳ مرتبہ کہا جائے- اصل عبارت یوں ہوگی تسبحون خلف کل صلاۃ ثلاثا وثلاثین- ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو اور اسی طرح ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہو اور امام نووی فرماتے ہیں- بعض روایات کی رو سے اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ اور پھر آخر میں لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد' وھو علی کل شی قدیر پڑھ لیا جائے- ان کو اکٹھا پڑھا جائے یا علیحدہ علیحدہ؟ قاضی عیاض ؒ فرماتے ہیں' علیحدہ علیحدہ پڑھنا بہتر ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں' دونوں طرح ٹھیک ہے -دونوں طرح ہی مذکورہ تعداد پوری ہوجاتی ہے- علاوہ ازیں اس موقعے پر عدد مسنون پر اضافہ نہ کیا جائے بلکہ جس طرح حکیم کے نسخے کو کسی بھی جزء میں کمی بیشی کئے بغیر استعمال کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی افادیت ختم ہوجائے گی- اسی طرح نبی کریم ﷺ کی بتلائی ہوئی تعداد میں جو برکت' تاثیر اور روحانی فوائد ہیں اس میں کمی بیشی کرنے سے یہ برکت و تاثیر ختم ہوجائے گی- (فتح الباری' باب الذکر بعدالصلوۃ) (۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ؓ نیکی کے معاملے میں کس طرح بڑھ چڑھ کر رغبت رکھتے تھے اور ان کی نظر اپنے

سے زیادہ اعمال خیر کرنے والوں پر ہوتی تھی جیسا کہ حکم ہے اور پھر ان ہی کی سی فضیلت حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ (۲) اہل ثروت' اگر تمام احکام و فرائض اسلام کی پابندی کے ساتھ' دولت مندی کی وجہ سے' مالی عبادات کا بھی اہتمام کریں گے تو یہ ایسا شرف و فضل ہے جس میں دوسرے اہل ایمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے جو دولت سے محروم ہونے کی وجہ سے صدقہ و خیرات وغیرہ کرنے سے معذور ہیں۔

٦٥ ـ بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقِصَرِ الأَمَلِ

۶۵۔ موت کو یاد کرنے اور آرزوئیں کم کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴾ [آل عمران: ١٨٥] وقال تعالى: ﴿ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُۚ ﴾ [لقمان: ٣٤] وقال تعالى: ﴿ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةًۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾ [النحل: ٦١] وقال تعالى: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَـٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَـٰسِرُونَ ۝٩ وَأَنفِقُوا۟ مِن مَّا رَزَقْنَـٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ۝١٠ وَلَن يُؤَخِّرَ ٱللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَاۚ وَٱللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [المنافقون: ٩ ـ ١١] وقال تعالى: ﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ٱرْجِعُونِ ۝٩٩ لَعَلِّىٓ أَعْمَلُ صَـٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُۚ كَلَّآۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَاۖ وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝١٠٠ فَإِذَا نُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ۝١٠١ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝١٠٢ وَمَنْ خَفَّتْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر جاندار نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت والے دن تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پس جو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا' وہ یقیناً" کامیاب ہوگیا اور دنیوی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

نیز فرمایا: کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جاندار کو یہ پتہ نہیں کہ وہ کون سی زمین میں مرے گا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پس جب ان کا وقت آپہنچتا ہے تو ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

نیز فرمایا: اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا' پس یہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں اور جو ہم نے تمہیں دیا ہے' اس میں سے خرچ کرو' پہلے اس سے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے اور وہ کہے اے رب! تو نے مجھے تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرلیتا اور نیکوکاروں سے ہوجاتا اور جب کسی کا وقت مقرر آجائے تو اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: یہاں تک کہ جب ان میں سے ایک کو موت آئی تو کہا اے میرے رب! مجھے دنیا میں

مَوَٰزِينُهُۥ فَأُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ ٱلنَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَٰلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ ءَايَٰتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾﴾ إلى قوله تعالى: ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي ٱلْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُواْ لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ ٱلْعَآدِّينَ ﴿١١٣﴾ قَٰلَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ [المؤمنون: ٩٩ ـ ١١٥] وقال تعالى: ﴿۞ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ ﴿١٦﴾﴾ [الحديد: ١٦] والآيات في الباب كثيرة معلومة.

واپس بھیج دے تا کہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں جاکر نیک عمل کروں (یاد رکھو) ہرگز ایسا نہیں ہوگا' یہ صرف ایک بات ہی ہے جسے وہ کہے گا اور ان کے درمیان ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔ پس جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی رشتے داری نہیں رہے گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پس جس کا پلہ بھاری ہوگیا' وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جس کا پلہ ہلکا ہوگیا' پس یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا (اور یہ) جہنم میں ہمیشہ رہیں گے' ان کے چہروں کو آگ جھلتی ہوگی اور اس میں وہ تیوری چڑھائے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم پر میری آیتیں پڑھی نہ جاتی تھیں' پس تم انہیں جھٹلاتے تھے (وہ کہیں گے ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے' اے رب ہمارے! ہمیں اس جہنم سے نکال لے' پھر اگر ہم دوبارہ (تیری نافرمانی) کریں تو یقیناً ہم ظالم ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اسی میں ذلیل و خوار ہوکر رہو اور مجھ سے بات نہ کرو--- (آگے آیات' اللہ کے اس فرمان تک) تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ' پس تو گنتی کرنے والے (فرشتوں) سے پوچھ لے' اللہ فرمائے گا' تم واقعی تھوڑا ہی رہے' اگر تم جانتے ہوتے' کیا تم نے یہ گمان کیا تھا کہ ہم نے تمہیں (بے مقصد) بے کار پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد میں جھک جائیں اور اس کے لئے جو اللہ نے حق نازل فرمایااور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی' پس ان پر زمانہ دراز ہوگیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور اکثر ان

میں سے فاسق ہیں۔

اور اس باب میں بہت سی آیات ہیں اور مشہور ہیں:

فائدۂ آیات: ان تمام آیات میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کا سازوسامان ایک متاع فریب ہے اور اس کے بعد آخرت کی زندگی اور اس کی نعمتیں ہیں' جنہیں زوال اور فنا نہیں لیکن ان اخروی نعمتوں کے مستحق صرف اہل ایمان ہوں گے اور اہل فسق و کفر کے لئے تو جہنم کا سخت عذاب ہے جب تک انسان زندہ رہتا ہے' اس کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا رہتا ہے اور وہ اس طرف توجہ نہیں دیتا لیکن مرنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کرے گا جو کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لئے صحیح راستہ یہی ہے کہ انسان موت اور اپنے انجام کو ہروقت یاد رکھے اور آخرت کی تیاری سے کسی وقت غافل نہ رہے کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں' کس وقت آجائے؟ اس کا ایک وقت مقرر ہے جس سے وہ ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں ہوگی۔ اب چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٥٧٤ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما قال: أَخَذَ رسولُ اللهِ ﷺ بِمَنكِبي فَقَالَ: «كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ». وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما يقول: إذَا أَمْسَيْتَ فَلا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإذَا أَصْبَحْتَ فَلا تَنْتَظِرِ المَسَاءَ، وَخُذ مِن صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رواه البخاري.

۱/ ۵۷۴ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑا اور فرمایا تم دنیا میں اس طرح رہو' گویا پردیسی ہو یا جیسے رہ گزر ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے' جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی تندرستی کے زمانے میں اپنی بیماری کے لئے اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لئے تیاری کرلو۔ (بخاری)

تخريج: سبق ذكره في باب الزهد برقم ٤٧١.

۵۷۴- فائدہ: یہ روایت باب الزھد' رقم ۱۵/ ۴۷۱ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس باب میں اسے زندگی کی بے ثباتی کے بیان کے لئے لائے ہیں اور یہ مضمون اس سے واضح ہے۔

٥٧٥ ـ وعنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسلِمٍ، لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ» متفقٌ عليه، هذا لفظ البخاري. وفي روايةٍ لمسلمٍ «يَبِيتُ ثَلاثَ لَيَالٍ». قال ابن عمر: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ إلَّا وَعِنْدِي وَصِيَّتِي.

۲/ ۵۷۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کسی مسلمان مرد کے لئے' جس کے پاس وصیت کے قابل کوئی چیز ہو' یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو راتیں بھی اس حالت میں گزارے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو' (بخاری و مسلم)

یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اور مسلم کی روایت میں ہے (یہ جائز نہیں کہ) وصیت کے بغیر تین راتیں گزارے۔ حضرت ابن عمر

رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنی' مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری ہے کہ میری وصیت میرے پاس (لکھی ہوئی موجود) نہ ہو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوصايا، باب الوصايا، وقول النبي ﷺ «وصية الرجل مكتوبة» ۔ وصحيح مسلم، أول كتاب الوصية.

۵۷۵۔ فوائد: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تاکید وصیت سے واضح ہے کہ موت کا کوئی پتہ نہیں۔ اس لئے اصحاب حیثیت لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہروقت وصیت لکھ کر رکھیں تاکہ ان کی وفات کے بعد لین دین کے معاملات ان کے ذمے نہ رہیں نیز ورثاء کے درمیان جائیداد میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

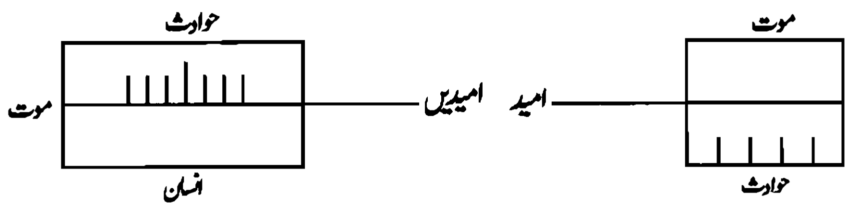
٥٧٦ ـ وعن أنس رضي الله عنه قال: خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خُطُوطاً فقال: «هذا الإِنسَانُ، وَهذا أَجَلُهُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذ جَاءَ الخَطُّ الأَقْرَبُ» رواه البخاري.

۳/ ۵۷۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی لکیریں کھینچیں پھر (ایک خط کی طرف اشارہ کرکے) فرمایا کہ یہ انسان ہے (یعنی اس کی آرزوئیں) اور (دوسرے خط کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) یہ اس کی موت ہے۔ پس انسان اسی طرح آرزوؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ سب سے قریب لکیر (موت) آپہنچتی ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب في الأمل وطوله.

٥٧٧ ـ وعن ابنِ مسعُودٍ رضيَ الله عنه قال: خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعاً، وَخَطَّ خَطًّا في الوَسَطِ خَارِجاً مِنْهُ، وَخَطَّ خُطَطاً صِغَاراً إلى هٰذَا الَّذِي في الوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي في الوَسَطِ، فَقَالَ: «هٰذَا الإِنسَانُ، وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطاً بِهِ ـ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ ـ وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ، وَهٰذِهِ الخُطَطُ الصِّغَارُ الأَعْرَاضُ، فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا، وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا» رواه البخاري. وَهٰذِهِ صُورَتُهُ:

۴/ ۵۷۷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع شکل کا خط کھینچا اور ایک خط درمیان میں اس سے باہر نکلتا ہوا کھینچا اور درمیانی خط کے پہلو میں چند چھوٹے چھوٹے خط اور کھینچے اور فرمایا' یہ انسان ہے اور یہ خط اس کی موت کا ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ خط جو باہر نکل رہا ہے' اس کی آرزوئیں ہیں اور یہ چھوٹے چھوٹے خط (جو پہلو میں ہیں) انسان کو پیش آنے والے حوادث ہیں۔ اگر ایک حادثہ اس سے خطا کرجاتا ہے تو دوسرا اسے آدبوچتا ہے اور اس سے جان چھوٹتی ہے تو کوئی دوسرا اسے آپکڑتا ہے۔ (بخاری) اور یہ اس کا نقشہ ہے (جو ذیل میں درج ہے)



تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب في الأمل وطوله.

۵۷۷- فوائد: ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی پیہم حادثوں کا نام ہے- ایک حادثے سے بچتا یا نکلتا ہے تو دوسرا اسے آگھیرتا ہے' اسی کشمکش اور حادثوں سے نبرد آزمائی میں اس کی زندگی گزرتی ہے- علاوہ ازیں امیدوں اور آرزوؤں کا ایک وسیع اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا ہے -ابھی اس کی آرزوئیں ناتمام ہی ہوتی ہیں کہ موت کا آہنی پنجہ اسے اپنے شکنجے میں کس لیتا ہے- خلاصہ یہ ہے کہ موت کا خط انسان کے سب سے قریب ہے- اس سے انسان کو غافل نہیں رہنا چاہیے- آرزوئیں تو کسی کی پوری نہیں ہوتیں' تو کیوں انسان اس سراب کے پیچھے موت کی حقیقت سے آنکھیں موندھے رکھے؟ بلکہ اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ موت کی تیاری سے کسی وقت بھی بے پروا نہ ہو- مذکورہ نقشے راویوں کے بنائے ہوئے ہیں جو انہوں نے حدیث سے سمجھے ہیں' یہاں ان میں سے دو نقشے دیئے گئے ہیں-

٥٧٨ ـ وعن أبي هريرة رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «بَادِرُوا بِالأعْمَالِ سَبْعاً، هَلْ تَنْتَظِرُونَ إلَّا فَقْراً مُنْسِياً، أَوْ غِنًى مُطْغِياً، أَوْ مَرَضاً مُفْسِداً، أَوْ هَرَماً مُفَنِّداً، أَوْ مَوْتاً مُجْهِزاً، أَوِ الدَّجَّالَ، فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ؟!» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۵ / ۵۷۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات چیزوں سے پہلے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو- کیا تم بھلا دینے والی ناداری کا انتظار کر رہے ہو؟ یا سرکش کر دینے والی دولت مندی کا' یا بگاڑ دینے والی بیماری کا؟ یا سٹھیا دینے والے بڑھاپے کا' یا تیزی سے آجانے والی موت کا؟ یا دجال کا؟ پس وہ تو ایک بد ترین غائب چیز ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے- یا قیامت کا؟ پس قیامت تو نہایت دہشت ناک اور بہت تلخ ہے- (ترمذی' حسن حدیث ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في المبادرة بالعمل.

شیخ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ "الضعیفہ" رقم ۱۶۶۶-

۵۷۸- فوائد: یہ ساتوں چیزیں ایسی ہیں کہ جو اعمال صالحہ سے انسان کو روک دینے والی ہیں- اس لئے صحت اور زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ انسان کو آخرت کے لئے نیکیاں جمع کر لینی چاہئیں- کہیں ایسا نہ ہو کہ مذکورہ موانع میں سے کوئی مانع اسے پیش آجائے اور وہ نیکیاں کرنے کے قابل ہی نہ رہے-

٥٧٩ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ» يَعْني المَوْتَ، رواه التِّرمذيُّ وقال:

۶ / ۵۷۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم لذتیں ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو

حديثٌ حسنٌ .

تخريج : سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في ذكر الموت .

۵۷۹۔ فوائد : موت کا تصور اور اس کا ذکر انسان کو دنیاوی لذتوں میں انہماک اور معصیتوں کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے۔ اس لئے کثرت سے موت کو یاد کرنا چاہیے اور موت کے بعد پیش آنے والے معاملات سے انسان کو غافل نہیں رہنا چاہیے۔

٥٨٠ ـ وعن أبيِّ بنِ كعب رَضيَ اللهُ عنه: كَانَ رَسولُ اللهِ ﷺ إذا ذَهَبَ ثُلثُ اللَّيْلِ، قامَ فقالَ: «يا أيها النَّاسُ! اذكُرُوا اللهَ جاءَتِ الراجفَةُ تَتْبَعُها الرَّادِفَةُ، جاءَ المَوْتُ بما فِيهِ، جاءَ المَوْتُ بِمَا فِيهِ» قلتُ: يَارَسُولَ اللهِ! إنِّي أُكْثِرُ الصَّلاةَ عَلَيْكَ، فكَمْ أَجْعَلُ لكَ مِنْ صَلاتِي؟ قالَ: «مَا شِئْتَ» قُلْتُ: الرُّبُعَ؟ قالَ: «مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدتَ فَهُوَ خَيـرٌ لَكَ» قلتُ: فَالنِّصْفَ؟ قالَ: «مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ» قلتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قالَ: «مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ» قلتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلاتِي كُلَّهَا؟ قالَ: «إذاً تُكفى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ» رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن .

۷ / ۵۸۰ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر جاتا تو رسول اللہ ﷺ (عبادت کے لئے) کھڑے ہو جاتے اور فرماتے، اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ جسم پر لرزہ طاری کردینے والی چیز (نفخۂ اُولیٰ) اور اس کے پیچھے آنے والا (نفخہ ثانیہ) آپہنچا۔ موت بھی اپنی ہولناکیوں سمیت آگئی، موت بھی اپنی ہولناکیوں سمیت آپہنچی۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول، میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں، پس میں آپ پر درود کے لئے کتنا وقت مقرر کروں؟ آپ ؐ نے فرمایا، جتنا تم چاہو، میں نے کہا، وقت کا چوتھا حصہ؟ آپ ؐ نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر تم زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا، تو پھر آدھا؟ آپ ؐ نے فرمایا، جتنا تم چاہو، پس اگر تم زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے کہا، پس دو تہائی؟ آپ ؐ نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر تم زیادہ کروگے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا۔ میں اپنا سارا وقت آپ ؐ پر درود کے لئے وقف کردیتا ہوں، آپ ؐ نے فرمایا پھر تو (یہ عمل) تمہارے غموں (کے دور کرنے) کے لئے کافی ہوگا اور تمہارے گناہ بھی معاف کردیئے جائیں گے۔ (ترمذی، حدیث حسن ہے)

تخريج : سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب رقم٢٤ .

۵۸۰۔ فوائد : راجفۃ کے معنی ہیں لرزا دینے (کپکپی طاری کردینے) والی۔ جب اسرافیل پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے تو زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے۔ اس لئے نفخہ اولیٰ کے اعتبار سے قیامت کو راجفۃ کہا۔ اس کے بعد دوسرا نفخہ ہوگا۔ اسے رادفۃ کہا، پیچھے آنے والا۔ اس میں نبی ﷺ نے موت کی ہولناکیوں کا تصور یاد کرایا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں زیادہ سے زیادہ نبی ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت اور تاکید ہے۔ اس کے لئے سارے

اوقات بھی وقف کردینا جائز ہے۔ یعنی فرائض و سنن موکدہ کے بعد باقی وقت درود پڑھنے پر صرف کیا جا سکتا ہے۔

٦٦۔ بَابُ اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْقُبُورِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُولُهُ الزَّائِرُ

٦٦۔ مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کا استحباب اور زیارت کرنے والا کیا پڑھے؟

٥٨١ ـ عن بُرَيْدَةَ، رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا» رواهُ مسلم.

۱/ ۵۸۱ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نے (پہلے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا' پس (اب) تم زیارت کیا کرو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب استئذان النبي ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر أمه.

۵۸۱۔ فوائد: اس میں قبروں کی زیارت کا استحباب ہی نہیں بلکہ اس کا حکم اور تاکید ہے۔ تاہم ابتدائے اسلام میں اس کی ممانعت کردی گئی تھی' کیونکہ اس وقت اندیشہ تھا کہ مسلمان اپنے زمانہ جاہلیت کے اثرات کی وجہ سے وہاں غلط کام کر بیٹھیں۔ جب یہ اندیشہ ختم ہوگیا اور مسلمان عقیدہ توحید میں پختہ ہوگئے تو اس کی نہ صرف اجازت دے دی گئی بلکہ اس کی تاکید کی گئی تاکہ موت کا تصور انسان کے دل و دماغ میں ہروقت مستحضر رہے۔ اس اجازت اور حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں یا نہیں؟ اس کی بابت علماء میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح (بہتر) یہی ہے کہ عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور مشروع ہے بشرطیکہ وہ وہاں جاکر کوئی ناجائز اور خلاف شرع کام نہ کریں۔

٥٨٢ ـ وعن عائشَةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: كان رسُولُ اللهِ ﷺ، كُلَّمَا كانَ لَيْلَتُها مِنْ رسولِ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إلى البَقِيعِ، فَيَقُولُ: «السَّلامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَداً مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لاحِقُونَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَهْلِ بَقِيعِ الغَرْقَدِ» رواهُ مسلم.

۲/ ۵۸۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کی میری ہاں باری ہوتی اور آپ رات کو تشریف لاتے تو آپ رات کے آخری حصے میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم دارقوم مومنین واتاکم ماتوعدون' غداموجلون ' وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفرلاھل بقیع الغرقد۔ (اے مسلمان بستی والو' تمہیں سلام ہو' تمہارے پاس وہ کل آگیا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں' اے اللہ! بقیع والوں کو بخش دے (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

۵۸۲- فوائد: غرقد ایک جھاڑی دار درخت ہے جو بقیع میں تھا' اس لئے اسے بقیع الغرقد کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وقت بھی قبروں کی زیارت کے لئے جانا صحیح ہے اور وہاں جاکر مذکورہ مسنون دعا پڑھی جائے جس میں اہل قبور کے لئے مغفرت اور سلامتی کا سوال ہے۔ خیال رہے کہ السلام علیکم' اہل قبور کے حق میں دعا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اہل قبور اسے سنیں اور جواب بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ اسے انہیں سنوا بھی سکتا ہے لیکن ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ضرور سنتے اور جواب دیتے ہیں - اس کا صحیح علم صرف اللہ کو ہے۔ ہمیں تو سنت پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ سلام و دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

٥٨٣ ـ وعن بُرَيْدَةَ رضيَ اللهُ عنهُ قال: كَانَ النَّبيُّ ﷺ يُعَلِّمُهُمْ إذَا خَرَجُوا إلى المَقَابِرِ أَنْ يَقُولَ قَائِلُهُمْ: «السَّلامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ المُؤْمِنِينَ وَالمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ العَافِيَةَ» رواهُ مسلم.

۳/ ۵۸۳ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قبرستان جاتے تو آپ ان کو سکھلاتے تھے کہ وہ یہ دعا پڑھیں۔ السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم للاحقون' اسئال الله لنا ولکم العافیة (اے مومنوں اور مسلمانوں کی بستیوں والو! تم پر سلام ہو' اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی یقیناً تمہیں ملنے والے ہیں' میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں)۔ (مسلم) (حوالۂ مذکور)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

۵۸۳- فوائد: اس میں بھی قبرستان جاکر اپنے اور فوت شدگان کے لئے دعا کرنے کا جواز ہے۔ کیونکہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ قبروں پر پھول یا چادر وغیرہ ڈالنے سے مردوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا' یہ ایک بے کار کام ہے۔

٥٨٤ـ وعن ابنِ عَبَّاسٍ، رَضيَ اللهُ عنهما، قالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقُبُورٍ بِالمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فقالَ: «السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ القُبُورِ، يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالأَثَرِ» رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن.

۴/ ۵۸۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینے کی چند قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف رخ کرکے فرمایا۔ السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر۔ (ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب مايقول الرجل إذا دخل المقابر.

۵۸۴- فوائد: امام ترمذیؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے اور امام نوویؒ نے بھی اسے بغیر کسی نقد کے نقل کیا ہے تاہم شیخ البانی نے اسے سنداً ضعیف کہا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احکام الجنائز' للالبانی' ص ۱۹۷۔

٦٧ - بَابُ كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ بِسَبَبِ ضُرٍّ نَزَلَ بِهِ وَلَا بَأْسَ بِهِ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّينِ

٦٧- کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی آرزو کرنے کی کراہت اور دین کی بابت کسی فتنے میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے موت کی آرزو کے جائز ہونے کا بیان

٥٨٥- عَنْ أَبِي هُرَيرة رضيَ اللهُ عنه أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ المَوْتَ إِمَّا مُحْسِناً، فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ، وَإِمَّا مُسِيئاً فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ» متفقٌ عليه، وهذا لفظ البخاري. وفي روايةٍ لمسلم عن أبي هُرَيْرَةَ رضيَ اللهُ عنه عن رسُولِ اللهِ ﷺ قال: «لا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ المَوْتَ، وَلا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُ؛ إِنَّهُ إِذَا ماتَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ، وَإِنَّهُ لا يَزِيدُ المُؤْمِنَ عُمُرُهُ إِلَّا خيراً».

١/ ٥٨٥ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے یا تو وہ نیکوکار ہے تو شاید نیکیوں میں وہ زیادہ بڑھ جائے (جو ایک مومن کا مقصود و مطلوب ہے) اور یا بدکار ہے تو شاید وہ توبہ کرے (اس طرح عمر میں اضافہ اس کے لئے خیر کا باعث ہو جائے)

(بخاری و مسلم)

یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اور مسلم کی روایت میں ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے۔ اس لئے کہ جب یہ مرجائے گا تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور مومن کے لئے اس کی عمر میں اضافہ اس کے لئے بھلائی ہی میں اضافے کا باعث ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة - وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهة تمني الموت لضر نزل به.

٥٨٥- فوائد: اس میں موت کی آرزو کرنے سے روکا گیا ہے' اس لئے کہ ایک مومن کے لئے عمر میں زیادتی ہر صورت میں مفید ہے۔ جتنی زیادہ عمر اس کو ملے گی' وہ نیکیوں میں اتنی ہی ترقی کرے گا' یا کسی معصیت میں مبتلا ہوگا تو شاید اس سے تائب ہونے کا اسے موقع مل جائے۔ پس مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنا دامن زیادہ سے زیادہ نیکیوں سے بھر لے۔

٥٨٦- وعن أنسٍ رضيَ الله عنه قال: قَالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «لا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ المَوْتَ لِضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لا بُدَّ فَاعِلاً،

٢/ ٥٨٦ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے' جو اسے پہنچے' موت کی آرزو ہرگز نہ

فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الحَيَاةُ خَيْراً لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الوَفَاةُ خَيْراً لِي» متفقٌ عليه.

کرے۔ اگر اس نے ضرور ہی کرنی ہے تو بایں الفاظ کرے۔ (اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا" لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی" اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے اور مجھے موت اس وقت دے جب موت میرے لئے بہتر ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب تمني المريض الموت، وكتاب الطب - صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهة تمني الموت لضر نزل به.

۵۸۶- فوائد: اس میں بھی موت کی آرزو کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ آرزو اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ آرزو کرنے والا اللہ تعالٰی کی قضاء و تقدیر پر راضی نہیں ہے تاہم اگر یہ آرزو ناگزیر ہوجائے تو مذکورہ الفاظ میں دعا کی جائے۔

٥٨٧- وعَنْ قَيْسِ بنِ أبي حازم قال: دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابِ بنِ الأَرَتِّ رضيَ اللهُ عنهُ نَعُودُهُ وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ فقال: إنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا، وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعاً إِلَّا التُّرَابَ وَلَوْلا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى وَهُوَ يَبْنِي حَائِطاً لَهُ، فقال: إنَّ المُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ إلا في شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هٰذَا التُّرَابِ. متفقٌ عليه، وهذا لفظ رواية البخاري.

۳ / ۵۸۷ حضرت قیس بن ابی حازمؒ روایت کرتے ہیں کہ ہم خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لئے ان کے پاس گئے اور انہوں نے (بطور علاج) سات داغ لگوائے تھے تو انہوں نے فرمایا ہمارے وہ ساتھی جو ہمارے پیش رو تھے' وہ گزر گئے (دنیا سے چلے گئے) اور دنیا نے (ان کے اخروی اجر کو) کم نہیں کیا (کیونکہ انہیں دنیا کی آسائشیں میسر نہ تھیں) اور (اب) ہمیں اتنی دولت میسر آگئی ہے کہ اسے سنگ و خشت (تعمیرات) پر خرچ کرنے (یا زمین میں دفن کرنے) کے سوا اس کا کوئی مصرف نہیں پاتے۔ اگر ہمیں نبی کریم ﷺ نے موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں ضرور موت کی دعا کرتا۔ پھر ہم دوسری مرتبہ ان کے پاس گئے جب کہ وہ اپنی کوئی دیوار بنارہے تھے' تو فرمایا' مومن جس پر بھی کچھ خرچ کرے' اسے اجر ملتا ہے سوائے اس خرچ کے جو وہ اس مٹی (تعمیرات) پر کرتا ہے۔
(بخاری و مسلم۔ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب تمني المريض الموت، وكتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة - وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهة تمني

الموت لضر نزل به.

۵۸۷- فوائد: پہلے ایک طریقہ علاج داغنا بھی تھا۔ لوہا گرم کر کے جسم کے متعلقہ حصوں پر لگانے کو داغنا کہا جاتا ہے۔ حضرت خباب اپنی بیماری کی وجہ سے سات مرتبہ داغنے کے عمل سے گزر چکے تھے جس سے وہ سخت پریشان تھے۔ جس کا اظہار انہوں نے حدیث میں مذکور الفاظ کے ذریعے سے کیا۔ اس میں جو فرمایا گیا کہ تعمیر پر جو خرچ ہو گا' اس پر اجر نہیں ملے گا اس سے مراد ایسی تعمیرات ہیں جو زائد از ضرورت ہیں ورنہ انسان کو سر چھپانے اور گرمی' سردی کی شدت اور بارش وغیرہ سے بچاؤ کے لئے ایک مکان کی ضرورت ہے اور یہ انسانی زندگی کا ایک ناگزیر تقاضا ہے۔ اس لئے مذکورہ وعید صرف ایسی تعمیرات پر ہے جو ضرورت سے زائد ہوں یا جن پر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے۔ جیسے بدقسمتی سے آج کل مسلمانوں کا حال ہے کہ ان کی ساری دولت یا تو شادی بیاہ کی فضول رسموں اور اسراف و تبذیر کے مظاہروں پر خرچ ہو رہی ہے یا پھر عالیشان محلات' سر بفلک عمارات' خوشنما بنگلوں اور زرنگار کوٹھیوں کی تعمیر پر لگ رہی ہے۔

٦٨- بَابُ الْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ

٦٨- پرہیز گاری اختیار کرنے اور شبہ والی چیزوں کو چھوڑ دینے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾﴾ [النور: ١٥] وقال تعالى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِٱلْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ١٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم اس بات کو ہلکا سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے۔

نیز فرمایا: یقیناً تیرا رب گھات میں ہے (یعنی تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے)

فائدہ آیت: پہلی آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے ضمن میں نازل ہوئی تھی۔ جس میں مسلمانوں کو ان کی اس کوتاہی پر زجر و توبیخ کی گئی جو اس تہمت کے بارے میں ان سے ہوئی کہ انہوں نے اسے زیادہ اہم نہیں سمجھا۔ اللہ نے فرمایا۔ ہمارے پیغمبر کی زوجہ مطہرہ کی عزت و آبرو پر تہمت کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ جرم و گناہ کے اعتبار سے یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہاں اسے ذکر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ انسان بہت سے گناہ کے کام محض اس لئے کر لیتا ہے کہ وہ اس کی نظر میں ہلکے ہوتے ہیں حالانکہ گناہ کا کام' بظاہر کتنا بھی چھوٹا ہو' اس ذات کی نافرمانی ہے جو عظمت و جلالت اور قوت و طاقت کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے۔ اس لئے اس کی چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی بھی بہت بڑی بات ہے۔

٥٨٨- وعن النُّعمانِ بنِ بَشيرٍ رضيَ اللهُ عنهما قال: سَمِعتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إنَّ الحَلالَ بَيِّنٌ، وَإنَّ الحَرامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُما مُشْتَبِهاتٌ لا يَعْلَمُهُنَّ كَثيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهاتِ، اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ

۵۸۸/۱ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح اور ان کے درمیان (بہت سی چیزیں) شبے والی ہیں جن کی حقیقت سے اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔ پس جو شخص شبے والی چیزوں سے بچ گیا' اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا

وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ ، وَقَعَ في الحَرَام، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، ألا وَإنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمَى، ألا وَإنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، ألا وَإنَّ في الجَسَدِ مُضغَةً إذَا صَلَحَت صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، ألا وَهِيَ القَلْبُ» متفقٌ عليه. وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِألْفَاظٍ مُتَقَارِبَةٍ.

اور جو شبہات میں گر گیا (یعنی انہیں اختیار کرلیا) وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔ جیسے وہ چرواہا ہے جو (کسی کی مخصوص) چراگاہ کے اردگرد (اپنے جانوروں کو) چراتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کے جانور اس چراگاہ کے اندر داخل ہوکر اسے بھی چرنا شروع کردیں گے۔ سنو! ہر بادشاہ کی رکھ (مخصوص چراگاہ) ہوتی ہے (جس میں داخل ہونے کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی) سنو! اللہ کی رکھ' اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (جن کے قریب جانا کسی کے لئے جائز نہیں) سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے تو سارا جسم انسانی خراب ہوجاتا ہے اور وہ (مضغہ گوشت) دل ہے۔

(بخاری و مسلم)

اور ان دونوں نے اسے اور بھی کئی طریقوں سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ باہم قریب ہیں۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، وكتاب البيوع - وصحيح مسلم، كتاب البيوع، باب أخذ الحلال وترك الشبهات.

۵۸۸- فوائد: مشتبہات سے مراد ایسے امور و معاملات ہیں جن کی حلت و حرمت سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ انہیں اختیار کرنے سے انسان گریز کرے اور جو شخص حلت و حرمت کی پروا کئے بغیر ان میں ملوث ہوگیا' سمجھ لو کہ وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔ اس میں تجارت اور کاروبار کرنے والوں کے لئے بڑی تنبیہہ ہے کہ وہ صرف ایسے طریقے اختیار کریں جو واضح طور پر حلال ہوں اور مشتبہ امور و معاملات سے اجتناب کریں۔ دوسری اہم بات اس میں دل کی بابت بتلائی گئی ہے کہ اس کے صلاح و فساد پر سارے جسم کی صلاح و فساد کی بنیاد ہے۔اس لئے دل کی اصلاح بہت ضروری ہے اور اس کی اصلاح ایمان و تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں۔

۵۸۹ - وعن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه أنَّ النَّبيَّ ﷺ، وَجَدَ تَمْرَةً في الطَّرِيقِ، فقالَ: «لَوْلا أنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لأَكَلْتُهَا» متفقٌ عليه.

۲/ ۵۸۹ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ' نبی کریم ﷺ کو راستے میں ایک کھجور ملی تو آپ ؐ نے فرمایا' اگر مجھے اس کے صدقے میں سے ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یقیناً اسے کھالیتا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب ما يتنزه من الشبهات، وكتاب اللقطة، باب إذا وجد تمرة في الطريق - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تحريم الزكاة علي رسول

الله ﷺ وعلى آله.

۵۸۹- فوائد: نبی کریم ﷺ اور آپ ؐ کی آل پر چونکہ زکوۃ و صدقات حرام تھے- اس لئے اس کے کھانے سے گریز فرمایا جس سے یہی بات معلوم ہوئی کہ جس چیز کے جائز ہونے میں شک ہو- ایک مسلمان کو اس سے اجتناب ہی کرنا چاہیے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں بیان ہوا- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ راستے میں کوئی معمولی چیز گری پڑی ملے' جس کی خاص اہمیت نہ ہو تو انسان اس کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے- اس کے لئے اعلان و اشتہار ضروری نہیں جیسا کہ بیش قیمت ملنے والی چیزوں کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے تاکہ اسے اس کے اصل مالک تک پہنچادیا جائے- اسی طرح کھانے کی چیز اٹھا کر کھالینا بھی اس سے ثابت ہوا- اس میں تواضع بھی ہے اور اللہ کی نعمت کی قدردانی بھی-

٥٩٠ ـ وعن النَّوَّاسِ بنِ سَمعانَ رضيَ الله عنه عن النَّبِيِّ ﷺ قال: «البرُّ حُسنُ الخُلُقِ، وَالإثمُ مَا حاكَ في نَفْسِكَ، وَكَرِهتَ أنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ» رواهُ مسلم. «حَاكَ» بالحاءِ المهملةِ والكافِ، أيْ: تَرَدَّدَ فيهِ.

۳/ ۵۹۰ حضرت نواس بن سمعان ؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' نیکی' اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناگوار گزرے- (مسلم)

حاک' حاء اور کاف کے ساتھ- اس میں تردد اور کھٹک ہو-

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تفسير البر والإثم.

۵۹۰- فوائد: اسلام میں حسن اخلاق کا جو درجہ ہے' اس میں بھی اس کی وضاحت ہے- یعنی خندہ روئی سے ملنا' لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانا' بلکہ آرام و سہولت پہنچانے کی سعی کرنا' لوگوں کے کام آنا اور نیکی کے کاموں سے تعاون کرنا' کشادہ دستی سے کام لینا اور دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرنا جو انسان اپنے لئے پسند کرتا ہے وغیرہ' یہ سب اخلاقی خوبیاں ہیں جو اسلام کی نظر میں نیکیاں ہیں- ہر قبیح اور شروالا کام گناہ ہے' اس کی یہاں دو علامتیں بیان کی گئی ہیں- ایک یہ کہ اس کے کرنے پر انسان کے دل میں کھٹک پیدا ہو اور دوسری یہ کہ اس سے باخبر ہونے کو وہ پسند نہ کرے- یہ حدیث اس امر پر بھی دلیل ہے کہ انسانی فطرت (اگر برے ماحول اور صحبت بد کی وجہ سے مسخ نہ ہوگئی ہو تو) انسان کی صحیح بات کی طرف رہنمائی کرتی اور برائیوں سے روکتی ہے-

٥٩١ ـ وعن وابصةَ بنِ معبدٍ رضيَ اللهُ عنه قال: أتيتُ رسولَ اللهِ ﷺ فقال: «جئتَ تَسألُ عَنِ البرِّ؟» قلتُ: نعم، فقال: «استفتِ قلبَكَ، البرُّ: مَا اطْمَأنَّتْ إلَيْهِ النَّفسُ، وَاطْمَأنَّ إلَيْهِ القَلْبُ، وَالإثمُ مَا حَاكَ في النَّفسِ وَتَرَدَّدَ في الصَّدْرِ، وَإنْ أفْتَاكَ النَّاسُ وَأفْتَوْكَ»

۴/ ۵۹۱ حضرت وابصہ بن معبد ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ؐ نے فرمایا' تم نیکی کی بابت پوچھنے آئے ہو؟ میں نے کہا' ہاں- پس آپ ؐ نے فرمایا' اپنے دل سے پوچھو' نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو اور دل میں کوئی کھٹک نہ ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور دل میں اس کی بابت تردد ہو اگرچہ لوگ تجھے (اس کے جواز کا) فتویٰ

حديثٌ حسن، رواهُ أحمدُ، وَالدَّارِمِيُّ في «مُسْنَدَيهِمَا».

دے دیں اور تجھے فتویٰ دے دیں۔ (حدیث حسن ہے۔ مسند احمد و دارمی)

تخریج: مسند الإمام أحمد بن حنبل ٤/٢٢٨ ـ وسنن دارمي، كتاب البيوع، باب "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك".

۵۹۱۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے معجزے کے علاوہ کہ آپؐ نے سوال سے پہلے ہی اس کا سوال بوجھ لیا' اس امر کی وضاحت ہے کہ انسان کا دل سب سے بڑا مفتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو ایمان کے نور سے منور رکھے تاکہ وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا رہے۔

٥٩٢ ـ وعن أبي سِرْوَعَةَ ـ بكسر السين المهملة ونصبها ـ عُقْبَةَ بنِ الحارثِ رضيَ اللهُ عنهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابنَةً لأبي إهابِ بن عَزيزٍ، فَأَتَتْهُ امرَأَةٌ فقالت: إنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ والَّتي قَدْ تَزَوَّجَ بها، فقالَ لها عُقْبَةُ: ما أَعْلَمُ أَنَّكِ أرْضَعْتِني وَلا أَخْبَرتِني، فَرَكِبَ إلى رَسُولِ اللهِ ﷺ بالمَدِينَةِ، فَسَأَلَهُ، فقال رسُولُ اللهِ ﷺ: «كَيْفَ، وَقَدْ قِيلَ؟!» فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجاً غَيرَهُ. رواهُ البخاري. «إهَابٌ» بكسرِ الهمزة، وَ«عَزِيزٌ» بفتح العين وبزاي مكرّرة.

۵/ ۵۹۲ حضرت ابو سروعہ -- سین کے زیر اور زبر کے ساتھ --- عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی لڑکی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے عقبہؓ کو اور اس لڑکی کو جس سے عقبہ نے شادی کی ہے (دونوں کو) دودھ پلایا ہے تو حضرت عقبہ نے اس سے کہا' مجھے تو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے اس کی بابت مجھے (پہلے) بتلایا ہے۔ پس عقبہ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آئے اور اس کے بارے میں آپؐ سے پوچھا' تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' یہ نکاح کیوں کر قائم رہ سکتا ہے جبکہ یہ بات کہی گئی ہے - پس حضرت عقبہؓ نے اس لڑکی سے جدائی اختیار کرلی اور اس لڑکی نے عقبہ کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرلیا۔ (صحیح بخاری)

اہاب' ہمزہ پر زیر ہے۔ اور عزیز' عین کے زبر اور دو زاء کے ساتھ ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب الرحلة في المسألة النازلة، وكتاب البيوع، وكتاب الشبهات، وكتاب النكاح.

۵۹۲۔ فوائد: عورت کی گواہی کے بارے میں بہت سے اختلافات ہیں لیکن وہ مالی معاملات اور حدود و قصاص کے بارے میں ہیں۔ مثلاً اموال و دیون میں قرآن کریم میں ان کی گواہی کو مرد کی گواہی سے نصف اور ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح حدود و قصاص کے معاملات میں علمائے اسلام نے عورت کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا ہے' بلکہ مردوں کی گواہی کو اثبات حد کے لئے ضروری سمجھا ہے تاہم ایسے

معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوپاتے' ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی کو بھی قبول کرنے پر ان کا اتفاق ہے- جیسے ولادت' استہلال اور عورتوں کے عیوب وغیرہ کے مسائل ہیں- اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ایک عورت کی اس گواہی پر کہ اس نے دونوں کو دودھ پلایا ہے اور اس اعتبار سے یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں' انہوں نے جدائی اختیار کرلی اور نبی ﷺ نے بھی رضاعت کا علم ہونے کے بعد اس نکاح کو ناجائز قرار دیا-

٥٩٣ - وعن الحَسَن بن عليٍّ رضيَ اللهُ عنهما قال: حَفِظْتُ مِنْ رسُولِ اللهِ ﷺ: «دَعْ مَا يَرِيبُكَ إلى مَا لا يَرِيبُكَ» رواهُ الترمذي وقال: حديثٌ حسن صحيح. مَعناهُ: اتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيهِ، وَخُذْ مَا لا تَشُكُّ فِيهِ.

۶ / ۵۹۳ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد کیا' آپ ؐ نے فرمایا وہ چیز چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈال دے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے- (ترمذی' حسن صحیح)

اس کے معنی ہیں جس میں تمہیں شک ہو وہ چھوڑ دو اور جس میں شک نہ ہو' اسے اختیار کرو-

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب «اعقلها وتوكل».

۵۹۳- فوائد: اس میں بھی شبہے والی چیزیں ترک کردینے کی تاکید ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں بھی بیان ہوا-

٥٩٤ - وعن عائشةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: كانَ لأبي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضيَ اللهُ عنه، غُلامٌ يُخرِجُ لَهُ الخَراجَ وَكانَ أبو بَكْرٍ يَأكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ، فَجاءَ يَوْماً بشَيْءٍ، فأكَلَ مِنْهُ أبو بَكْرٍ، فَقالَ لَهُ الغُلامُ: تَدْرِي مَا هٰذَا؟ فَقالَ أبو بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لإنسانٍ في الجاهِلِيَّةِ وَمَا أُحسِنُ الكَهَانَةَ إلَّا أنِّي خَدَعْتُهُ، فَلَقِيَنِي، فَأعْطَانِي بِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِي أكَلْتَ مِنْهُ، فَأدْخَلَ أبو بَكْرٍ يَدَهُ فَقاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ. رواهُ البخاري. «الخَرَاجُ» شَيْءٌ يَجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلَى عَبْدِهِ يُؤَدِّيهِ إلى السَّيِّدِ كُلَّ يَوْمٍ، وَبَاقِي كَسْبِهِ يَكُونُ لِلعَبْدِ.

۷ / ۵۹۴ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ ؓ کو کماکر دیا کرتا تھا اور ابوبکر ؓ اس کی کمائی سے کھاتے تھے' ایک دن وہ کوئی چیز لایا اور حضرت ابوبکر ؓ نے اسے کھالیا' تو غلام نے کہا' آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا (بتاؤ) یہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا' میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے لئے نجومیوں والی پیش گوئی کی تھی' حالانکہ میں نجومیوں والے علم سے اچھی طرح واقف نہیں تھا- پس میں نے یوں ہی تیر تکا چلایا تھا- چنانچہ وہ (آج) مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ چیز دی جس سے آپ نے کچھ کھایا ہے- پس حضرت ابوبکر ؓ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور پیٹ میں گئی ہوئی چیز قے کے ذریعے باہر نکال دی- (بخاری)

الخراج' وہ آمدنی ہے جسے آقا اپنے غلام کے لئے لازم کردیتا ہے کہ روزانہ اسے ادا کرتی ہے اور اس

کے علاوہ باقی آمدنی غلام کی ہوتی ہے۔ یعنی ایک مقررہ روزینہ یا یومیہ آمدنی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب أيام الجاهلية.

۵۹۴۔ فوائد: نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل عربوں میں علم نجوم (کہانت) کا سلسلہ عام تھا۔ اسلام نے آکر اسے ختم کیا اور اس کی آمدنی کو حرام قرار دیا۔ اسی لئے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ غلام کی لائی ہوئی چیز اس کے کہانت کی آمدنی ہے تو اسے قے کے ذریعے باہر نکال دیا۔ یہ ان کی غایت درجہ زہد و ورع کی اور امور جاہلیت سے اجتناب کی دلیل ہے۔

٥٩٥ ـ وعن نافِعٍ أنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ أَرْبَعَةَ آلافٍ، وَفَرَضَ لابْنِهِ ثَلاثَةَ آلافٍ وَخَمْسَمائةٍ، فَقِيلَ لَهُ: هُوَ مِنَ المُهَاجِرِينَ فَلِمَ نَقَصَهُ؟ فقال: إنَّما هَاجَرَ بِهِ أَبُوهُ. يقُولُ: لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ. رواهُ البخاري.

۸ / ۵۹۵ حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کے لئے چار (چار) ہزار درہم (سالانہ) وظیفہ مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کے لئے ساڑھے تین ہزار۔ تو انہیں کہا گیا کہ یہ بھی تو مہاجرین میں سے ہے۔ آپؓ نے اس کا وظیفہ کیوں کم رکھا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا' اسے تو اس کے باپ نے ہجرت کروائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ان کی طرح نہیں ہے جنھوں نے خود ہجرت کی۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلي المدينة.

۵۹۵۔ فوائد: اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زہد و ورع اور امانت و دیانت کا بیان ہے کہ انہوں نے بیت المال میں اپنے بیٹے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے پانچ سو درہم کم رکھے صرف اس بنا پر کہ اس نے چونکہ اپنے والدین کی معیت میں ہجرت کی تھی' اس لئے اس کا درجہ ان مہاجرین سے کچھ کم ہونا چاہیے جنھوں نے بذات خود اپنی مرضی سے ہجرت کی۔ رضی اللہ عنہم

ریاض الصالحین کے اکثر نسخوں میں هاجر به ابوه ہے لیکن صحیح بخاری میں یہ هاجر به ابواه (اس کے والدین نے اسے ہجرت کرائی ہے)۔ یہ کردار' اس کردار سے کتنا مختلف ہے جو آج کل مسلم ممالک میں مسلط حکمران پیش کررہے ہیں جس میں اقرباء نوازی ہی اقرباء نوازی اور پارٹی نوازی ہی پارٹی نوازی ہے۔ سارے قومی وسائل اپنوں کو ہی نوازنے پر صرف ہورہے ہیں اور عام لوگوں کے مسائل و مشکلات سے انہیں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

٥٩٦ ـ وعن عَطِيَّةَ بنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِي رَضِيَ اللهُ عَنهُ قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَبْلُغُ العَبْدُ أَنْ يَكُونَ

۹ / ۵۹۶ حضرت عطیہ بن عروہ سعدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ پرہیزگاروں کے درجے تک اس وقت ہی پہنچ سکتا ہے جب وہ ایسی

مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لا بَأْسَ بِهِ، حَذَراً لِمَا بِهِ بَأْسٌ». رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن.

چیزیں بھی چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہ ہو تاکہ وہ ان چیزوں سے بچ جائے جن میں حرج ہے۔ (ترمذی' حسن)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب من درجات المتقين.

شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے تخریج "الحلال و الحرام" للقرضاوی' ص ۱۷۸۔

۵۹۶۔ فوائد: اس میں شبہے والی چیزوں سے بچنے کو تقویٰ کا تقاضا اور متقین کی علامت بتلایا گیا ہے۔ یہ روایت گو سنداً ضعیف ہے لیکن اس کا مضمون وہی ہے جو دیگر صحیح احادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ احادیث سے واضح ہے۔

٦٩ - بَابُ اسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ عِنْدَ فَسَادِ الزَّمَانِ أَوِ الْخَوْفِ مِنْ فِتْنَةٍ فِي الدِّينِ أَوْ وُقُوعِ فِي حَرَامٍ وَشُبُهَاتٍ وَنَحْوِهَا

۶۹۔ لوگوں اور زمانے کے بگاڑ کے وقت یا دین میں فتنے کے خوف سے اور حرام و مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے گوشہ نشینی کے پسندیدہ ہونے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ فَفِرُّوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ إِنِّى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ ﴾ [الذاريات: ٥٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس تم اللہ کی طرف دوڑو' بے شک میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں۔

فائدۂ آیات: اللہ کی طرف دوڑنے کا مطلب ہے' اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت اختیار کرنا۔ امام نوویؒ نے اس باب میں اس آیت کو ذکر کرکے گویا استدلال فرمایا ہے کہ جب شہروں اور آبادیوں میں بگاڑ عام کی وجہ سے دین پر عمل کرنا مشکل ہوجائے یا دین و ایمان کو خطرہ اور حرام و مشتبہات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو' تو انسان کے لئے جنگلوں اور پہاڑیوں کی چوٹیوں پر جاکر بسیرا کرلینا مستحب ہے تاکہ دین کی حفاظت ہو سکے۔

٥٩٧ - وعن سعد بن أبي وقَّاص رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ الله ﷺ يَقُول: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ العَبْدَ التَّقِيَّ الغَنِيَّ الخَفِيَّ» رواه مسلم. المُرَاد بـ «الغَنِيِّ»: غَنِيُّ النَّفسِ، كما سَبَقَ في الحديث الصحيح.

۵۹۷/۱ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت رکھتا ہے جو پرہیزگار' مخلوق سے بے نیاز اور پوشیدہ ہو۔ (یعنی شہرت اور نمود و نمائش سے اجتناب کرنے والا ہو) (مسلم)

غنی سے مراد دل کا غنی ہے (یعنی جو صرف اللہ سے امید وابستہ کرے اور لوگوں سے بے نیاز رہے) جیسا پہلے حدیث صحیح میں گزرا۔

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۵۹۷۔ فوائد: اس میں اللہ کی اطاعت و عبادت کے لئے عزلت (گوشہ نشینی) کا استحباب ہے بالخصوص جبکہ فساد عام اور لوگوں سے اختلاط کی صورت میں دین کو خطرہ لاحق ہو یا اس پر عمل کرنا مشکل ہو۔

٥٩٨ ـ وعن أبي سعيد الخُدري رضي الله عنه قال: قَالَ رجُلٌ: أَيُّ النَّاس أَفضَلُ يَا رَسولَ الله! قال: «مُؤمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفسِهِ وَمَالِهِ في سَبِيلِ الله» قال: ثم من؟ قال: «ثم رَجُلٌ مُعتَزِلٌ في شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّه». وفي روايةٍ: «يَتَّقِي الله، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ» متفقٌ عليه.

۲/ ۵۹۸ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا' اے اللہ کے رسول! کون سا شخص افضل ہے؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ جہاد کرے۔ اس نے پوچھا' پھر کون؟ آپ ؐ نے فرمایا' پھر وہ آدمی افضل ہے جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے' وہ اللہ سے ڈرتا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه وماله في سبيل الله ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط.

۵۹۸۔ فوائد: اس میں بھی جہاد فی سبیل اللہ کے بعد دوسرے نمبر پر اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو صرف اس نیت سے گوشہ نشینی اختیار کرے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے گا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس میں دینی امور سے متعلق سوال کرنے کا بھی استحباب ہے۔ شعب' پہاڑی راستے یا دو پہاڑوں کے درمیان گزرگاہ کو کہتے ہیں۔

٥٩٩ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ المُسْلِمِ غَنَمٌ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ القَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الفِتَنِ» رواه البخاري. وَ«شَعَفُ الجِبَالِ»: أعلاَها.

۳/ ۵۹۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے گرنے کی جگہوں (جنگلوں میں) جائے گا۔ شہروں سے اس کا یہ فرار اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے ہوگا۔ (بخاری)

شعف الجبال' پہاڑ کی چوٹیاں۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن، وكتاب الفتن، وغيرهما من الكتب.

۵۹۹۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے اخلاق و کردار میں بگاڑ اتنا شدید اور عام ہوجائے گا کہ لوگوں کے اندر رہتے ہوئے دین کو بچانا مشکل ہوجائے گا۔ ایسے حالات میں دین کو بچانے کے لئے شہروں سے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ آج اخلاق و کردار کا یہ بگاڑ اسلامی ممالک میں عام ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ روز بروز دین سے دور بلکہ اس سے محروم ہوتے جارہے ہیں اور دین داروں کا دین پر قیام اور عمل مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے۔

٦٠٠ ـ وعَنْ أبي هُريرة رضي الله عَنه عَنِ النَّبيِّ ﷺ قال: «مَا بَعَثَ اللهُ نَبياً إلَّا رَعَى الْغَنَمَ» فَقَالَ أَصْحَابُه: وَأَنْتَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لأَهْلِ مَكَّةَ» رواه البخاري.

۴/ ۶۰۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ نے جو نبی بھی بھیجا' اس نے بکریاں ضرور چرائیں- پس آپ ؐ کے صحابہ ؓ نے پوچھا' اور آپ ؐ نے بھی (بکریاں چرائیں)؟ آپ ؐ نے فرمایا' ہاں- میں مکے والوں کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا- (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإجارة، باب من رعي الغنم علي قراريط.

۶۰۰- فوائد: قراریط' قیراط کی جمع ہے- یہ دینار کا بیسواں اور بعض کے نزدیک ۲۴ واں حصہ ہے- اس میں بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح انبیاء علیہم السلام کے لئے انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کرنا آسان ہوجائے کیونکہ ایک چرواہے کو بکریوں کی حفاظت کے لئے بڑے صبرو ضبط سے کام لینا پڑتا ہے- یہ مشق' پیغمبر کے کام آتی ہے- علاوہ ازیں اس میں حلال پیشے اختیار کرنے کی ترغیب ہے چاہے لوگ اسے کمتر ہی سمجھیں- اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے بھی مختلف پیشے اختیار کئے-

٦٠١ ـ وعنه عَنْ رسولِ الله ﷺ أنه قال: «مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ، كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَزْعَةً، طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ أَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّه، أَوْ رَجُلٌ فِي غُنَيمَةٍ فِي رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ، أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الأَوْدِيَةِ، يُقِيمُ الصَّلاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إلَّا فِي خَيْرٍ» رواه مسلم.

۵/ ۶۰۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو- اس کی پیٹھ پر سوار ہوکر اڑتا ہے- (تیزی سے ادھر ادھر آتا جاتا ہے) جب بھی کوئی دھماکہ یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو اڑ کر (یعنی تیزی سے) وہاں پہنچتا ہے- قتل ہوجانے یا موت کے متوقع مقامات کو تلاش کرتا ہے یا وہ شخص (بہتر زندگی کا حامل ہے) جو تھوڑی سی بکریوں کے ساتھ پہاڑ کی کسی چوٹی پر یا ان وادیوں (گھاٹیوں) میں سے کسی وادی (گھاٹی) میں اقامت گزیں ہو' وہاں نماز قائم کرتا' زکوٰۃ ادا کرتا اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے حتیٰ کہ اسے موت آجاتی ہے- وہ لوگوں میں بہتر حالت میں ہی ہے- (مسلم)

«يَطِيرُ» أَيْ: يُسْرِعُ. وَ«مَتْنُهُ»: ظَهْرُهُ. وَ«الهَيْعَةُ»: الصَّوْتُ لِلحَرْبِ وَ«الفَزْعَةُ»: نَحْوُهُ. وَ«مَظَانُّ الشَّيْءِ»: المَوَاضِعُ الَّتِي يُظَنُّ وُجُودُهُ فِيهَا. وَ«الغُنَيمَةُ»- بضم

یطیر کے معنی ہیں جلدی کرتا ہے- متنہ' اس کی پشت- ھیعۃ' لڑائی کی آواز (دھماکہ' فائرنگ وغیرہ) فزعۃ کا مفہوم بھی اس جیسا ہی ہے- مظان الشئی کا مطلب ہے ایسی جگہیں جن میں اس کے وجود کا

الغيـن ـتصغيـر الغنـم. وَ«الشَّعَفَةُ» بفتـح الشِّين والعين: هي أعْلَى الجَبَلِ.

گمان اور امکان ہو۔ الغینمۃ ' غین پر پیش' غنم (بکری) کی تصغیر۔ تھوڑی سی بکریاں۔ الشعفۃ ' شین عین اور فاء پر زبر' پہاڑ کا بالائی حصہ (چوٹی)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط.

۶۰۱۔ فوائد: اس میں دو قسم کے افراد کو سب سے بہتر بتلایا گیا ہے۔ ایک وہ جو جہاد کی تیاری میں مصروف اور اس کے لئے ہمہ وقت آمادہ و مستعد رہتا ہے۔ دوسرا' وہ جو اپنے دین کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کے لئے شہری آبادیوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جابستا ہے اور تھوڑی سی بکریوں کے ذریعے سے اپنا گزارہ کرتا ہے۔

۷۰۔ بَابُ فَضْلِ الاخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ وَحُضُورِ جُمَعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ، وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيضِهِمْ، وَحُضُورِ جَنَائِزِهِمْ، وَمُوَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَإِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَصَالِحِهِمْ لِمَنْ قَدَرَ عَلَى الأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَقَمَعَ نَفْسَهُ عَنِ الإِيذَاءِ، وَصَبَرَ عَلَى الأَذَى

۷۰۔ لوگوں سے میل جول رکھنے کی فضیلت کا بیان

مثلاً جمعہ' جماعتوں' نیکی کے مقامات اور مجالس ذکر میں لوگوں کے ساتھ حاضرہونا' بیمار کی عیادت' جنازوں میں حاضری' ضرورت مند کی خبر گیری اور جاہل کی رہنمائی اور اسی طرح کے دیگر مصالح کے لئے لوگوں سے ربط و تعلق' بشرطیکہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر قادرہو اور لوگوں کو ایذا دہی سے اپنے نفس کو باز رکھے اور دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء پر صبر کرے۔

اعْلَـم أَن الاخْتِـلاط بـالنَّاسِ على الوَجْهِ الَّذي ذَكَرْتُهُ هُو المختار الذي كان عليـه رسـولُ اللهِ ﷺ وسـائـرُ الأنبيـاءِ صلـواتُ اللهِ وسـلامُـه عليهـم، وكـذلـك الخُلفـاءُ الـرَّاشـدونَ، ومَـنْ بعـدَهُـم مِـنَ الصَّحابَةِ وَالتَّابِعينَ، وَمَنْ بَعدَهُم مِنْ عُلَماءِ المُسْلِمينَ وَأَخيارِهم، وَهُوَ مَذْهَبُ أَكْثَـرِ التَّـابعينَ وَمَـنْ بَعـدَهُـمْ، وَبِـهِ قَـالَ الشَّافِعِيُّ وأَحْمَدُ، وَأَكْثَرُ الفُقَهَاءِ رضي الله عنهم أجمعينَ، قال الله تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا

امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ بات اچھی طرح جان لو کہ لوگوں سے میل جول کا وہ طریقہ جس کا ذکر میں نے کیا ہے' یہی پسندیدہ طریقہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور اسی طرح خلفائے راشدین اور ان کے بعد صحابہ و تابعین اور ان کے بعد علمائے مسلمین اور دیگر نیک لوگ کاربند رہے اور یہی اکثر تابعین اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کا مذہب ہے۔ اسی کے امام شافعی' امام احمد اور اکثر فقہا رحمہم اللہ اجمعین قائل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون

عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ﴾ [المائدة: ٢] والآيات في معنى ما ذكرتُه كثيرة معلومة.

کرو" (سورہ مائدہ ۲) اور میں نے جو ذکر کیا ہے' اس مفہوم کی آیات کثرت سے ہیں۔

فوائد باب: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس جامعیت سے باب باندھا ہے' واقعہ یہ ہے کہ اس میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ آگیا ہے کیونکہ دین اسلام دین رہبانیت تو نہیں ہے کہ دنیا سے بھاگ کر جنگلوں اور صحراؤں میں انسان نکل جائے بلکہ انسان کا اصل کمال یہ ہے کہ انسانوں کی آبادی میں رہ کر اللہ کے اور اس کے بندوں کے دونوں کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کرے اور حق و باطل کی کشمکش اور معرکہ آرائی میں حق کو سربلند کرنے اور باطل کی سرکوبی کے لئے جدوجہد کرے اور اس راہ کی صبر آزما مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم افضل من المومن الذی لایخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم (صحیح الجامع الصغیر۔ رقم ٦٦٥١) "وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا اور ان سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے' وہ اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے اور نہ ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے"۔

٧١۔ بَابُ التَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لِلْمُؤْمِنِينَ

۷۱۔ تواضع اور مومنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مومن تیرے پیروکار ہیں' ان سے نرمی کے ساتھ پیش آ۔

وقال تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَن يَرۡتَدَّ مِنكُمۡ عَن دِينِهِۦ فَسَوۡفَ يَأۡتِي ٱللَّهُ بِقَوۡمٖ يُحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾ [المائدة: ٥٤]

اور فرمایا اللہ نے: اے ایمان والو' جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو عنقریب اللہ ایسے لوگ پیدا فرمادے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے' مومنوں کے لئے وہ نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔

وقال تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡ﴾ [الحجرات: ١٣]

نیز فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا (یعنی تم سب کی اصل ایک ہے) (اور تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو' بے شک اللہ کے ہاں تم سب میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

وقال تعالى: ﴿فَلَا تُزَكُّوٓاْ أَنفُسَكُمۡۖ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ﴾ [النجم: ٣٢]

نیز فرمایا: تم اپنے آپ کو پاک مت کہو' وہ تم میں سے تقویٰ والوں کو خوب جانتا ہے۔

وقال تعالى: ﴿وَنَادَىٰٓ أَصۡحَٰبُ ٱلۡأَعۡرَافِ رِجَالٗا يَعۡرِفُونَهُم بِسِيمَىٰهُمۡ قَالُواْ مَآ أَغۡنَىٰ عَنكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُونَ ﴿٤٨﴾ أَهَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ ٱللَّهُ بِرَحۡمَةٍۚ ٱدۡخُلُواْ ٱلۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَلَآ أَنتُمۡ تَحۡزَنُونَ﴾ [الأعراف: ٤٨ ـ ٤٩].

اور فرمایا اللہ نے: اعراف والے کچھ لوگوں کو پکاریں گے جن کو وہ ان کی علامت سے پہچانتے ہوں گے' کہیں گے۔ تم کو تمہارا جتھا اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا کچھ کام نہ آیا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کی بابت تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت حاصل نہیں ہوگی؟ (ان کو حکم ہوگا) جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے۔

فائدۂ آیات: پہلی دو آیات میں اہل ایمان کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آنے کا حکم ہے۔ تیسری آیت میں کہا گیا ہے کہ تم سب کی اصل ایک ہی ہے اور ایک ہی ماں باپ سے تم سب کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس لئے نسب اور قبیلے کی بنیاد پر کوئی کسی سے برتر نہیں ہے۔ قبیلے اور برادریاں تو محض شناخت اور تعارف کے لئے ہیں۔ ایک دوسرے پر فخر و غرور کے اظہار اور تفوق و برتری جتلانے کے لئے نہیں۔ کیونکہ عنداللہ نسب و خاندان کی کوئی حیثیت نہیں وہاں تو قرب و منزلت کے لئے ایمان و تقویٰ ضروری ہے جو اس میں جتنا کامل ہوگا' اتنا ہی اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہوگا اور جو اس سے محروم ہوگا اسے عالی نسبی یا خاندانی برتری معزز و مکرم نہیں بنا سکے گی۔

من بطأبه عمله لم يسرع به نسبه

آخری آیت میں اعراف کا ذکر ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار یا مخصوص جگہ ہے جہاں ایسے لوگ عارضی طور پر کھڑے ہونگے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں گی۔ یہ لوگ اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔ وہاں یہ ان رؤسائے کفار کو بھی دیکھیں گے جنہیں دنیا میں اپنے جتھے اور استکبار پر گھمنڈ تھا اور مسلمانوں کی غربت و ناداری کا استہزاء اڑاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ کی رحمت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ ان کے چہروں پر جو سیاہی اور پریشانی ہوگی' اصحاب الاعراف اس سے انہیں پہچان لیں گے اور ضعفاء اہل ایمان کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا اور وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ اس سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ دنیا کی جتھہ بندی اور سرداری اور چودھراہٹ اللہ کے ہاں کام نہیں آئے گی' وہاں صرف ایمان ہی کام آئے گا چاہے صاحب ایمان کا دامن دنیا کی دولت و حشمت سے خالی اور خاندانی برتری سے بھی وہ محروم ہو۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٦٠٢ ـ وعن عِيَاضِ بنِ حِمَارٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ أَوحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ» رواه مسلم.

۱/ ۶۰۲ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع (عاجزی) اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها

في الدنيا. . .

۶۰۲۔ فوائد: تواضع کا مطلب ہے' ایک دوسرے کے ساتھ عاجزی' نرمی اور محبت سے پیش آنا۔ حسب نسب یا مال و دولت کی بنیاد پر کسی کو حقیر نہ سمجھنا اور نہ کسی پر زیادتی کرنا کیونکہ کسی کو اللہ نے اگر عالی مرتبت بنایا ہے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے نہ کہ اس کی وجہ سے اللہ کی مخلوق کی بے توقیری یا ان پر ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے۔

٦٠٣ ـ وَعَنْ أبي هُرَيرة رضي الله عنه، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِن مالٍ، وما زادَ اللهُ عَبْداً بعَفْوٍ إلَّا عِزًّا، وما تَوَاضَعَ أَحَدٌ للهِ إلَّا رَفَعَهُ اللهُ» رواه مسلم.

۲/ ۶۰۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' صدقہ کسی مال کو گھٹاتا نہیں ہے اور عفو و درگزر سے اللہ تعالیٰ عزت میں ہی اضافہ فرماتا ہے اور جو صرف اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب استحباب العفو والتواضع.

۶۰۳۔ فوائد: صدقے سے ظاہری طور پر تو مال کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ (بعض دفعہ بعد میں اسے اس کا بدلہ عطا فرماکر) اس میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ بصورت دیگر آخرت میں تو اس کا بہترین صلہ اسے یقیناً ملے گا جس سے اس کی کمی کی بخوبی تلافی ہوجائے گی یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ بقیہ مال میں اللہ تعالیٰ ایسی برکت ڈال دیتا ہے جس سے اس کے مال کی ظاہری کمی کا ازالہ ہوجاتا ہے (۲) نرمی اور عاجزی اختیار کرنے سے انسان بعض دفعہ یہ سمجھتا ہے کہ اس میں اس کی ذلت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا نتیجہ بالآخر عزت وسرفرازی میں اضافہ ہی ہے اور آخرت میں تو یقیناً اس کا حسن انجام واضح ہے کہ اسے بلند درجات سے نوازا جائے گا۔

٦٠٤ ـ وعن أنس رضي الله عنه أنَّهُ مَرَّ عَلى صِبيانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وقال: كان النَّبيُّ ﷺ يَفعَلُهُ. متفقٌ عليه.

۳/ ۶۰۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا تو انہوں نے ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ نبی ﷺ اس طرح کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم علي الصبيان ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب السلام على الصبيان.

۶۰۴۔ فوائد: چھوٹے بچوں کو سلام کرنا' تواضع کا اعلیٰ مظاہرہ ہے اور اسی طریقے سے اپنے گھر میں آکر اپنے بیوی بچوں کو سلام کرنا بھی تواضع اور اسلام کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں اپنے ماتحتوں' نوکروں' چاکروں اور غلاموں کو سلام کرنا بھی ضروری ہے جو ایسا نہیں کرتے وہ تواضع کی بجائے فخر و غرور کا اظہار اور اتباع سنت سے گریز کرتے ہیں جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہے۔

٦٠٥ ـ وعنه قال: إنْ كانَتِ الأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ المَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ النبيِّ ﷺ، فَتنطَلِقُ بِهِ

۴/ ۶۰۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ مدینے کی باندیوں میں سے ایک باندی نبی کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑ

حَيْثُ شَاءَتْ. رواه البخاري.

لیتی اور (اپنی ضرورت کے مطابق) جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الكبر.

۶۰۵۔ فوائد: اس میں ایک تو نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق اور بے مثال تواضع کا بیان ہے اور دوسرے لوگوں کی حاجتیں پورا کرنے کے جذبے کا اثبات ہے۔ اس میں تمام مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

٦٠٦ ـ وعن الأَسْوَدِ بنِ يَزِيدَ قال: سُئِلَتْ عَائِشَةُ رضيَ الله عنها: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصنَعُ في بَيْتِهِ؟ قالت: كان يَكُون في مِهْنَةِ أَهْلِهِ ـ يَعني: خِدمَةَ أهلِه ـ فإذا حَضَرَتِ الصَّلاةُ، خَرَجَ إلى الصَّلاةِ. رواه البخاري.

۵ / ۶۰۶ حضرت اسود بن یزیدؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کام کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا آپؐ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے پس جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے' (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من كان في حاجة أهله...، وكتاب النفقات، وكتاب الأدب ومسند أحمد ٦/ ٤٩، ١٢٦، ٢٠٦.

۶۰۶۔ فوائد: اس میں بھی نبی ﷺ کے کمال تواضع کا بیان ہے۔ بہت سے مرد گھریلو امور میں عورت کا ہاتھ بٹانے کو اپنی توہین اور بے عزتی سمجھتے ہیں۔ یہ اسوہ نبویؐ کے خلاف ہے۔ گھر میں عورت کے ساتھ تعاون کرنا بھی نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے جس میں انسان کو سبکی محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طرح گھریلو معاملات میں اتنی زیادہ مصروفیت بھی صحیح نہیں کہ نماز کا بھی ہوش نہ رہے۔ بلکہ نماز کا وقت ہوتے ہی ساری مصروفیات ترک کرکے نماز کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔

٦٠٧ ـ وعن أبي رِفَاعَةَ تَمِيمِ بن أُسَيدٍ رضي الله عنه قال: انْتَهَيْتُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ وهو يَخْطُبُ، فقلتُ: يا رسولَ اللهِ! رَجُلٌ غَرِيبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ لا يَدْرِي مَا دِينُهُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إليَّ، فَأُتِيَ بِكُرسِيٍّ، فَقَعَدَ عَلَيهِ، وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ، ثم أَتَى خُطْبَتَهُ، فَأَتَمَّ آخِرَهَا. رواه مسلم.

۶ / ۶۰۷ حضرت ابو رفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپؐ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ایک مسافر آدمی اپنے دین کی بابت پوچھنے آیا ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے؟ (یعنی اس کی تعلیمات کا اسے علم نہیں) بس رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا حتیٰ کہ میرے پاس آگئے چنانچہ آپؐ کے لئے ایک کرسی لائی گئی جس پر آپؐ فروکش ہوگئے اور اللہ نے آپؐ کو جو احکام سکھلائے تھے وہ مجھے سکھلانے لگے۔ پھر اپنے خطبے کی طرف آئے اور اس کے آخری حصے کو

مکمل فرمایا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب حديث التعليم في الخطبة.

۶۰۷۔ فوائد: اس میں بھی نبی کریم ﷺ کے کمال تواضع کے علاوہ ایک مسافر کی دلداری و دلجوئی اور ایمان و اسلام کی تعلیم کو اولیت دینے کا اہتمام ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطیب دوران خطبہ' حسب ضرورت' دوسروں سے گفتگو بھی کرسکتا ہے اور منبر سے اتر کر چل پھر اور بیٹھ بھی سکتا ہے۔

٦٠٨ - وعن أنسٍ رضيَ الله عنه أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كان إذا أكَلَ طَعَاماً لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلاثَ. قال: وقال: «إذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيُمِطْ عَنْهَا الأذَى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلا يَدَعْهَا للشَّيْطَانِ» وَأَمَرَ أَنْ تُسْلَتَ القَصْعَةُ. قال: «فإنَّكُمْ لاتَدْرُونَ في أَيِّ طَعَامِكُمُ البَرَكَةُ». رواه مسلم.

۷ / ۶۰۸ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں اور آپؐ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس میں مٹی وغیرہ دور کرکے اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور آپؐ نے حکم دیا کہ پیالے کو چاٹ کر صاف کیا جائے۔ فرمایا' تم نہیں جانتے' تمہارے کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة وأكل اللقمة الساقطة.

۶۰۸۔ فوائد: اس میں بھی تواضع' سادگی اور اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کا بیان ہے۔ گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر نہ کھانا اور برتن کو صاف نہ کرنا' متکبرین اور مترفین کا شیوہ ہے اور اللہ کی نعمت کی ناقدری بھی ہے۔ گرے ہوئے لقمے کو صاف کرکے کھالینا اور برتن کو چاٹ کر صاف کرنا تواضع کے علاوہ نعمت کی قدردانی بھی ہے جس سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو پتہ نہیں کہ برکت کھانے کے کون سے حصے میں ہے؟ جب وہ برتن بھی چاٹ کر صاف کرے گا حتیٰ کہ انگلیاں بھی چاٹ لے گا اور گرے ہوئے لقمے کو بھی اٹھا اور صاف کرکے کھالے گا تو کھانے کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں ہوگا اور جس حصے میں بھی برکت ہوگی' وہ اس کے حصے میں ضرور آجائے گی' اس سے محرومی نہیں ہوگی (۲) اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اللہ کی کسی نعمت کو بھی' چاہے وہ مقدار کے لحاظ سے کتنی بھی تھوڑی ہو' ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے آج کل بدقسمتی سے دعوتوں اور شادی بیاہ کی تقریبات میں نہایت بے دردی سے کھانوں کا ضیاع (نقصان) ہوتا ہے۔ بالخصوص جب کہ ہزاروں' لاکھوں انسان ایسے ہیں جن کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا اور بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں فاقہ زدگی عام ہے۔ هدانا الله تعالى

٦٠٩ - وعن أبي هُرَيرَةَ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيّاً إلَّا رَعَى الغَنَمَ» قَالَ أصحابُه: وَأَنْتَ؟

۸ / ۶۰۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اللہ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے بکریاں ضرور چرائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا'

فقال: «نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لأَهْلِ مَكَّةَ» رواهُ البخاري.

اور آپ ؐ نے بھی (چرائیں)؟ آپ ؐ نے فرمایا' ہاں- میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا- (بخاری)

تخريج: سبق ذكره في باب استحباب العزلة عند فساد الزمان برقم ٦٠٠.

۶۰۹- فوائد: یہ روایت باب استحباب العزلۃ میں بھی گزر چکی ہے- دیکھئے رقم ۴ / ۶۰۰- یہاں اسے باب کی مناسبت سے دوبارہ درج کیا ہے کیونکہ اس میں بھی تواضع کا بیان ہے- محنت کی کمائی سے کھانا متواضعین کی صفت ہے-

٦١٠ ـ وعنهُ عن النبيِّ ﷺ قال: «لَوْ دُعِيتُ إلى كُرَاعٍ أَوْ ذِرَاعٍ لأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ» رواهُ البخاري.

۹ / ۶۱۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اگر مجھے (بکری وغیرہ کے) پائے یا بازو کے (کھانے کی) دعوت دی جائے تو میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بازو یا پائے ہدیے کے طور پر بھیجے گئے تو میں یقیناً قبول کروں گا- (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب القليل من الهبة، وكتاب النكاح.

۶۱۰- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کی تواضع اور سادگی کا بیان ہے اور اس میں ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے- یعنی غریب کی سادہ سی دعوت اور معمولی سا ہدیہ بھی قبول کیا جائے- اسے سادگی' یا قلت کی وجہ سے رد نہ کیا جائے-

٦١١ ـ وعن أنس رضي اللهُ عنه قال: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ العَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، أَوْ لا تَكَادُ تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ، فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذلِكَ عَلَى المُسْلِمِينَ حَتَّى عَرَفَهُ، فَقَالَ: «حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لا يَرْتَفِعَ شَيءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ» رواهُ البخاري.

۱۰ / ۶۱۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عضباء نامی اونٹنی تھی جس سے کوئی اونٹ آگے نہیں بڑھ پاتا تھا- پس ایک دیہاتی اپنے اونٹ پر (سوار ہوکر) آیا اور اس سے آگے نکل گیا' یہ بات مسلمانوں کو نہایت گراں گزری یہاں تک کہ آپ ؐ نے بھی اسے پہچان لیا تو آپ ؐ نے فرمایا' یہ اللہ پر حق ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہو' وہ اسے پست کردے- (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ناقة النبي ﷺ، وكتاب الرقاق.

۶۱۱- فوائد: اس میں اللہ کے ایک اصول کا بیان ہے کہ وہ دنیا میں کسی چیز کو بھی ہمیشہ کے لئے سربلند نہیں رکھتا- بالآخر ہر بلندی کے حصے میں پستی آتی ہے- افراد اور قوموں سے لے کر بے شعور جانوروں تک میں یہ اصول کارفرما ہے اور اس میں اللہ کی بہت سی حکمتیں مضمر ہیں- ایک تو فنا و زوال ہر چیز کا مقدر ہے- دوسرے بلندی و سرفرازی سے کوئی خودسر اور سرکش نہ ہوجائے- اس لئے اسے پست کرکے متنبہ کیا جاتا ہے کہ ایک ذات ایسی بھی ہے جو سب سے بلند ہے (اور وہ ہر بلند کو پست کرنے کی طاقت سے بہرہ ور ہے' (۲) صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کو تو یہ بات ناگوار گزری لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے اس پر برہمی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر اللہ کی قدرت و حکمت کو واضح فرمایا۔

٧٢ - بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَالْإِعْجَابِ

۷۲۔ فخر و غرور اور خود پسندی حرام ہے

قَالَ اللهُ تعالى: ﴿ تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ [القصص: ٨٣] وقال تعالى: ﴿ وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًا ﴾ [الإسراء: ٣٧] وقال تعالى: ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ [لقمان: ١٨].

ومعنى «تُصَعِّرْ خَدَّكَ للنَّاسِ» أَيْ: تميله وَتُعْرِضُ بِهِ عَنِ النَّاسِ تَكَبُّراً عَلَيْهِمْ. وَ«المَرَحِ»: التَّبَخْتُر. وقال تعالى: ﴿ إِنَّ قَٰرُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَءَاتَيْنَٰهُ مِنَ ٱلْكُنُوزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهُۥ لَتَنُوٓأُ بِٱلْعُصْبَةِ أُو۟لِى ٱلْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُۥ قَوْمُهُۥ لَا تَفْرَحْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْفَرِحِينَ ﴾ [القصص: ٧٦] إلى قوله تعالى: ﴿ فَخَسَفْنَا بِهِۦ وَبِدَارِهِ ٱلْأَرْضَ ﴾ الآيات.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آخرت کا گھر ہم انہیں لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور زمین میں اکڑ کر مت چل۔

نیز فرمایا: اور لوگوں کے لئے اپنا منہ مت پھلا اور نہ زمین میں اترا کر چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔

تصعر خدک للناس کے معنی ہیں' تو اپنا چہرہ لوگوں سے ازراہ تکبر پھیر لے (ایسا مت کر) اور مرح کے معنی ہیں اترانا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا' پس اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت بمشکل اٹھاتی تھی۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا "اترا مت' یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک -- پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

فائدہ آیات: ان آیات میں انسان کو فخر و غرور سے' زمین پر اکڑ کر چلنے اور درشت روئی اور تند خوئی سے منع کیا گیا ہے اور قارون کے انجام کو بیان کرکے واضح فرما دیا کہ مذکورہ امور کا ارتکاب بہت خطرناک ہے اور اس کا انجام نہایت برا ہے۔

٦١٢ - وعن عبدِ اللهِ بنِ مسعودٍ رضيَ اللهُ عنه عنِ النبيِّ ﷺ قال: «لا يَدْخُلُ الجَنَّةَ مَنْ كَانَ في قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» فقالَ رَجُلٌ: إنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَناً، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً؟ قال:

۱/ ۶۱۲ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی کبر ہوگا' ایک آدمی نے سوال کیا۔ آدمی کو یہ پسند ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں؟ آپ

«إنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الجَمَالَ؛ الكِبْرُ بَطَرُ الحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ» رواه مسلم. بَطَرُ الحَقِّ: دَفْعُهُ وَرَدُّهُ عَلى قَائِلِهِ، وَغَمْطُ النَّاسِ: احْتِقَارُهُمْ.

نے جواب ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ جمیل (صاحب جمال) ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ کبر کا مطلب، حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ (مسلم) بطر الحق، حق کو ٹھکرا دینا اور اس کے قائل پر اس کو لوٹا دینا۔ اور غمط الناس، لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبروبيانه.

۶۱۲- **فوائد**: ذرہ، چھوٹی سی چیونٹی کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک سورج کی شعاعوں میں چمکنے والے ذرے ہیں جو صرف روزن دیوار سے نظر آتے ہیں۔ اس کے ایک ذرے کا اندازہ کر لیجئے کہ اس کی کیا مقدار ہے؟ کبر کی اتنی مقدار بھی اللہ کو پسند نہیں۔ اگر اس کبر کی بنا پر وہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لانے سے انکار کرے گا، تب تو اس کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر اس کا کبر ایسا ہے کہ وہ مال و دولت، یا حسن و جمال، یا جاہ و منصب یا علم و فضل یا حسب و نسب کی وجہ سے اپنے کو برتر اور دوسروں کو حقیر سمجھتا یا حق بات ماننے میں ہٹ دھرمی کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ کبر بھی اللہ کو ناپسند ہے اور یہ ابتداء" جنت میں نہیں جائے گا بلکہ سزا بھگتنے کے بعد ہی جنت میں جانے کا مستحق ہوگا (۲) کبر و غرور کے بغیر اچھا لباس وغیرہ پہننا جائز ہے۔

٦١٣ - وعن سلمة بن الأكوع رضي اللهُ عنه أنَّ رَجُلاً أَكَلَ عِنْدَ رسولِ اللهِ ﷺ بِشِمَالِهِ، فقالَ: «كُلْ بِيَمِينِكَ». قالَ: لَا أَسْتَطِيعُ! قالَ: «لا اسْتَطَعْتَ» مَا مَنَعَهُ إلَّا الكِبْرُ، قال: فما رَفَعَها إلى فِيهِ. رواهُ مسلم.

۲ / ۶۱۳ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپؐ نے فرمایا، اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا، اس کی میرے اندر طاقت نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا، تو نہ ہی طاقت رکھے۔ اس کو صرف کبر نے آپؐ کی بات ماننے سے روکا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ (اس کے بعد) وہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الأطعمة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۶۱۳- **فوائد**: یہ حدیث باب المحافظة علی السنت۔ رقم ۴ / ۱۵۹ میں گزر چکی ہے۔ یہاں کبر کی شناعت و قباحت اور متکبرین کے انجام بد کو بیان کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے جو اس حدیث سے واضح ہے۔

٦١٤ - وعن حارثة بن وَهب رضيَ اللهُ عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «ألَا أُخبِرُكُمْ بِأهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ» متفقٌ عليه. وتقدَّمَ شرحُه في بابِ ضَعَفَةِ المسلمين.

۳ / ۶۱۴ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے، کیا میں تمہیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش، بخیل اور متکبر جہنمی ہے۔ (بخاری و مسلم، اس کی شرح باب ضعفۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔ (دیکھئے

رقم ۱/ ۲۵۲)

تخریج: سبق ذکره في باب فضل ضعفة المسلمین برقم۲۵۲.

۶۱۴- فوائد: یعنی سرکشی (اللہ کے احکام سے سرتابی) بخل (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز) اور تکبر یہ ایسی مذموم صفات ہیں کہ ایسی صفات کے حامل لوگوں کا ٹھکانا' جنت نہیں' دوزخ ہوگا۔ اعاذنا اللہ منہ

۶۱۵ - وعن أبي سعيدٍ الخُدريِّ رضـيَ اللهُ عنـه عـنِ النبـيِّ ﷺ قـال: «احتَجَّتِ الجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِيَّ الجَبَّارُونَ وَالمُتَكَبِّرُونَ، وَقَالَتِ الجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِينُهُمْ. فَقَضَى اللهُ بَيْنَهُمَا: إنَّكِ الجَنَّةُ رَحْمَتِي، أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَإنَّكِ النَّارُ عَذَابِي، أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَـاءُ، وَلِكِلَيْكُمَـا عَلَـيَّ مِلْـؤُهَـا» رواهُ مسلم.

۴/ ۶۱۵ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جنت اور دوزخ نے باہم جھگڑا کیا' دوزخ نے کہا' میرے اندر بڑے بڑے سرکش اور متکبر لوگ ہوں گے اور جنت نے کہا' میرے اندر کمزور اور مسکین قسم کے لوگ ہوں گے' تو اللہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت' تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعے سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور اے دوزخ' تو میرا عذاب ہے' میں تیرے ذریعے سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا۔ اور تم دونوں کے بھرنے کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب النار یدخلها الجبّارون، والجنة یدخلها الضعفاء.

۶۱۵- فوائد: یہ روایت باب فضل ضعفۃ المسلمین' رقم ۲۵۴' میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کے بیان کرنے سے مقصد سرکشی اور تکبر کے انجام بد کی وضاحت ہے کہ متکبرین کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جنت کو اپنی رحمت کہنے کا مطلب مظہر رحمت اور جہنم کو اپنا عذاب کہنے سے مقصد مظہر عذاب ہے۔ اس میں اللہ کی مشیت کا جو ذکر ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ یوں ہی جسے چاہے گا' جنت میں اور جسے چاہے گا' جہنم میں بھیج دے گا بلکہ اس کی یہ مشیت اس کے مقررہ اصول کے مطابق ہی ہوگی۔ جنت میں جانے والوں کو وہ اعمال صالحہ کی توفیق سے نوازتا ہے جن سے ان کے لئے جنت کا راستہ آسان ہوجاتا ہے اور جو جہنم میں جانے والے ہوتے ہیں' وہ معصیت کی دلدل سے ہی نہیں نکل پاتے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہنم ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

۶۱۶ - وعن أبي هُريرةَ رضي اللهُ عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ إلى مَنْ جَرَّ إزارَهُ بَطَراً» متفقٌ عليه.

۵/ ۶۱۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے پاجامے' شلوار اور تہ بند وغیرہ کو فخر و غرور سے ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب اللباس، باب من جرّ إزاره من غیر خیلاء - وصحیح

مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جرّ الثوب خيلاء.

۶۱۶- **فوائد:** اس میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی نفی سے مراد' رحمت سے دیکھنے کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ متکبرین کو نظر رحمت سے نہیں بلکہ عتاب و غضب سے دیکھے گا۔ ازار' اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے آدھے حصے کو ڈھانپنے کے لئے انسان پہنتا ہے' وہ پاجامہ ہو' شلوار ہو' پتلون یا تہ بند ہو' عربی زبان میں اسے ازار کہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ یہ ازار مردوں کے ٹخنوں سے اوپر رہنی چاہیے۔ اس کا ٹخنوں سے نیچے ہونا تکبر کی علامت اور یہ متکبرین کا شیوہ ہے۔ جس کا انجام اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اعاذنا الله منه

٦١٧ ـ وعنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَلا يُزَكِّيهِمْ، وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ» رواهُ مسلم.

«العَائِلُ»: الفَقِير.

۶ / ۶۱۷ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن نہ کلام فرمائے گا' نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف (رحمت سے) دیکھے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی جھوٹا بادشاہ اور تکبر کرنے والا فقیر۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية . . .

۶۱۷- **فوائد:** اس میں بھی کلام نہ کرنے کا مطلب' خوشی اور رضامندی سے کلام نہ کرنا ہے بلکہ اللہ غصے اور ناراضی سے کلام فرمائے گا۔ بدکاری' ہر ایک کے لئے حرام ہے' وہ جوان ہو یا بوڑھا۔ لیکن ایک بوڑھے سے اس کا ارتکاب ہو تو زیادہ برا ہے کیونکہ بڑھاپے میں زنا کے صدور کا مطلب ہے کہ اس کا مزاج بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے اور اللہ کے خوف سے اس کا دل بالکل خالی ہے۔ جھوٹ' ہر ایک کے لئے حرام ہے۔ لیکن ایک بادشاہ سے اس کا ارتکاب زیادہ قبیح ہے اس لئے کہ وہ تو ہر طرح کے اختیار اور وسائل سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اسے جھوٹ بولنے کی ضرورت لاحق ہی نہیں ہوسکتی۔ اس کے باوجود وہ جھوٹ بولتا ہے تو یہ بات بھی اس کے فساد مزاج اور خوف الٰہی کے فقدان کی دلیل ہے۔ اسی طرح فخر و غرور کا اظہار کسی کے لئے بھی جائز نہیں لیکن ایک فقیر اور نادار جو کبر اور برتری کے اسباب سے ہی محروم ہے' وہ کبر کا اظہار کرے تو اس کا مطلب احکام الٰہی کا استخفاف اور خشیت الٰہی سے بے نیازی ہے۔ اس لئے اس کا اظہار کبر' ایک مالدار کے اظہار کبر سے زیادہ شنیع اور قبیح ہے۔

٦١٨ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «قَالَ الله عَزَّ وَجَلَّ: العِزُّ إِزَارِي، وَالكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ». رواه مسلم.

۷ / ۶۱۸ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ عزت میرا پہناوا ہے اور بڑائی میری چادر ہے پس جو بھی ان میں سے کوئی ایک چیز بھی مجھ سے کھینچے گا میں اسے عذاب دوں گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الكبر - وسنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب البراءة من الكبر والتواضع، بلفظ «الكبريا ردائي والعظمة إزاري».

۶۱۸- فوائد: کھینچنے یا منازعت کرنے کا مطلب ہے جو ان صفات سے متصف ہونے کی کوشش یا دعویٰ کرے۔ کیونکہ قوت و غلبہ (عزت) اور عظمت و کبریائی صرف میری صفات ہیں۔ جس کو جتنی قوت یا عظمت حاصل ہے وہ میری ہی عطا کردہ ہے' وہ اس پر بطور شکر الٰہی میرا اطاعت گزار رہے' نہ کہ اپنی عظمت و کبریائی کا ڈنکا بجانا شروع کردے جو ایسا کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس میں انسانوں کے لئے سخت تنبیہہ ہے کہ وہ اپنی قوت پر نازاں نہ ہوں اور لوگوں کے سامنے متکبرانہ انداز اختیار نہ کریں۔

٦١٩ - وعَنْه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي في حُلَّةٍ تُعْجِبُه نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ، يَخْتَالُ في مِشْيَتِهِ، إذْ خَسَفَ اللهُ بِهِ، فَهو يَتَجَلْجَلُ في الأرْضِ إلى يَوْمِ القِيَامَةِ» متفقٌ عليه. «مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ»، أي: مُمَشِّطُهُ، «يَتَجَلْجَلُ» بالجيمين، أي: يَغُوصُ وَيَنْزِلُ.

۸ / ۶۱۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت ایک آدمی ایک جوڑے میں ملبوس چلا جارہا تھا اس کے نفس نے اسے خودپسندی (عجب) میں مبتلا کردیا ہوا تھا' بالوں میں کنگھی کئے اور اپنی چال میں اتراتا تھا کہ اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا' پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

مرجل رأسه کے معنی ہیں کنگھی سے بالوں کو آراستہ کرنے والا تھا۔ یتجلجل' دو جیموں کے ساتھ یعنی زمین میں گھستا اور اترتا چلا جائے گا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب من جرّ ثوبه من الخيلاء - وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم التبختر في المشي مع إعجابه بثيابه.

۶۱۹- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ خوش پوشاکی اور حسن و جمال سے آراستہ ہوکر انسان اعجاب نفس (خود پسندی) اور تکبر میں مبتلا نہ ہو بلکہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر کرے نہ کہ اپنی حیثیت کو فراموش کرکے متکبرانہ طور طریقے اختیار کرے۔

٦٢٠ - وعن سَلَمَةَ بنِ الأكْوَعِ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ حَتَّى يُكْتَبَ في الجَبَّارِينَ، فَيُصِيبهُ مَا أَصَابَهُمْ» رواهُ الترمذي وقالَ: حديثٌ حسنٌ. «يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ» أي: يَرْتَفِعُ وَيَتَكَبَّرُ.

۹ / ۶۲۰ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی تکبر کا اظہار کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اسے سرکش لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر اسے وہی سزا ہوگی جو سرکش لوگوں کی ہوتی ہے۔ (ترمذی' حسن)

یذھب بنفسہ کے معنی ہیں وہ برتری اور تکبر کا اظہار کرتا ہے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في الكبر.

۶۲۰- **فوائد**: جس طرح نیک لوگوں کے عادات و خصائل اختیار کرنا پسندیدہ ہے- اسی طرح برے لوگوں کے برے طور طریقے اختیار کرنا سخت ناپسندیدہ ہے- انسان جس قسم کے لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار بالآخر ان میں ہی ہوگا کیونکہ بتدریج وہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا اور اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے- پھر اسے جزاء بھی اسی کے مطابق ملے گی-

٧٣ ـ بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ

۷۳- حسن اخلاق کا بیان

قالَ الله تعالى: ﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ ﴾ [القلم: ٤] وقال تعالى: ﴿ وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ﴾ الآية [آل عمران: ١٣٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! بیشک تو بلند اخلاق کا مالک ہے-

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: (جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو) غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے-

فائدۂ آیات: مذکورہ آیات میں نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان و تقویٰ کی اخلاقی خوبیوں کا تذکرہ فرما کر حسن اخلاق کی ترغیب دی گئی ہے-

٦٢١ ـ وعن أنسٍ رضيَ الله عنه قال: كانَ رسُولُ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقاً. متفقٌ عليه.

۱/ ۶۲۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے حامل تھے- (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الكنية للصبي... ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كان رسول الله أحسن الناس خلقا.

٦٢٢ ـ وعنه قال: مَا مَسِسْتُ دِيباجاً وَلَا حَرِيراً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا شَمَمْتُ رائحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رَائحَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي قَطُّ: أُفٍّ، وَلَا قالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَفْعَلْهُ: أَلَا فَعَلْتَ كَذَا؟. متفقٌ عليه.

۲/ ۶۲۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کوئی ریشم نہیں چھوا اور رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ کوئی خوشبو کبھی نہیں سونگھی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی' آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور جو کام میں نے کیا اس کی بابت یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا' اس کی بابت یہ نہیں کہا کہ اس طرح کام کیوں نہ کیا؟ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ ـ وصحيح مسلم، كتاب

الفضائل، باب كان رسول الله ﷺ أحسن الناس خلقا.

۶۲۲۔ فوائد: دس سالہ خدمت کے دوران خادم کو اس کے کسی کام پر نہ ٹوکنا اور نہ جھڑکنا۔ یہ حسن اخلاق کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے' جس کی کوئی دوسری نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ کاش امت بھی اپنے پیغمبر کے ان مکارم اخلاق کو اختیار کرے۔

٦٢٣ - وعن الصَّعبِ بنِ جَثَّامَةَ رضيَ اللهُ عنه قال: أَهْدَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِمَاراً وَحْشِياً، فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فلمَّا رأى ما في وَجْهِي قالَ: «إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلاَّ لِأَنَّا حُرُمٌ» متفق عليه.

۳ / ۶۲۳ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگلی گدھا ہدیے کے طور پر بھیجا۔ آپؐ نے اسے مجھے واپس لوٹا دیا۔ پس جب آپؐ نے میرے چہرے پر (کبیدگی کے اثرات) دیکھے تو فرمایا' ہم نے تیرا یہ ہدیہ اس لئے تجھے واپس کیا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الحج، باب إذا أهدي للمحرم حمارا وحشيا حيّا لم يقبل، وكتاب الهبة، باب هدية الصيد ـ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم.

۶۲۳۔ فوائد: احرام کی حالت میں جس طرح محرم کے لئے شکار کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اس کے ایماء و ہدایت پر شکار کئے گئے جانور کا گوشت کھانا بھی اس کے لئے جائز نہیں ہے۔اسی لئے آپؐ نے حمار وحشی کا ہدیہ واپس فرما دیا۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ہدیہ قبول کرنے میں کوئی عذر شرعی مانع ہو تو اس کی وضاحت کردینی چاہیے تاکہ ہدیہ بھیجنے والے کو رنج نہ ہو۔

خیال رہے کہ بعض احادیث میں دوسروں کا کیا ہوا شکار کھانے کی اجازت منقول ہے۔ جب کہ اس حدیث میں اس کے برعکس اس کی ممانعت ہے۔ جمہور علماء نے اس کے مابین یہی تطبیق بیان فرمائی ہے کہ پہلی قسم کی احادیث اس صورت پر محمول ہوں گی کہ غیر محرم شخص نے خود اپنے لئے شکار کیا ہو اور پھر اس میں سے کچھ ہدیہ محرم کو دے دے' یہ ہدیہ محرم کے لئے جائز ہے اور دوسری قسم کی احادیث محمول ہوں گی اس صورت پر کہ غیر محرم نے وہ شکار محرم ہی کے لئے یا اس کے ایماء پر کیا ہو۔ اس کا کھانا محرم کے لئے جائز نہیں (فتح الباری' کتاب و باب مذکور) اسی طرح شکار شدہ جانور' جب کہ وہ زندہ ہو' محرم کو بھیج دینا تاکہ وہ خود اسے ذبح کرلے۔ یہ بھی جائز نہیں۔ اس حدیث میں مذکور یہی صورت ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہی باب باندھا ہے کہ جب محرم کو زندہ حمار وحشی ہدیۃً بھیجا جائے تو وہ اسے قبول نہ کرے۔

٦٢٤ - وعن النَّوَّاسِ بنِ سمعانَ رضيَ اللهُ عنه قال: سألتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عن البِرِّ والإِثْمِ فقالَ: «البِرُّ حُسْنُ الخُلُقِ،

۴ / ۶۲۴ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے کام کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے جواب میں ارشاد

والإِثْمُ: مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ، وكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ» رواهُ مسلم.

فرمایا کہ نیکی تو اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تجھے یہ ناگوار ہو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تفسير البر والإثم.

۶۲۴- فوائد: اس میں ایک اہم اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ حسن اخلاق' نیکی اور خیر ہے اس لئے کہ بااخلاق آدمی محاسن اور افعال خیر ہی اختیار کرتا اور رذائل (بدخصلتوں) سے اجتناب کرتا ہے۔ اور گناہ کی بابت بھی نہایت عام فہم اصول بیان فرما دیا۔ اس لئے کہ ہر برے کام پر انسان کا ضمیر اسے ملامت کرتا اور ملامت گروں کی ملامت سے بھی وہ خوف محسوس کرتا ہے لیکن یہ صرف اس وقت تک ہی ہے جب تک انسان کی فطرت مسخ اور دل مردہ نہ ہوا ہو کیونکہ جب فطرت ہی مسخ اور دل مردہ ہو جائے تو پھر بڑے سے بڑے گناہ پر بھی دل میں کوئی کھٹک پیدا ہوتی ہے نہ لوگوں کا کوئی خوف ہی اسے محسوس ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے انسان کی قوت شامہ (سونگھنے کی صلاحیت) صحیح ہو تو وہ تعفن اور بدبو کو محسوس کر اور سونگھ لیتا ہے لیکن ہر وقت گھورے (غلاظت کے ڈھیر) پر رہنے والے کی قوت شامہ اس طرح ختم ہو جاتی ہے کہ گندگی کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے بھی اسے بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

٦٢٥ ـ وعن عبدِ الله بنِ عمرِو بنِ العاص رضي الله عنهما قال: لم يكن رسولُ اللهِ ﷺ فَاحِشاً ولا مُتَفَحِّشاً. وكان يَقُولُ: «إنَّ مِن خِيارِكُم أَحْسَنَكُم أَخْلاقاً» متفقٌ عليه.

۵ / ۶۲۵ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام طور پر اور نہ ہی تکلف سے بدزبانی کرنے والے تھے اور آپ ؐ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جو تم میں اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ وكتاب الأدب ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كثرة حيائه ﷺ.

۶۲۵- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق اور کمال شرافت کے ساتھ ساتھ اس امر کا بیان ہے کہ جو زیادہ بلند اخلاق ہو گا وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہو گا۔

٦٢٦ ـ وعن أبي الدرداءِ رضي الله عنه: أنَّ النبيَّ ﷺ قال: «مَا من شَيءٍ أَثْقَلُ في ميزَانِ المُؤْمِنِ يَومَ القِيَامَةِ من حُسْنِ الخُلُقِ، وإنَّ الله يُبغِضُ الفَاحِشَ البَذِيَّ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح. «البَذِيُّ»: هو الَّذي يَتَكَلَّم بالفُحشِ، ورَدِيءِ الكلامِ.

۶ / ۶۲۶ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' قیامت والے دن مومن بندے کی میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہیں ہو گی اور یقیناً اللہ تعالیٰ بدزبان اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

البذی' وہ شخص جو بے حیاء اور بے ہودہ باتیں کرتا ہے۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في حسن الخلق.

۶۲۶- فوائد: حسن اخلاق قیامت والے دن سب سے زیادہ نفع بخش ہوگا کیونکہ یہ دیگر سب عملوں سے زیادہ بھاری ہوگا لیکن صرف اسی شخص کے لئے جو مومن ہوگا غیر مومنوں کے لئے تو وزن اعمال ہی نہیں ہوگا۔ فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (اَلْكَهْف ۱۰۵) O "ہم کافروں کے لئے ترازو ہی قائم نہیں کریں گے O"۔ اسی طرح برے اخلاق کا حامل اور بے ہودہ گو انسان اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ایسا شخص آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔

٦٢٧ ـ وعن أبي هُريرة رضيَ الله عنه قال: سُئِلَ رسولُ اللهِ ﷺ عَنْ أكثرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الجَنَّةَ. قال: «تَقْوَى اللهِ وَحُسنُ الخُلُقِ» وَسُئِلَ عَنْ أَكثرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: «الفَمُ وَالفَرْجُ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۷ / ۶۲۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سے عمل، انسانوں کے زیادہ جنت میں جانے کا سبب بنیں گے؟ آپ ؑ نے فرمایا، اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ اور پوچھا گیا کہ کون سی چیزیں انسانوں کے زیادہ جہنم میں جانے کا سبب ہوں گی؟ آپ ؑ نے فرمایا، منہ اور شرم گاہ۔ (ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في حسن الخلق.

۶۲۷- فوائد: یہ حدیث بھی بڑی جامع ہے۔ اللہ کے ڈر سے، انسان کا اللہ کے ساتھ تعلق صحیح طور سے جڑ جاتا ہے اور حسن اخلاق سے وہ لوگوں کے حقوق میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس لئے یقیناً یہ دو عمل ایسے ہیں کہ جن کے ذریعے سے لوگ کثرت سے جنت میں جائیں گے۔ اسی طرح منہ سے ہی انسان کلمات کفر بکتا ہے۔ غیبت، بہتان تراشی، گالی گلوچ اور بے ہودہ گوئی، یہ سب زبان کے کام ہیں اور شرم گاہ، یہ بدکاری کا باعث ہے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں چیزیں انسانوں کو جہنم میں زیادہ لے جانے کا باعث ہوں گی۔ اس لئے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کو تقویٰ اور حسن اخلاق سے آراستہ کرے اور زبان اور شرم گاہ کے فتنوں سے اپنے کو بچائے تاکہ اس کی آخرت برباد نہ ہو۔

٦٢٨ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «أكمَلُ المُؤمِنينَ إيمَاناً أَحسَنُهُم خُلُقاً، وَخِيَارُكُم خِيَارُكُم لِنِسَائِهِمْ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۸ / ۶۲۸ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں اور تم میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو تم میں اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہیں۔

(ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الإيمان، باب ماجاء في استكمال الإيمان، وأبواب المناقب، باب فضل أزواج النبي ﷺ.

۶۲۸- **فوائد:** اس میں ایمان اور حسن اخلاق کے درمیان تلازم (ایک دوسرے کے لئے لازم ہونے) کا بیان ہے۔ یعنی جو اخلاق میں جتنا کامل ہوگا' ایمان میں بھی اتنا ہی کامل ہوگا۔ گویا کمال ایمان کے لئے حسن اخلاق میں کمال ضروری ہے اور اسی طرح بیویوں کے ساتھ حسن معاملہ کرنے والا شخص بھی سب سے بہتر ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں بیان ہوا ہے۔

٦٢٩ ـ وعن عائشةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إنَّ المُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِه دَرَجَةَ الصَّائِمِ القَائمِ» رواه أبو داود.

۹ / ۶۲۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' آپؐ فرما رہے تھے' مومن یقیناً اپنے حسن اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزے دار اور شب بیدار شخص کے حصے میں آئے گا۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب حسن الخلق.

۶۲۹- **فوائد:** روزے دار سے مراد وہ شخص ہے جو کثرت سے نفلی روزے رکھتا ہے۔ اسی طرح قائم سے مراد راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی بکثرت عبادت کرنے والا ہے۔ ان دو عملوں کی پابندی نہایت مشکل ہے لیکن جو ان کا اہتمام کرتے ہیں اس کا اجر و ثواب بھی انہیں اسی حساب سے بے پایاں ملے گا۔ لیکن حسن اخلاق سے آراستہ شخص' جو صرف فرائض کی ادائیگی کرتا ہے' مذکورہ نوافل کا اہتمام نہیں کرپاتا' وہ بھی صائم و قائم کے درجے کو پالے گا۔ اس سے حسن اخلاق کی اہمیت و فضیلت واضح ہے۔

٦٣٠ ـ وعن أبي أُمَامَةَ الباهِلِيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ في رَبَضِ الجنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ المِرَاءَ وَإِن كَانَ مُحِقًّا، وبِبَيْتٍ في وَسَطِ الجنَّةِ لِمَن تَرَكَ الكَذِبَ، وَإِن كَانَ مَازِحاً، وَبِبَيْتٍ في أَعلى الجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ» حديث صحيح، رواه أبو داود بإسناد صحيح. «الزَّعِيمُ»: الضَّامِنُ.

۱۰ / ۶۳۰ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دیا (اپنے حق سے دست بردار ہوگیا) اور اس شخص کے لئے بھی جنت کے درمیان میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے مزاح کے طور پر بھی جھوٹ کا ارتکاب نہیں کیا اور اس شخص کے لئے جنت کے بلند ترین حصے میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس کا اخلاق اچھا ہوا۔ (ابو داؤد۔ صحیح)

الزعیم کے معنی ہیں' ضامن۔ ذمے دار

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب حسن الخلق.

۶۳۰- **فوائد:** جھگڑا ختم کرنے کے لئے اپنے حق سے دستبرادر ہو جانا' بہت بڑا عمل ہے۔ اسی طرح مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے گریز کرنے کا مطلب ہے کہ یہ شخص شریعت اور اللہ و رسولؐ کے احکام کو بہت اہمیت دیتا ہے اس لئے ایسے موقعوں پر بھی جھوٹ نہیں بولتا جن موقعوں پر جھوٹ بولنے کو لوگ زیادہ برا نہیں سمجھتے بلکہ بہت

سے لوگ تو شاید اس کے جواز کے بھی قائل ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو تمام حالات میں جھوٹ سے اجتناب بہت پسند ہے۔ تاہم ان سب میں حسن اخلاق کی فضیلت زیادہ ہے کیونکہ مذکورہ کام بھی حسن اخلاق کے بغیر ممکن نہیں۔ یوں گویا حسن اخلاق کو سب پر برتری حاصل ہے۔

٦٣١ ـ وعن جابر رضي الله عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إنَّ مِنْ أَحَبِّكُم إليَّ، وَأَقربِكُم مِنِّي مَجلساً يَومَ القِيامَةِ، أَحَاسِنُكُمْ أَخلاقاً. وَإنَّ أَبْغَضَكُمْ إليَّ، وَأَبعَدَكُم مِنِّي يَوْمَ الْقِيامَةِ الثَّرثَارُونَ وَالمُتَشَدِّقُونَ وَالمُتَفَيْهِقُونَ» قالوا: يا رسولَ الله! قَدْ عَلِمْنَا الثَّرثَارُونَ وَالمُتَشَدِّقُونَ، فَمَا المُتَفَيْهِقُون؟ قال: «المُتَكَبِّرُون» رواه الترمذي وقال: حديث حسن. «الثَّرْثَارُ»: هُوَ كَثِيرُ الكَلامِ تَكلُّفاً. وَ«المُتَشَدِّقُ»: المُتَطاوِلُ عَلَى النَّاسِ بِكَلامِهِ، وَيَتَكَلَّمُ بِمِلْءِ فيه تَفَاصُحاً وَتَعْظِيماً لِكَلامِهِ وَ«المُتَفَيْهِقُ»: أَصلُهُ مِنَ الفَهْقِ، وَهُوَ الامْتِلاءُ، وَهُوَ الَّذي يَمْلأُ فَمَهُ بِالْكَلَامِ، وَيَتَوَسَّعُ فيه، وَيُغْرِبُ بِهِ تَكَبُّراً وَارتِفَاعاً، وَإظْهَاراً للفَضيلَةِ عَلَى غَيرِهِ. وروى التِّرمذيُّ عن عبدِ الله بنِ المبارَكِ رحمه الله في تَفْسيرِ حُسْنِ الخُلُقِ قال: هُوَ طَلاقَةُ الوَجه، وَبَذْلُ المَعرُوف، وَكَفُّ الأَذَى.

۱۱/ ٦٣١ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قیامت کے روز مجھے سب سے زیادہ محبوب اور ہم نشینی کے اعتبار سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہوگا اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور قیامت کے روز وہ ہوں گے جو بہت باتونی' تصنع سے باتیں کرنے والے اور تکبر سے باچھیں کھول کھول کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! باتونی اور تصنع سے باتیں کرنے والے کو تو ہم جان گئے لیکن یہ متفیہقون کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ تکبر کرنے والے۔ (ترمذی' حسن)

الثرثار' باتونی اور تکلف سے گفتگو کرنے والا۔ تشدق اپنے آپ کو فصیح اور اعلیٰ گفتگو کا حامل ظاہر کرنے کے لئے' گال پھلا کر لوگوں سے لمبی گفتگو کرنے والا۔ متفیہق' اس کی اصل فہق سے ہے' جس کے معنی بھرنے کے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جو بات کرتے ہوئے منہ بھرلیتا اور چوڑا کرلیتا ہے اور دوسروں پر اپنی بڑائی اور برتری جتلانے کے لئے متکبرانہ انداز سے عجیب و غریب باتیں کرتا ہے اور امام ترمذیؒ نے حسن خلق کی تفسیر میں عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ خندہ روئی' سخاوت سے کام لینا اور کسی کو تکلیف نہ پہنچانا ہے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في معالي الأخلاق.

٦٣١۔ فوائد: اس میں بھی حسن اخلاق کی ترغیب اور غیر ضروری اور غیر محتاط اور تصنع و بناوٹ سے گفتگو کرنے اور اس کے ذریعے سے دوسروں پر رعب و برتری جتانے سے اجتناب کرنے کی تاکید ہے۔ گویا کم بولنا اور سادگی

سے گفتگو کرنا پسندیدہ ہے اور اس کے برعکس زیادہ بولنا اور وہ بھی دوسروں پر ہیکڑی جمانے کے لئے گفتگو میں تیزی و طراری دکھانا اور تصنع اختیار کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔

٧٤ - بَابُ الْحِلْمِ وَالْأَنَاةِ وَالرِّفْقِ

۷۴۔ بردباری' سوچ سمجھ کر کام کرنے اور نرمی سے کام لینے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٤]. وقال تعالى: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَـٰهِلِينَ﴾ [الأعراف: ١٩٩]. وقال تعالى: ﴿وَلَا تَسْتَوِى ٱلْحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُ ۚ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِى بَيْنَكَ وَبَيْنَهُۥ عَدَٰوَةٌ كَأَنَّهُۥ وَلِىٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُوا۟ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ [فصلت: ٣٤، ٣٥]. وقال تعالى: ﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ﴾ [الشورى: ٤٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے اور اللہ نیکوں کاروں کو پسند کرتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: عفو و درگزر کو اختیار کر' نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔

نیز فرمایا: نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو ایسے طریقے سے ٹال جو اچھا ہو' تب وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہو' ایسے ہوجائے گا گویا کہ وہ گہرا دوست ہے اور یہ بات انہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو صابر ہوتے ہیں اور ان کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیبے والے ہوتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کردیا یقیناً یہ بات ہمت کے کاموں سے ہے۔

فائدہ آیات: ان آیات میں اہل ایمان کو صبر و تحمل اور عفو و درگزر اختیار کرنے کی تلقین کی گئی۔ اس کا دنیوی فائدہ یہ ہے کہ دشمن بھی دوست ہوجائیں گے اور اخروی فائدہ یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔

٦٣٢ - وَعن ابنِ عَبَّاس رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ لِأَشَجِّ عَبْدِ القَيْس: «إنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الحِلْمُ وَالأَنَاةُ». رَوَاهُ مُسْلم.

۱/ ۶۳۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الإيمان.

۶۳۲- فوائد: اشج عبدالقیس' ان کا نام منذر بن عائذ یا منقذ بن عائذ تھا۔ رضی اللہ عنہ۔ اناۃ کا مطلب ہے جلد بازی کی بجائے' سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ اس میں گویا صبر و حلم اور اناۃ کی ترغیب ہے۔ علاوہ ازیں منہ پر تعریف اور خوبی بیان کرنے کا بھی جواز ہے۔ بشرطیکہ صاحب تعریف کے غرور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اس طرح کی تعریف میں کوئی خاص مصلحت اور فائدہ نظر آتا ہو۔ نیز دوسروں کے لئے خوبیوں کو اپنانے کی ترغیب کا پہلو ہو۔

٦٣٣ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ رفيقٌ يُحِبُّ الرِّفقَ فِي الأَمرِ كُلِّهِ» متفقٌ عليه.

۲/ ۶۳۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور ہر معاملے میں نرمی کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب فضل الرفق ـ وصحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل الرفق.

۶۳۳- فوائد: نرمی سے بھی انسان ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں' اس لئے نرمی بھی اللہ کو بہت پسند ہے۔

٦٣٤ ـ وعنها أن النبيَّ ﷺ قال: «إنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفقِ ما لا يُعْطِي عَلَى العُنفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ» رواه مسلم.

۳/ ۶۳۴ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے' نرمی کو پسند فرماتا ہے نرمی پر وہ جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ سختی پر اور اس کے علاوہ کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل الرفق.

۶۳۴- فوائد: نرمی کے مقابلے میں سختی ہے آپس کے معاملات میں سختی کی بجائے اللہ کو نرمی پسند ہے اور اس پر وہ جو اجر و ثواب دے گا وہ سختی اور اسی طرح کی کسی چیز پر نہیں دے گا البتہ دین کے معاملات اور حدود الیہ میں نرمی سخت ناپسندیدہ اور سختی یعنی مضبوطی سے دین پر جمے رہنا' پسندیدہ امر ہے۔

٦٣٥ ـ وعنها أن النبيَّ ﷺ قال: «إنَّ الرِّفقَ لا يَكُونُ فِي شَيءٍ إلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيءٍ إلَّا شَانَهُ» رواه مسلم.

۴/ ۶۳۵ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز میں بھی نرمی ہوتی ہے وہ اسے زینت دار بنادیتی ہے اور جس سے یہ نکال لی جاتی ہے اسے عیب دار کردیتی ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل الرفق.

۶۳۵- فوائد: نرمی' ایسا زیور ہے کہ اس سے آراستہ شخص لوگوں میں بھی ہر دلعزیز اور مقبول ہوتا ہے اور عنداللہ بھی محبوب اور جو اس زیور سے محروم ہوتا ہے تو وہ لوگوں کی نظروں میں عیب دار چیز کی طرح حقیر اور عنداللہ بھی ناپسندیدہ ہوتا ہے اس لئے کہ نرمی مکارم اخلاق میں سے ہے اور اللہ کے ہاں حسن اخلاق کا بڑا درجہ ہے۔

٦٣٦ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه قال: بَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي المسجدِ، فَقَامَ النَّاسُ إِلَيْهِ لِيَقَعُوا فِيهِ، فقال النَّبِيُّ ﷺ: «دَعُوهُ وَأَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ،

۵/ ۶۳۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کردیا' پس لوگ اس کی طرف اٹھے تاکہ اسے زدوکوب کریں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا

أَوْ ذَنُوباً مِن ماءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُم مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ» رواه البخاري. «السَّجْلُ» بفتح السين المهملة وإسكان الجيم: وَهِيَ الدَّلْو المُمْتَلِئَةُ ماءً، وَكَذٰلِكَ الذَّنُوبُ.

ایک ڈول بہادو' اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو' سختی کرنے والے بناکر نہیں بھیجے گئے۔ (بخاری)

السجل' سین پر زبر اور جیم ساکن' پانی کا بھرا ہوا ڈول۔ ذنوب کے بھی یہی معنی ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطهارة، وكتاب الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد.

۶۳۶- فوائد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت کے میدان میں بھی نرمی بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر جاہل اور گنوار قسم کے لوگوں کے ساتھ۔ کیونکہ ان سے سختی کی جائے گی تو یہ اپنے بدویانہ مزاج اور غلظت طبع (طبیعت کی سختی) کی وجہ سے اور دور بھاگیں گے۔ ان کو قریب کرنے کے لئے ان سے نرمی نہایت ضروری ہے' چاہے ان سے بڑی بڑی حماقتوں کا ارتکاب ہو۔ اس میں داعیان دین کے لئے بڑا سبق ہے۔ (۲) پانی بہانے سے نجاست کا اثر زائل ہوجائے تو زمین پاک ہوجائے گی۔

٦٣٧ - وعن أَنس رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا» متفقٌ عليه.

۶/ ۶۳۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' آسانی کرو' سختی نہ کرو۔ خوشخبری دو اور نفرت مت دلاؤ۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة - وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب الأمر بالتيسير وترك التنفير.

۶۳۷- فوائد: مطلب یہ ہے کہ وعظ و نصیحت اور دعوت و تذکیر کی عام مجلسوں میں دین کی ایسی باتیں بیان کی جائیں جن سے لوگوں کے اندر دین کی ترغیب پیدا ہو۔ اسی طرح دین کی تشریح و توضیح میں بھی اس پہلو کو مدنظر رکھا جائے ۔علاوہ ازیں اسلوب بیان بھی نفرت دلانے والا نہ ہو بلکہ قریب کرنے والا ہو۔ اس میں گویا دعوت و تبلیغ کی حکمت بیان کی گئی ہے جسے داعیان دین کے لئے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

٦٣٨ - وعن جرير بن عبدِ اللهِ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الخَيْرَ كُلَّهُ» رواه مسلم.

۷/ ۶۳۸ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کردیا گیا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل الرفق.

۶۳۸- فوائد: خیال رہے کہ کلہ' کا لفظ صحیح مسلم میں نہیں ہے تاہم ابو داوَد کی روایت میں یہ لفظ موجود ہے۔ (ابو داوَد کتاب الادب' باب فی الرفق۔) اس میں بھی نرمی کی فضیلت اور اس کے فوائد اور اس سے محرومی کے نقصان کا بیان ہے۔

٦٣٩ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً قال لِلنبيِّ ﷺ: أَوْصِني. قال: «لا تَغْضَبْ» فَرَدَّدَ مِرَاراً؛ قال: «لَا تَغْضَبْ». رواه البخاري.

۸ / ۶۳۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے کہا' مجھے وصیت فرمایئے! آپ ؐ نے فرمایا' غضب ناک نہ ہوا کرو۔ اس نے کئی مرتبہ اپنی بات دہرائی۔ آپ ؐ نے (ہر مرتبہ یہی) فرمایا' غضب ناک نہ ہوا کرو۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب.

۶۳۹- فوائد: یہ روایت اس سے قبل باب الصبر' رقم ۲۴ / ۴۸ میں گزر چکی ہے۔ مصنف باب کی مناسبت سے دوبارہ یہاں لائے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وصیت و نصیحت حالات کے مطابق ہونی چاہیے۔ نبی ﷺ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ یہ شخص مزاج کا تیز اور غصیلا ہے تو بار بار اسے یہی وصیت فرمائی کہ غصہ مت کیا کر' غصہ مت کیا کر۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ بظاہر نیک اور بزرگ لوگوں میں بھی غصہ اور مزاج کی تلخی ہو سکتی ہے' لیکن بڑی نیکی غصے پر قابو پانا ہے۔ یہ عادت انسانیت کا کمال ہے۔

٦٤٠ - وعن أَبي يَعلَى شَدَّادِ بنِ أوسٍ رضي الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «إنَّ الله كَتَبَ الإِحسَانَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ، فإذا قَتَلتُم فَأَحسِنُوا القِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُم فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُم شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ» رواه مسلم.

۹ / ۶۴۰ حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب (جانور) ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ تمہارے ہر آدمی کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کرلے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الصيد، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة.

۶۴۰- فوائد: قتل سے مراد موذی جانور کا قتل ہے یا بطور قصاص کسی قاتل کو قتل کرنا اور میدان جنگ میں دشمن کو قتل کرنا ہے۔ ان تمام صورتوں میں قتل کی تو اجازت ہے لیکن اسلامی تعلیمات کا اعتدال دیکھئے کہ دشمن اور مجرم کو بھی قتل کرتے وقت تاکید فرما دی گئی کہ دشمنی کے جذبات میں ایذاء دے دے کر مارنے کی اجازت نہیں ہے' جیسے اسلام سے پہلے مثلہ کیا جاتا تھا' پہلے ہاتھ کاٹ دیئے' پھر پیر' پھر ناک' پھر کان' وغیرہ۔ اسلام نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے اور کہا ہے کہ تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر اس کے تن سے جدا کردو۔ اسی طرح جانوروں کو ذبح کرتے وقت حکم دیا گیا کہ چھری تیز کرلو' اس کو گدی سے ذبح نہ کرو' کیونکہ چھری تیز نہ ہو یا گدی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو ان دونوں صورتوں میں جانور کو تکلیف ہوگی۔ گویا ذبح میں بھی جانور کے آرام و راحت کا خیال رکھو۔ آج کل یورپ میں جانور کو مشینی جھٹکے کے ذریعے سے ذبح کیا جاتا ہے جو ذبح کرنے سے اگرچہ بظاہر زیادہ سہل ہے لیکن اس طریقے سے جانور کا خون نہیں نکلتا' جس کی وجہ سے اس کا گوشت انسانی صحت کے لئے مفید نہیں رہتا۔ اس لئے اسلام نے جانور کی حلت کے لئے خون کے نکلنے کو ضروری

قرار دیا ہے۔ بنابریں اسلام کا بتلایا ہوا طریقہ ذبح ہی صحیح اور زیادہ راحت رساں اور مفید تر ہے۔

٦٤١ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: مَا خُيِّرَ رسولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيسَرَهُما، مَا لَم يَكن إِثماً، فَإِن كَانَ إِثماً، كَانَ أَبعَدَ النَّاسِ مِنهُ. وَمَا انتَقَمَ رسولُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فِي شَيءٍ قَطُّ، إِلَّا أَن تُنتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ، فَيَنتَقِمَ لِلهِ تعالى. متفقٌ عليه.

۱۰/ ٦٤١ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپؐ نے ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا۔ اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپؐ اس سے سب سے زیادہ دور بھاگنے والے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی معاملے میں کبھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمت کو توڑا (محرمات (حرام چیزوں) کا ارتکاب کیا) جارہا ہو' تو اللہ تعالیٰ کے لئے آپؐ انتقام لیتے (اس کے مرتکب کو سزا دیتے اور مواخذہ فرماتے) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ وكتاب الأدب ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ، للآثام واختياره من المباح أسهله وانتقامه لله عند انتهاك حرماته، رقم الحديث٢٣٢٧.

٦٤١۔ فوائد: وہ دو کام چاہے دینی ہوتے یا دنیوی۔ مثلاً دو سزاؤں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آسان سزا پسند فرماتے' دو فرضوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آسان فرض کو اختیار فرماتے۔ جنگ اور صلح کے درمیان اختیار دیا جاتا تو صلح کو اختیار فرماتے' بشرطیکہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہوتا۔ علاوہ ازیں تمام معاملات میں آسان پہلو کو اسی وقت اختیار فرماتے جب تک اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہوتی۔ اس میں دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ اصول واضح ہوگیا کہ جب دو باتیں سامنے آئیں تو اس کے آسان پہلو ضرور اختیار کئے جائیں لیکن اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو (۲) اس میں آپؐ کے خلق عظیم کے ساتھ' کہ اپنے نفس کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا' آپؐ کی دینی غیرت و حمیت کا بھی بیان ہے کہ اللہ کی حرمتوں کی پامالی' آپؐ کے لئے ناقابل برداشت تھی اور آپؐ اس کے مرتکب کو ضرور سزا دیتے۔ آپؐ کے اس طرز عمل سے اخلاقی حدود کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ اللہ کی حدود توڑنے والے کو معاف کردینا' حسن اخلاق نہیں ہے بلکہ یہ دینی بے غیرتی ہے' دنیوی کوتاہیوں سے عفو و درگذر یقیناً حسن اخلاق ہے لیکن دینی کوتاہیوں میں درگزر کی اجازت نہیں ہے۔

٦٤٢ ـ وعن ابنِ مسعودٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَلا أُخبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلى النَّارِ ـ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ ـ؟ تَحْرُمُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ». رواه الترمذي وقال: حديثٌ

۱۱/ ٦٤٢ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر یا جہنم کی آگ ان پر حرام ہے؟ یہ ہر اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کے قریب رہنے والا' آسانی کرنے والا' نرمی کرنے والا اور نرم خو

حسنٌ.

ہے۔

(ترمذی' حسن درجے کی روایت ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب صفة يوم القيامة، باب كان النبي ﷺ في مهنة أهله.

۶۴۲- فوائد: قریب سے مراد' اپنے اخلاق اور حسن معاملہ سے لوگوں کے دلوں میں بسنے والا شخص ہے اسی طرح آسانی اور نرمی کرنے سے مراد بھی دنیوی معاملات میں نرمی' تواضع اور مشفقانہ طرز عمل ہے۔ اس میں بھی حسن اخلاق کی فضیلت ہے کہ اس کا نہایت گہرا تعلق ایمان سے ہے جو انسان کو جہنم کی آگ سے بچانے والا ہے (۲) کوئی اہم بات بیان کرنے سے قبل سامع کو بیدار اور متوجہ کرلینا اچھا ہے تاکہ وہ توجہ سے سنے اور اسے اہمیت دے۔

٧٥ ـ بَابُ الْعَفْوِ وَالْإِعْرَاضِ عَنِ الْجَاهِلِينَ

۷۵۔ درگزر اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴾ [الأعراف: ١٩٩]. وقال تعالى: ﴿ فَٱصْفَحِ ٱلصَّفْحَ ٱلْجَمِيلَ ﴾ [الحجر: ٨٥]. وقال تعالى: ﴿ وَلْيَعْفُوا۟ وَلْيَصْفَحُوٓا۟ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَكُمْ ﴾ [النور: ٢٢]. وقال تعالى: ﴿ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴾ [آل عمران: ١٣٤]. وقال تعالى: ﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴾ [الشورى: ٤٣]. والآيات في الباب كثيرة معلومة.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عفو و درگزر کو اختیار کر' نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پس تو خوبی کے ساتھ درگزر کر (یعنی ان کے ساتھ بردبارانہ معاملہ کر)

نیز فرمایا: چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں' کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے۔ (جب تمہیں اپنے گناہوں کی معافی پسند ہے تو تم بھی دوسروں کو معاف کردیا کرو)۔

اور فرمایا: وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند فرماتا ہے۔

اور فرمایا اللہ نے: اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کردیا' یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔

فوائد آیات: ان سب آیات میں عفو و درگزر اور جاہلوں سے اعراض کرنے کی تاکید ہے اور یہ بھی مکارم اخلاق میں سے ہے۔ اس لئے کہ جاہلوں سے الجھنا بے فائدہ اور غیر دانش مندی ہے۔

٦٤٣ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها أَنَّها قالت لِلنبيِّ ﷺ: هل أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قال: «لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ، وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ

۱/ ۶۴۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپؐ پر جنگ احد والے دن سے بھی زیادہ سخت دن کوئی آیا؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ میں نے تیری قوم سے بہت تکلیف

العَقَبَةِ، إذْ عَرَضْتُ نَفسِي عَلى ابْن عَبْدِ يَالِيلَ بن عَبْدِ كُلاَلٍ، فَلَمْ يُجِبْنِي إلى ما أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلى وَجْهِي، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإذا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتني، فَنَظَرْتُ فَإذا فِيها جِبرِيلُ عليه السلام، فَنَادَاني فقال: إنَّ الله تعالى قَد سَمِعَ قَولَ قَومِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوا عَلَيكَ، وَقَد بَعَثَ إلَيكَ مَلَكَ الجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِم، فَنَادَاني مَلَكُ الجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَولَ قَومِكَ لَكَ، وَأَنا مَلَكُ الجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِي رَبِّي إلَيْكَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ؟ إنْ شِئْتَ أَطْبَقْتُ عَلَيهِمُ الأَخْشَبَيْنِ» فقال النبيُّ ﷺ: «بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلاَبِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً» متفقٌ عليه. «الأَخْشَبَان»: الجَبَلان المُحِيطَان بمكَّة. والأَخْشَبُ: هو الجبل الغليظ.

اٹھائی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے اس عقبہ والے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو (اسلام کی دعوت کے لئے) ابن عبد یالیل بن عبدکلال پر پیش کیا(جو طائف کاایک بڑا سردار تھا)اس نے میری دعوت کو' جو میں چاہتا تھا' قبول نہیں کیا تو میں وہاں سے سخت پریشان ہوکر نکلا' قرن ثعالب پر پہنچ کر مجھے کچھ افاقہ محسوس ہوا تو میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بدلی نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے' میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے - انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا' اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ بات سن لی جو انہوں نے آپ سے کی اور وہ بھی جو انہوں نے آپ کو جواب دیا' اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں پر مقرر فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ اسے ان لوگوں کی بابت جو حکم چاہیں دیں- پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور مجھے سلام کیا' اور کہا اے محمد (ﷺ)! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی گفتگو جو آپ سے ہوئی' سن لی اور میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں' مجھے میرے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے اپنے معاملے میں حکم دیں' پس آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہیں تو میں انہیں دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا- (ایسا نہ کرو) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے- (بخاری و مسلم)

الاخشبان' وہ دو پہاڑ جو مکے کو گھیرے ہوئے ہیں-
الاخشب' عظیم پہاڑ کو کہتے ہیں-

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، وكتاب التوحيد، باب ﴿وكان الله سميعا بصيرا﴾ - وصحيح مسلم، كتاب المغازي، باب ما لقي النبي ﷺ من أذي المشركين والمنافقين.

۶۴۳- **فوائد:** احد' مدینے کے قریب ایک پہاڑ ہے جس کے پاس غزوہ احد ہوا- اس غزوے میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا' آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے- علاوہ ازیں آپؐ کے سگے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ شہید ہوئے اور کافروں نے آپؐ کی لاش کا مثلہ کردیا- عقبہ' طائف کی طرف ایک جگہ ہے اور یہاں یہ واقعہ اس دن پیش آیا جب آپؐ مکے سے ہجرت کرکے طائف گئے یا پھر یہ منیٰ میں کوئی جگہ تھی اور یہ واقعہ وہاں اس وقت پیش آیا- جب موسم حج میں آپؐ نے مختلف قبائل میں اپنی دعوت پیش کی تا کہ وہ آپؐ کے ساتھی اور مددگار بن جائیں- قرن ثعالب بھی ایک جگہ ہے جو اہل نجد کی میقات ہے' اسے قرن المنازل بھی کہا جاتا تھا-

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ کے اس خلق عظیم کا ایک نمونہ ہے کہ آپؐ ایذاء پہنچانے والوں اور جاہلوں سے درگزر فرماتے اور اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیتے- دوسرے' دعوت دین کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفیں صبرو حوصلے کے ساتھ برداشت کرتے اور ان پر مشتعل نہ ہوتے بلکہ ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے- اس میں قیامت تک کے داعیان دین کے لئے رہنمائی اور بہترین اسوہ ہے- دعوت و تبلیغ کا کام' پھولوں کی سیج نہیں' کانٹوں کی مالا ہے- اس میں داد و تحسین کی بجائے' طعن و ملامت اور خشت زنی حصے میں آتی ہے- اس لئے صبرو تحمل اور ضبط و برداشت' راہ حق کی کٹھنائیوں کے لئے نہایت ضروری ہے-

٦٤٤ ـ وعنها قالت: ما ضَرَبَ رسولُ اللهِ ﷺ شَيْئاً قَطُّ بيدِه، وَلَا امرَأَةً وَلَا خادِماً، إلَّا أَن يُجَاهِدَ في سَبِيلِ اللهِ، وما نِيلَ مِنْهُ شَيءٌ قَطُّ فَيَنتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ، إلَّا أنْ يُنتَهَكَ شَيءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ تعالى، فَيَنْتَقِمَ لِلهِ تعالى. رواه مسلم.

۲ / ۶۴۴ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو' عورت کو نہ خادم کو' ہاتھ سے نہیں مارا- ہاں مگر آپؐ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے (جس میں آپؐ یقیناً دشمن کو مارتے) اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوا کہ آپ کو کسی طرف سے کوئی تکلیف پہنچی اور آپؐ نے تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ لیا ہو- ہاں اگر اللہ کے محارم میں سے کسی چیز کی ہتک کی جاتی تو آپؐ یقیناً اللہ کے لئے انتقام لیتے (یعنی مرتکب حرام کو سزا دیتے) (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته للآثام واختياره من المباح أسهله . . .

۶۴۴- **فوائد:** اس کے فوائد کے لئے دیکھئے' اس سے ماقبل باب' باب الحلم کی حدیث نمبر۱۰ / ۶۴۱ کے فوائد-

٦٤٥ ـ وعن أنس رضي الله عنه قال: كُنتُ أَمْشِي مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ، وعليهِ بُردٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الحَاشِيَةِ، فأَدرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً، فَنَظَرتُ إلى

۳ / ۶۴۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جارہا تھا اور آپؐ کے اوپر ایک موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی- (راستے میں) ایک دیہاتی آپ کو ملا اور آپ کی چادر کو سختی کے ساتھ

صَفحَة عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ، وَقَدْ أَثَّرَت بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبذَتِه، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مُرْ لِي مِن مَالِ اللهِ الَّذِي عِندَكَ. فَالتَفَتَ إِلَيهِ، فَضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. متفقٌ عليه.

پکڑ کر کھینچا۔ پس میں نے نبی ﷺ کے کندھے کی جانب دیکھا تو چادر کے کنارے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے اس میں نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا' اے محمد (ﷺ)! تیرے پاس جو اللہ کا مال ہے' اس میں سے میرے لئے بھی حکم دے۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے' پھر آپ نے اسے دینے کا حکم فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة، وكتاب الأدب، باب التبسم والضحك - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب إعطاء من سأل بفحش وغلظة.

۶۴۵- فوائد: اس میں بھی نبی کریم ﷺ کے حسن خلق اور صبر و ضبط کا بیان ہے۔ آپؐ نے اس دیہاتی کی نازیبا حرکت کو ایک مسکراہٹ کے ساتھ نظرانداز فرما دیا اور اسے عطیہ دینے کا حکم فرمایا۔

٦٤٦ - وعن ابن مسعودٍ رضي الله عنه قال: كأنِّي أَنظُرُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ يَحكِي نَبِيّاً مِنَ الأنبياءِ، صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُه عَلَيهِم، ضَرَبَهُ قَومُهُ فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجهِهِ، وَيقول: «اللَّهُمَّ اغفِر لِقَومِي فَإِنَّهُم لَا يَعلَمُونَ» متفقٌ عليه.

۴ / ۶۴۶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں (اب بھی) گویا رسول اللہ ﷺ کو انبیاء میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم۔ اس نبی کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا' وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتا تھا اور کہتا جاتا تھا' اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے' کیونکہ وہ بے علم ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، - وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة أحد.

۶۴۶- فوائد: علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خود نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے اور یہ بھی آپؐ کا کمال اخلاق ہے کہ اپنے پر بیتی ہوئی بپتا کو مبہم انداز میں بیان فرمایا اور اپنی قوم کی صراحت نہیں فرمائی۔

٦٤٧ - وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه أَنّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لَيسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَملِكُ نَفسَهُ عِندَ الغَضَبِ» متفقٌ عليه.

۵ / ۶۴۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' طاقتور وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے' اصل طاقتور (پہلوان) تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب - وصحيح مسلم، كتاب البر، باب من يملك نفسه عند الغضب.

۶۴۷- **فوائد:** لوگ جسمانی لحاظ سے تنومند اور طاقتور شخص کو پہلوان سمجھتے ہیں لیکن اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے جذبات پر قابو رکھے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس پر اسے بعد میں پشیمانی ہو۔ جیسے عام لوگ غصے میں بہت سے کام ایسے کرلیتے ہیں اور بعد میں پھر ندامت کے آنسو بہاتے یا اس سے ہونے والی تباہی پر خون کے آنسو روتے ہیں۔

٧٦ ـ بَابُ احْتِمَالِ الأَذَى

۷۶- تکلیفیں برداشت کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴾ [آل عمران: ١٣٤]، وقال تعالى: ﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴾ [الشورى: ٤٣]. وفي الباب: الأحاديث السابقة في الباب قبله.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور غصے کے پینے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو پسند فرماتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کردیا' بے شک یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔

اس باب سے متعلق وہی حدیثیں ہیں جو اس سے ماقبل باب میں گزریں۔ ایک حدیث اور ملاحظہ فرمائیں:

٦٤٨ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه أن رجلاً قال: يارسولَ اللهِ! إنَّ لي قَرابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعوني، وَأُحسنُ إليهم وَيُسِيئُونَ إليَّ، وأحلُمُ عنهم وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ! فقال: «لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ المَلَّ وَلا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ تَعالَى ظَهِيرٌ عَلَيهم مَا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ» رواه مسلم. وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ فِي (بَابِ صلة الأرحام).

۶۴۸/ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا' یارسول اللہ! میرے کچھ رشتے دار ایسے ہیں میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں' وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں' وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں' وہ مجھ سے نادانی سے پیش آتے ہیں۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا تو گویا تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور جب تک تو ایسا کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک مددگار رہے گا۔ (مسلم)

اس حدیث کی شرح باب صلۃ الارحام میں گزر چکی ہے۔ (دیکھئے رقم ۳۱۸/۷)

تخريج: سبق ذكره في باب صلة الأرحام برقم٣١٨.

۶۴۸- **فائدہ:** اس باب سے بھی اس حدیث کا واضح تعلق ہے۔ اس لئے یہاں بھی اسے بیان کیا ہے۔ مذکورہ آیات اور حدیث میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کیا جائے اور عفو و درگزر سے کام لیا جائے کیونکہ حسن اخلاق اور اسوہ حسنہ کی پیروی کا تقاضا یہی ہے۔

٧٧ - بَـابُ الْغَضَـبِ إِذَا انْتُهِكَـتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ وَالانْتِصَارِ لِدِينِ اللهِ تَعَالَى

۷۷۔ احکام شرعیہ کی بے حرمتی کے وقت غضب ناک ہونے اور اللہ کے دین کی حمایت کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ﴾ [الحج: ٣٠]. وقال تعالى: ﴿إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: ٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو اللہ کی محترم ٹھہرائی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے پاس بہتر ہے۔ (سورہ حج ٣٠) (حرمات اللہ سے مراد دین کے احکام و شرائع ہیں جن کی تعظیم ضروری ہے)۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اگر تم اللہ کی مدد کرو گے' اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط کر دے گا۔

فائدۂ آیات: اللہ کی مدد کا مطلب ہے' اس کے دین پر عمل کرنا اور کافروں سے اس کا دفاع کرنا۔ قدموں کو مضبوط کرنے سے مراد ہے' جہاد میں تمہیں ہمت و ثابت قدمی عطا کرے گا۔

وفي الباب حديث عائشة السابق في باب العفو.

اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بھی ہے جو باب العفو میں پہلے گزر چکی ہے۔

٦٤٩ - وعن أبي مسعودٍ عقبةَ بنِ عمرو البدريِّ رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ، فقال: إنِّي لأَتَأَخَّرُ عَن صَلاةِ الصُّبحِ مِن أجلِ فلانٍ ممَّا يُطِيلُ بنَا! فَمَا رَأَيتُ النَّبيَّ ﷺ غَضِبَ في مَوعِظَةٍ قَطُّ أشَدَّ ممَّا غَضِبَ يومئذٍ؛ فقال: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إنَّ منكم مُنَفِّرِين. فأيُّكم أَمَّ النَّاسَ فَلْيُوجِز؛ فإنَّ مِنْ ورائِهِ الكَبيرَ والصَّغِيرَ وذا الحَاجَةِ» متفقٌ عليه.

۶۴۹/ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' فلاں آدمی کے ہمیں لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے میں صبح کی نماز میں پیچھے رہ جاتا ہوں۔ پس میں نے نبی ﷺ کو کسی وعظ میں اتنا غضب ناک نہیں دیکھا جتنا اس دن آپ نے غصے کا اظہار فرمایا' آپ نے ارشاد فرمایا' لوگو! تم میں سے بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں' پس تم میں سے جو شخص لوگوں کی امامت کرائے' اسے چاہیے کہ اختصار سے کام لے۔ اس لئے کہ اس کے پیچھے بوڑھے' بچے اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب تخفيف الإمام في القيام...، وكتاب العلم، وكتاب الأدب، وكتاب الأحكام ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، برقم٤٦٦.

۶۴۹۔ فوائد: اس میں ایک تو ایسی بات کی شکایت کرنے کا جواز ہے جس سے لوگ تکلیف میں مبتلا ہوں۔

دوسرے دین کے معاملے میں غضب ناک ہونے کا جواز ہے۔ تیسرے' امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے اور زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے۔ لیکن مختصر قراءت یا نماز کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ طریقہ نبوی اور تعدیل ارکان ہی کا خیال نہ رکھے اور کوے کے ٹھونگیں مارنے کی طرح نماز پڑھا دے' جیسا کہ بدقسمتی سے عام مسجدوں کے اماموں کا حال ہے کہ ان میں نماز کا کوئی رکن بھی سنت نبویؐ کے مطابق ادا نہیں کیا جاتا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ چوتھے' عذر شرعی کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہے۔ پانچویں' امام کو ایسا وطیرہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ جس سے لوگ عبادت کی ادائیگی سے ہی متنفر ہو جائیں۔

٦٥٠ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قَدِمَ رسولُ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ، وقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لي بقِرامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رآهُ رسولُ اللهِ ﷺ هتكَهُ وَتَلَوَّنَ وجهُهُ وَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ! أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ القِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ» متفقٌ عليه. «السَّهْوَةُ»: كالصُّفَّةِ تَكُونُ بين يدي البيت. و«القِرام» بكسر القاف: سِتر رقيق، و«هتكه»: أفسد الصورة التي فيه.

۲ / ٦٥٠ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے اور میں نے گھر کے سامنے کے چبوترے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ نے (فوراً) ان تصویروں کو بگاڑ دیا اور (غصے سے) آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور فرمایا اے عائشہؓ! قیامت والے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عذاب والے لوگ وہ ہوں گے جو اللہ کی پیدائش (کی صفت) میں مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

السھوۃ' گھر کے سامنے چبوترہ نما کوئی چیز۔ القرام' قاف پر زیر' باریک پردہ۔ ھتکہ' اس تصویر کو بگاڑ دیا جو اس پردے میں تھی۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاوير ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب لا تدخل الملائكة. . .

٦٥٠۔ فوائد: اس میں بھی دینی معاملات میں کوتاہی کرنے پر غصے کے بھرپور اظہار کا جواز ہے۔ دوسرے' تصویریں بنانا اور گھروں میں لٹکانا' دونوں ہی باتیں ناجائز ہیں۔ اور اگر انہیں تعظیم و تقدیس کے طور پر لٹکائے گا تو اس میں اندیشہ شرک و کفر ہے۔ علاوہ ازیں علمائے راسخین و محققین کے نزدیک ہر طرح کی تصویر بنانا اور رکھنا ناجائز اور حرام ہے۔ چاہے وہ ہاتھ کی بنی ہوئی ہو یا کیمرے کے ذریعے سے' بشرطیکہ وہ کسی ذی روح (جاندار) کی ہو۔ غیر ذی روح (بے جان) کی تصویر بنانا اور رکھنا جائز ہے۔ جیسے جمادات و نباتات وغیرہ کی تصاویر۔ البتہ ناگزیر صورتوں میں بقدر ضرورت تصویر کھنچوانا جائز ہے۔ جیسے پاسپورٹ' شناختی کارڈ اور اسی قسم کی دیگر ضروریات کے لئے۔ کیونکہ تصویر کے بغیر یہ چیزیں نہیں بن سکتیں۔ اس میں انسان مجبور ہے' وہ اپنے شوق کی تسکین کے لئے یا اسے جائز سمجھ کر نہیں کھنچواتا بلکہ حکومتی قوانین کی وجہ سے ایسا کرتا ہے اس لئے اس حد تک تصویر سازی میں' امید ہے وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ تاہم اس کے علاوہ اور کسی صورت میں اس کا جواز نہیں۔

٦٥١ ـ وعنها أنَّ قُريشاً أَهَمَّهُم شَأنُ المَرأَةِ المَخزُومِيَّةِ التي سَرَقَتْ فقالوا: من يُكلِّمُ فِيها رسولَ اللهِ ﷺ؟ فقالوا: مَنْ يَجتَرِىءُ عليهِ إلا أُسَامَةُ بنُ زيدٍ حِبُّ رسولِ اللهِ ﷺ؟ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَتَشْفَعُ في حَدٍّ مِن حُدُودِ اللهِ تعالى؟!» ثم قامَ فَاخْتَطَبَ ثم قال: «إنما أَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُم أَنَّهُم كَانُوا إذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وإذا سَرَقَ فِيهِم الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيهِ الحَدَّ! وَايْمُ اللهِ، لو أَنَّ فَاطِمَةَ بنتَ محمدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا» متفقٌ عليه.

٣/٦٥١ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملے نے، جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا، پریشان کردیا تھا۔ پس انہوں نے (آپس میں) کہا، اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا؟ تو انہوں نے کہا، یہ جرأت تو صرف رسول اللہ ﷺ کے چہیتے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے آپ سے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد پر سفارش کرنے لگا ہے؟ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا، تم سے پہلے لوگوں کو بھی صرف اسی چیز نے ہلاک کیا کہ جب ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرلیتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں کا کوئی ضعیف آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کردیتے۔ (یاد رکھو) اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو یقیناً میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الحدود، باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع - وصحيح مسلم، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره، والنهي عن الشفاعة في الحدود.

٦٥١- فوائد: اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ اللہ کی حد میں کسی کے لئے سفارش کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی یہ جسارت کرے تو حاکم مجاز کے لئے اس کی بات ماننا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مجرم کا تعلق اگر کسی اونچے خاندان سے ہو تو یہ خاندانی شرف و عزت اس کی سزا میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ ہر بڑے اور چھوٹے، امیرو غریب دونوں کے لئے قانون اور سزا یکساں ہے۔ سزا اور قانون میں ان کے درمیان محض امارت و غربت کی وجہ سے فرق و تمیز کرنا بڑا جرم ہے ایسا کرنا بلاشبہ اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

٦٥٢ ـ وعن أنس رضي الله عنه أنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً في القِبلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيهِ حَتَّى رُؤِيَ في وَجهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فقال: «إن أَحَدكم إذا قَامَ في صَلاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّه، وإنَّ رَبَّهُ بَينَهُ وبَينَ القِبلَةِ، فَلا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُم قِبَلَ القِبْلَةِ،

٤/٦٥٢ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلے (کی جانب دیوار) میں تھوک (لگا ہوا) دیکھا، آپ کو یہ بات بہت گراں گزری حتیٰ کہ اس کے آثار آپ کے چہرے پر دیکھے گئے۔ آپ کھڑے ہوئے اور اسے اپنے ہاتھوں سے کھرچ دیا اور فرمایا، جب تمہارا ایک آدمی اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے

وَلٰكِن عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ» ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ على بَعْضٍ فقال: «أَو يَفْعَلُ هٰكَذَا» متفقٌ عليه.

وَالأَمْرُ بِالبُصَاقِ عَنْ يَسَارِهِ أو تَحْتَ قَدَمِهِ هُوَ فِيما إذا كَانَ فِي غَيْرِ المَسْجِدِ، فَأَمَّا فِي المَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ إِلَّا فِي ثَوْبِهِ.

سرگوشی کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور اس کے قبلے کے درمیان ہے' پس تم میں سے کسی شخص کو قبلے کی طرف نہیں تھوکنا چاہیے بلکہ (اگر تھوکنے کی ضرورت پیش آہی جائے تو) اپنے بائیں جانب یا اپنے پیر کے نیچے (تھوک لے) پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کنارہ پکڑا اور اس میں تھوکا' پھر اس کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے مسل دیا اور فرمایا' یا اس طرح وہ کرلیتا۔ (بخاری و مسلم)

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اپنے بائیں جانب یا پیروں کے نیچے تھوکنے کا حکم اس صورت میں ہے جب وہ مسجد سے باہر ہو لیکن مسجد میں اپنے کپڑے میں تھوکنے کے علاوہ کہیں نہ تھوکے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب حك البزاق باليد من المسجد - وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب النهي عن البزاق في المسجد في الصلوة وغيرها.

۶۵۲۔ فوائد: اس میں مسجد کا ایک نہایت اہم ادب بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کے اندر قبلہ رخ نہ تھوکا جائے۔ حدیث میں اس کے لئے جو طریقہ بتلایا گیا ہے عین نماز کے دوران اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اگر انسان نماز میں نہ ہو تو اب وضوء خانوں میں وافر پانی کا اہتمام ہر مسجد میں ہوتا ہے' رومال یا چادر کا کونہ استعمال کرنے کی بجائے صفائی کے لئے یہ وضوء خانہ ہی سب سے بہتر جگہ ہے (۲) مسجد میں گندگی نظر آئے تو اسے فوری طور پر صاف کردیا جائے اور مسجد کو گندگی سے ملوث کرنے سے مکمل گریز کیا جائے۔

٧٨ - بَابُ أَمْرِ وُلَاةِ الأُمُورِ بِالرِّفْقِ بِرَعَايَاهُمْ وَنَصِيحَتِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالنَّهْيِ عَنْ غِشِّهِمْ، وَالتَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ، وَإِهْمَالِ مَصَالِحِهِمْ، وَالْغَفْلَةِ عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَائِجِهِمْ

۷۸۔ ارباب اختیار کو اپنی رعیت کے ساتھ نرمی' ان کی خیر خواہی اور ان پر شفقت کرنے کا حکم اور ان کو فریب دینے' ان پر سختی کرنے' ان کے مصالح کو نظرانداز کرنے اور ان کی ضروریات سے غفلت برتنے کی ممانعت کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الشعراء: ٢١٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے پیروکار مومنوں کے لئے اپنے بازو پست رکھ (یعنی ان سے تواضع سے پیش آ)

وقال تعالى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَٰنِ وَإِيتَآءِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْىِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [النحل: ٩٠].

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بے شک اللہ تعالیٰ انصاف' احسان کرنے اور رشتے داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی' منکرات اور ظلم و زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

فائدۂ آیات: امام نوویؒ نے جو باب باندھا ہے' ان دونوں آیات سے اس پر استدلال فرمایا ہے۔ ان آیات سے وہ مفہوم واضح ہوجاتا ہے جو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب مذکور کی شکل میں بیان فرمایا ہے۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

٦٥٣ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «كُلُّكم رَاعٍ، وكُلُّكم مَسؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: الإمامُ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ في أَهلِهِ وَمَسؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرأَةُ رَاعِيَةٌ في بَيتِ زَوجِها وَمَسؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِها، وَالخَادِمُ رَاعٍ في مالِ سَيِّدِهِ وَمَسؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكم رَاعٍ وَمَسؤُول عَنْ رَعِيَّتِهِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۶۵۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سب ذمے دار ہو اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت (ماتحتوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام ذمے دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھروالوں کا ذمے دار ہے اور اس سے اس کی رعیت۔ (اہل خانہ) کی بابت سوال ہوگا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمے دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا ذمے دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ تم میں سے ہر ایک (اپنے اپنے معاملات کا) ذمے دار اور اس کی رعیت (معاملے) کی بابت پوچھا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: تقدم ذكره في باب حق الزوج علي امرأته برقم٢٨٣.

۶۵۳- فوائد: یہ حدیث اس سے قبل باب حق الزوج علی امرأتہ' رقم ۳/ ۲۸۳ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس باب میں لانے سے اس مقصد کی وضاحت ہے کہ ارباب اختیار کی جو ذمے داری باب مذکور کے عنوان میں بتلائی گئی ہے' اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گے تو عنداللہ مجرم ہوں گے جس کی باز پرس روز قیامت ان سے ہوگی۔

٦٥٤ ـ وعن أَبي يَعْلىٰ مَعْقِل بن يَسَارٍ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «ما مِنْ عَبدٍ يَستَرعِيهِ اللهُ رَعيَّةً، يَمُوتُ يَومَ يَمُوتُ وَهُوَ غاشٌّ

۲/ ۶۵۴ حضرت ابو یعلیٰ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کسی رعیت کی رکھوالی جس آدمی کے سپرد کردے اور وہ انہیں دھوکہ دیتے ہوئے مر

لِرَعِيَّتِهِ، إلا حَرَّمَ اللهُ عَلَيهِ الجَنَّةَ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: «فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصحِهِ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ». وفي روايةٍ لمسلم: «مَا مِن أَمِيرٍ يَلِي أُمورَ المُسلِمينَ، ثُمَّ لَا يجهَدُ لَهُم، وَيَنْصَحُ لَهُم، إلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الجَنَّةَ».

جائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کی۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے' جو حاکم بھی مسلمانوں کے معاملات کا ذمے دار بنے' پھر وہ ان کے مسائل کے حل کے لئے بھرپور کوشش اور ان کی خیرخواہی نہ کرے تو ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب من استرعي رعية فلم ينصح - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الإمام العادل، وعقوبة الجائر، والحث علي الرفق بالرعية، والنهي عن إدخال المشقة عليهم.

۶۵۴۔ فوائد: اس میں حکمرانوں کو ان کی ذمے داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ بہت ہی اہم منصب ہے۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے مسائل و معاملات کے وہ ذمے دار ہیں۔ اگر وہ پوری توجہ' ہمت اور خیرخواہی سے ان کے مسائل حل نہیں کریں گے تو اللہ کے ہاں وہ مجرم ہوں گے اور ان کی رعایا تو اپنے ایمان و عمل کی بدولت جنت میں چلی جائے گی لیکن یہ اس سے محروم رہ جائیں گے۔ اس لئے حکمران اقتدار کے نشے میں بدمست اور عوام کے معاملات سے غافل نہ ہوں بلکہ عنداللہ جواب دہی کے احساس سے سرشار ہوکر ان کو عدل و انصاف اور امن و سکون مہیا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

٦٥٥ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول في بَيتي هذا: «اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمرِ أُمَّتي شَيْئاً، فَشَقَّ عَلَيهِم، فَاشقُق عليه، وَمَن وَلِيَ مِنْ أمرِ أُمَّتي شَيْئاً، فَرَفَقَ بِهِم، فَارفُق بِهِ» رواه مسلم.

۳/ ۶۵۵ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا' اے اللہ جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا ذمے دار بنے' پھر وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے کسی معاملے کا ذمے دار بنے' پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الإمام العادل...

۶۵۵۔ فوائد: کتنا خوش نصیب ہے وہ حکمران جو عوام کو عدل و انصاف مہیا کرکے نبی ﷺ کی دعائے خاص کا مستحق بن جائے اور اسی حساب سے کتنا بدنصیب ہے وہ حکمران جو عوام کے ساتھ ناانصافی کا ارتکاب کرکے حضور

ﷺ کی بددعاؤں کا مستحق اپنے آپ کو بنالے۔ اس میں عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کی ترغیب اور عوام پر ظلم و زیادتی سے اجتناب کرنے کی تاکید ہے۔

٦٥٦ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه قـال: قـال رسـولُ اللهِ ﷺ: «كَـانَـتْ بَنُـو إِسرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّـهُ لَا نَبِيَّ بَعْـدِي، وَسَيَكُـونُ بعدي خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ» قالوا: يَا رسولَ الله! فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قال: «أَوفُوا بِبَيعَةِ الأَوَّلِ فالأَوَّلِ، ثُمَّ أَعْطُوهُمْ حَقَّهُم، وَاسأَلُوا اللهَ الَّذي لَكُم، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُم عَمَّا استَرعَاهُم» متفقٌ عليه.

۴/٦٥٦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بنو اسرائیل کی سیاست ان کے پیغمبر کرتے تھے، جب ایک پیغمبر فوت ہوجاتا تو اس کا جانشین دوسرا پیغمبر بن جاتا اور (یاد رکھو) میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور میرے بعد خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! پس آپ ہمیں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، جس سے پہلے بیعت کرو، اسے پورا کرو، پھر اس کے بعد والے سے بیعت کرو، پھر انہیں ان کا حق دو اور تمہارے جو اپنے حقوق ہیں، ان کا سوال اللہ سے کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بابت، جن کا ان کو والی بنائے گا، خود ہی ان سے پوچھ لے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، آخر كتاب الأنبياء، باب ما ذكر بني إسرائيل - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الأول فالأول.

٦٥٦- فوائد: سیاست بری چیز نہیں۔ اگر بری ہوتی تو انبیاء سیاست نہ کرتے۔ انبیاء کے سیاست کرنے کا مطلب ہے، جہانبانی اور حکومتی معاملات بھی انہی کے سپرد ہوتے تھے یعنی دین اور دنیا، دونوں امور کے ذمے دار انبیاء علیہم السلام ہوتے تھے، دین اور دنیا کے درمیان تفریق نہیں، یکجائی تھی۔ جیسے خلافت راشدہ اور اس کے کچھ عرصے بعد تک اسلام میں بھی یہ صورت رہی۔ اس لئے ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرا نبی آجاتا اور اس کا جانشین بن جاتا، جیسے حکمرانی کے منصب میں ہوتا ہے۔ ایک کے بعد کوئی دوسرا حکمران بن جاتا ہے۔ (۲) اس میں ختم نبوت کا مسئلہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ خلفاء ہوں گے اور دعویداران خلافت زیادہ ہوں تو اس کا حل بھی بیان فرما دیا کہ پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے مدعی خلافت کی طرف توجہ مت دو۔ (۳) حکمرانوں کی کوتاہیوں کا حل بھی تجویز فرما دیا اور وہ ان کے خلاف بغاوت اور احتجاجی مظاہرے نہیں ہیں بلکہ انتظامی معاملات میں ان کی اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کی بارگاہ میں دعا کرنا ہے۔

افسوس ہے کہ اسلامی ملکوں میں جب سے مغرب کی ملعون جمہوریت آئی ہے، ان کا سارا استحکام ختم ہوگیا ہے کیونکہ امن و استحکام کے لئے ضروری ہے کہ نظم مملکت انتشار اور ابتری سے محفوظ رہے اور یہ نظم بادشاہت میں اب بھی موجود ہے اور وہاں نسبتاً امن و استحکام ہے اگر اللہ کے حکم کے مطابق خلافت کا نظام ہو تو

مکمل امن و استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن جمہوریت نے جہاں اپنے پنجے گاڑ لئے ہیں' وہاں نظم مملکت سخت انتشار سے دوچار ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان ملکوں کے بیشتر وسائل اسی انتشار اور سیاسی اتھل پتھل کی نذر ہو رہے ہیں اور یہ سارے "جمہوریے" امن اور استحکام سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ملکوں کو "جمہوریت" کے پنجۂ استبداد سے نجات عطا فرمائے جس کو انہوں نے آزادی کی نیلم پری سمجھ کر سینے سے لگایا ہوا ہے۔

٦٥٧ ـ وعن عائذِ بنِ عمرٍو رضي الله عنه أنَّهُ دَخَلَ عَلى عُبَيدِ اللهِ بن زِيَادٍ، فقال له: أَيْ بُنَيَّ! إنِّي سَمِعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الحُطَمَةُ» فإيَّاكَ أَن تَكُونَ مِنهُم. متفقٌ عليه.

۵ / ٦۵٧ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے اور ان سے کہا' اے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بدترین حاکم' رعایا پر ظلم کرنے والے ہیں' پس تو اس سے بچ کہ تو ان میں سے ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: تقدم تخريجه في باب في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، برقم١٩٢.

٦۵٧۔ فوائد: الحطمه' ایسے چرواہے کو کہتے ہیں جو اپنے ریوڑ کو نہایت سختی کے ساتھ ہانکتا اور اندھا دھند ان پر لاٹھی برساتا ہے جس سے وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ یہاں ایسے حکمران کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور ان پر نرمی نہیں کرتا۔ اس میں ظالم حکمرانوں کے لئے وعید اور سخت تنبیہ ہے۔

٦٥٨ ـ وعن أبي مَريَمَ الأَزدِيِّ رضي الله عنه، أنه قال لِمُعاوِيَةَ رضي الله عنه: سَمِعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «مَنْ وَلَّاهُ اللهُ شَيئاً مِن أُمورِ المُسلِمينَ، فَاحتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِم وخَلَّتِهِم وفَقرِهِم، احتَجَبَ الله دُونَ حَاجَتِهِ وخَلَّتِهِ وفَقرِهِ يَوْمَ القِيامَةِ» فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلاً على حَوَائِجِ النّاسِ. رواه أبو داود، والترمذي.

٦ / ٦۵٨ حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' آپ فرماتے تھے' جس کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کچھ امور کا والی بنائے اور وہ ان کی ضرورتوں' حاجتوں اور فقر کے درمیان آڑے آجائے (یعنی انہیں پورا نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ بھی روز قیامت اس کی حاجت و ضرورت اور فقر کے درمیان آڑے آجائے گا۔ پس حضرت معاویہؓ نے (یہ حدیث سن کر) ایک آدمی کو لوگوں کی حاجات معلوم کرنے کے لئے مقرر فرما دیا۔ (ابو داؤد' ترمذی)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الخراج، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية ـ وسنن ترمذي، أبواب الأحكام، باب ما جاء في إمام الرعية.

٦۵٨۔ فوائد: آڑے آنے کا مطلب ہے کہ حکمران اہل حاجات کو اپنے تک پہنچنے نہ دے اور خود ان کے مسائل و معاملات پر توجہ نہ دے اور اللہ کے آڑے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی روز قیامت اس کی کوئی پروا نہیں کرے گا جب کہ انسان اس روز اللہ کی رحمت کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا۔ اس میں ایسے

حکمرانوں کے لئے سخت وعید ہے جو ضرورت مند عوام سے براہ راست رابطہ نہیں رکھتے اور نہ انہیں اپنے دروازوں تک آنے دیتے ہیں۔

٧٩ ـ بابُ الْوَالِي الْعَادِلِ

۷۹۔ انصاف کرنے والے حکمران کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَـٰنِ ﴾ [النحل: ٩٠]. وقال تعالى: ﴿ وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ﴾ [الحجرات: ٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اور فرمایا: انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

٦٥٩ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ في ظِلِّه يومَ لا ظِلَّ إلَّا ظِلُّهُ: إمَامٌ عَادِلٌ، وشَابٌّ نَشَأَ في عِبَادَةِ اللهِ تعالى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ في المَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا في اللهِ، اجتَمَعَا عليه، وَتَفَرَّقَا عَلَيهِ، ورجُلٌ دَعَتْهُ امرَأَةٌ ذَاتُ مَنصِبٍ وَجَمالٍ، فَقَال: إنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخفَاهَا حَتَّى لَا تَعلَمَ شِمَالُهُ ما تُنفِقُ يَمِينُهُ، ورَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَينَاهُ» متفقٌ عليه.

۱/ ٦٥٩ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (۱) انصاف کرنے والا حکمران۔ (۲) وہ نوجوان، جو اللہ کی عبادت میں پل کر بڑھا ہو (۳) وہ آدمی، جس کا دل مسجدوں میں اٹکا ہوا ہو (۴) وہ دو آدمی، جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اسی کی وجہ سے باہم جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں (۵) وہ آدمی، جس کو منصب و جمال والی عورت دعوت گناہ دے اور وہ اس کے جواب میں کہہ دے، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں (٦) وہ آدمی، جس نے اس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے (اس کے خوف سے) آنسو رواں ہوگئے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: تقدم في باب فضل الحب في الله، برقم٣٧٦.

فوائد: یہ روایت اس سے قبل باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ، رقم ۲/ ۳۷٦ میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے امام عادل کی فضیلت کے اثبات میں دوبارہ لائے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے باب مذکور۔

٦٦٠ ـ وعن عبدِ الله بنِ عمرِو بنِ العـاص رضـي اللهُ عنهمـا قـال: قـال

۲/ ٦٦٠ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک

رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ المُقسِطِينَ عِندَ اللهِ علَى مَنابرَ مِنْ نُورٍ: الَّذينَ يَعدِلُونَ في حُكمِهِمْ وَأَهلِيهِمْ وَمَا وَلُوا» رواهُ مسلم.

انصاف کرنے والے' اللہ کے پاس' نور کے منبروں پر ہوں گے یعنی وہ لوگ جو اپنے حکم' اپنے گھر والوں کے بارے میں اور ان کاموں میں جو ان کے سپرد ہیں' انصاف کا اہتمام کرتے ہیں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الإمام العادل وعقوبة الجائر . . .

۶۶۰۔ فوائد: نور کے منبر' کس طرح ہوں گے؟ اس کی اصل حقیقت سے گو ہم واقف نہیں ہیں تاہم اس کی حقیقت پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور یہ بھی کہ یہ لوگ یقیناً عرش یا رحمت الٰہی کے سائے تلے ہوں گے جبکہ لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اس میں عدل و انصاف کی فضیلت اور انصاف کرنے والوں کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔

٦٦١ ـ وعَنْ عَوفِ بنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عنه قال: سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «خِيَارُ أئمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ، وَشِرَارُ أَئمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُم وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ!» قَالَ: قُلْنا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلاَ نُنَابِذُهُمْ؟ قَالَ: «لاَ، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلاةَ، لاَ، مَا أَقَامُوا فيكُمُ الصَّلاةَ» رواهُ مسلم.
قوله: «تُصَلُّونَ عَلَيهِمْ»: تَدْعُونَ لَهُمْ.

۳ / ۶۶۱ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم ان کے حق میں دعائے خیر کرو اور وہ تمہارے حق میں دعائے خیر کریں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں' تم ان پر لعنت کرو' وہ تم پر لعنت کریں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان کی بیعت توڑ کر ان کے خلاف بغاوت نہ کریں؟ آپ نے فرمایا' نہیں۔ جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں' نہیں۔ جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں۔ (مسلم)
تصلون علیھم' کے معنی ہیں ان کے حق میں تم دعا کرو۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب خيار الأئمة وشرارهم.

۶۶۱۔ فوائد: (۱) اس میں دونوں قسم کے حکمرانوں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ ایک وہ حکمران' جو عوام کے خیر خواہ اور انہیں عدل و انصاف مہیا کرنے والے ہیں۔ یہ بہترین حکمران ہیں ان کے لئے عوام دعائیں کرتے ہیں اور یہ عوام کے لئے کرتے ہیں اور دوسرے بدترین حکمران۔ جن کو صرف اپنے اقتدار اور مفادات سے غرض ہوتی ہے۔ عوام کو عدل و انصاف مہیا کرنے اور ان کی مشکلات حل کرنے سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی سب لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس میں بھی حکمرانوں کو دراصل عدل و انصاف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ عنداللہ وعند

الناس محبوب بننے کا یہی طریقہ ہے (۲) ظالم حکمران بھی' جب تک کفر صریح کا ارتکاب نہ کریں اور شعائر اسلام بالخصوص نماز کی پابندی کریں- ان کے خلاف خروج و بغاوت کی اجازت نہیں- کیونکہ بغاوت میں فائدہ موہوم ہے جب کہ نقصان بہت زیادہ ہے-

٦٦٢ ـ وعنْ عِيَاضِ بنِ حِمارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «أَهْلُ الجَنَّةِ ثَلاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ القَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبى وَمُسْلِمٍ، وعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيالٍ» رواهُ مسلم.

۴/ ۶۶۲ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین قسم کے لوگ جنتی ہیں- ایک وہ حکمران جو انصاف کرنے والا اور اعمال خیر کی توفیق سے بہرہ ور ہو- دوسرا' وہ آدمی جو ہر مسلمان اور رشتے دار کے لئے مہربان اور نرم دل ہو- تیسرا' مانگنے سے گریزاں وہ شخص' جو عیالدار ہونے کے باوجود سوال سے بچنے والا ہو- (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار.

۶۶۲- فوائد: یہ تینوں مذکورہ صفات اہل ایمان کی خاص صفات ہیں جو ایک مومن کو جنت میں لے جانے کا باعث ہیں- ہر مومن کو ان صفات حسنہ سے آراستہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے-

٨٠ ـ بابُ وُجُوبِ طَاعَة وُلاَةِ الأُمُورِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِ طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ.

۸۰- جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کے ضروری ہونے کا اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت کے حرام ہونے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ ﴾ [النساء: ٥٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور ان کی جو تمہارے حکمران ہیں-

فائدہ آیت: اللہ اور رسول دونوں کے ساتھ لفظ اطاعت کے ذکر سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان دونوں کی اطاعت مستقل بالذات ہے- جس کا مفاد یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کرنا واجب ہے جبکہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت مستقل نہیں بلکہ اللہ و رسولؐ کے تابع ہے- اس لئے ان کا جو حکم قرآن و حدیث کے موافق ہوگا' اس میں ان کی اطاعت لازم اور جو حکم ان کے مخالف ہوگا اس کی اطاعت غیر لازم ہوگی جیسا کہ امام نوویؒ نے باب باندھا ہے-

٦٦٣ ـ وعن ابنِ عمرَ رضيَ اللهُ عنهما عَن النَّبيِّ ﷺ قال: «عَلى المَرْءِ المُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيما أَحَبَّ وَكَرِهَ،

۱/ ۶۶۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مسلمان مرد پر (اپنے مسلمان حکمران کی بات) سننا اور ماننا فرض ہے' وہ بات اسے پسند ہو یا

إلَّا أنْ يُؤمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلا سَمْعَ وَلا طَاعَةَ» متفقٌ عليه.

ناپسند- مگر یہ کہ اسے گناہ کرنے کا حکم دیا جائے -پس جب اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر اس پر سننا اور ماننا فرض نہیں- (بلکہ انکار کرنا ضروری ہے)۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تکن معصیة، وکتاب الجهاد، باب السمع والطاعة للإمام ـ وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غیر معصیة وتحریمها في المعصیة.

۶۶۳- فوائد: اس میں مسلمانوں کے لئے مسلم حکمرانوں کی اطاعت کی حدود واضح کردی گئی ہیں- مسلم حکمرانوں کی عزت اسی میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں سے انحراف نہ کریں- ورنہ وہ اخروی عذاب کے علاوہ دنیوی ذلت سے بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

٦٦٤ ـ وعنه قال: كُنَّا إذا بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُولُ لَنَا: «فِيما اسْتَطَعْتُمْ» متفقٌ عليه.

۲/ ۶۶۴ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ ہم آپ کی بات سنیں گے اور مانیں گے تو آپ فرماتے تھے' ان چیزوں میں جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام ـ وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب البیعة علي البیعة...

۶۶۴- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مسلم حکمران کی اطاعت کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ اس کا حکم اللہ و رسول کے مخالف نہ ہو وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عوام کی طاقت سے بالا نہ ہو- اگر ایسا ہوگا تو اس کی اطاعت بھی ضروری نہیں ہوگی- اس میں حکمرانوں کو تنبیہہ ہے کہ وہ عوام کو ایسی مشقت میں نہ ڈالیں کہ جس کا اٹھانا ان کے لئے مشکل ہو- جیسے فی زمانہ ناروا قسم کے ٹیکس اور بوجھ ڈالے جا رہے ہیں اور پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔

٦٦٥ ـ وعنهُ قالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَنْ خَلَعَ يَداً مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ القِيامَةِ وَلا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جاهِلِيَّةً» رواهُ مسلم. وفي روايةٍ له: «وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ، فَإنَّهُ يَمُوتُ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً». «المِيتَةُ» بكسر الميم.

۳/ ۶۶۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے (حکمران کے جائز کاموں میں) اطاعت سے ہاتھ اٹھا لیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی اور جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا- (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ جماعت کو چھوڑے ہوئے تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔
المیتۃ ' میم پر زیر ہے۔

تخریج: صحیح مسلم ، کتاب الإمارة، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن.

۶۶۵- فوائد: اس حدیث میں بھی مسلمان حکمران کی اطاعت کو لازم اور اس کی بیعت و اطاعت سے گریز و انحراف کو کفر و ضلال سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اسے جاہلیت کی موت اس لئے فرمایا کہ اسلام سے قبل ایک امیر کی اطاعت کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ اس میں وہ اپنی عار اور ذلت محسوس کرتے تھے۔ اسلام نے اس طوائف الملوکی کا خاتمہ کرکے انہیں نظم و ضبط کا پابند بنایا اور اطاعت امیر کی تاکید کی۔ تاہم اس میں جس امیر کی بیعت اور اطاعت کو ضروری اور اس سے خروج و بغاوت کو جاہلیت قرار دیا گیا ہے۔ اس سے صاحب امرو اختیار امیر یعنی حکمران اور بادشاہ وقت مراد ہے۔ مسلمانوں کی محدود جماعتوں کے بے اختیار امیر مراد نہیں ہیں کیونکہ ان کی اطاعت سے ملکی استحکام وابستہ ہے نہ ان کی عدم اطاعت سے نظم مملکت میں کوئی اختلال واقع ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی بیعت و اطاعت سے انکار یا انحراف اتنا بڑا جرم نہیں کہ اسے کفر و ضلال قرار دیا جاسکے' جب کہ حدیث میں اسے کفر و ضلال ہی کہا گیا ہے۔ جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امیر سے مراد مسلمانوں کا بااختیار حاکم ہے نہ کہ تنظیمی معاملات کے امیر اور جماعت سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے نہ کہ مسلمانوں کا کوئی ایک گروہ یا دھڑا۔ تاہم اپنے اپنے گروہ کے امیر یا صدر کی اطاعت بھی ضروری ہے' کیونکہ اس کے بغیر کسی گروہ میں نظم و ضبط قائم نہیں رہ سکتا' گو اس نظم جماعت سے خروج کفر نہیں' جیسا کہ جماعت المسلمین اور اس کے امیر سے خروج کفر ہے۔
اس طرح بعض لوگ کسی نہ کسی پیر و مرشد کی بیعت کرنا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

٦٦٦ ـ وَعَنْ أَنَسٍ رضيَ الله عنه قـال: قـالَ رَسُـولُ اللهِ ﷺ: «اسْمَعُـوا وَأَطِيعُـوا، وَإِنِ اسْتُعْمِـلَ عَلَيْكُـمْ عَبْـدٌ حَبَشِـيٌّ، كَـأَنَّ رَأْسَـهُ زَبِيبَـةٌ» رواه البخاري.

۴/۶۶۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' (حکمرانوں کی بات) سنو اور اطاعت کرو' اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام ہی کو حاکم مقرر کردیا جائے گویا کہ اس کا سرانگور ہے (یعنی انگور کی طرح چھوٹا سا ہے' جس سے انسان بڑا عجیب سا لگتا ہے۔) (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأذان، باب إمامة العبد والمولى، وباب إمامة المفتون والمبتدع، وکتاب الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام.

۶۶۶- فوائد: غلام کو اور وہ بھی سیاہ فام اور چھوٹے سے سر کا ہو' کوئی بھی احترام کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ لیکن

حدیث میں اس کی مثال دی گئی ہے جس سے مقصود امیر کی اطاعت و فرماں برداری کی تاکید ہے۔ چاہے اس کا رنگ کیسا ہی ہو اور وہ کسی بھی جنس اور نسل سے تعلق رکھتا ہو بشرطیکہ اس کا حکم قرآن و حدیث کے مخالف نہ ہو۔

٦٦٧ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ» رواهُ مسلم.

٥/ ٦٦٧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تجھ پر سننا اور ماننا ضروری ہے' اپنی تنگی کی حالت میں بھی اور خوشحالی میں بھی' اپنی خوشی میں بھی اور ناخوشی میں بھی اور حکمرانوں کے تجھ پر دوسروں کو ترجیح دینے کی صورت میں بھی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية.

٦٦٧۔ فوائد: حکمرانوں کی اطاعت' چونکہ ملت کے مجموعی مفاد کے لئے ضروری ہے اس لئے تاکید کی گئی کہ تم اپنے ذاتی مفادات اور حالات و جذبات مت دیکھو بلکہ ان سے بالا ہوکر سوسائٹی کے مفادات کے پیش نظر ہر صورت میں حکمرانوں کی اطاعت کرو۔ سوائے نافرمانی کے کاموں کے' کہ ان میں اطاعت کرنا جائز نہیں۔

٦٦٨ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ عَمرِو رضيَ اللهُ عنهما قال: كُنَّا مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ في سَفرٍ، فَنَزلْنَا مَنْزِلًا، فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِباءَهُ، وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ، وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ، إذْ نَادَى مُنَادِي رسولِ اللهِ ﷺ: الصَّلاةَ جَامِعَةً. فَاجْتَمَعْنَا إلى رَسُولِ اللهِ ﷺ فقال: «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إلَّا كَانَ حَقاً عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُها فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، وَتَجِيءُ فِتَنٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضاً، وَتَجِيءُ الفِتْنَةُ فَيَقُولُ المُؤْمِنُ: هٰذِهِ مُهْلِكَتِي، ثُمَّ تَنْكَشِفُ، وَتَجِيءُ الفِتْنَةُ فَيَقُولُ المُؤْمِنُ: هٰذِهِ هٰذِهِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ

٦/ ٦٦٨ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے پس ہم نے ایک منزل پر قیام کیا' ہم میں سے بعض اپنے خیمے درست کررہے تھے' بعض تیراندازی وغیرہ میں مقابلہ کررہے تھے اور بعض اپنے مویشیوں میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی کہ نماز تیار ہے۔ پس ہم سب رسول اللہ ﷺ کی طرف جمع ہوگئے۔ تو آپ نے فرمایا' مجھ سے پہلے جو نبی بھی ہوا' اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کی رہنمائی ایسے کاموں کی طرف کرے جن کو وہ ان کے لئے بہتر جانتا اور ان کو ان کاموں سے ڈرائے جن کو وہ ان کے لئے برا جانتا' اور تمہاری یہ امت جو ہے اس کی عافیت اس کے ابتدائی حصے میں رکھ دی گئی ہے اور اس کے آخری حصے میں آزمائش اور ایسے معاملات پیش آئیں گے جن کو تم برا سمجھو گے اور ایسے فتنے ظہور پذیر ہوں گے کہ ایک' دوسرے کو ہلکا کردے

الَّذي يُحبُّ أنْ يُؤْتَى إليْهِ. وَمَنْ بَايَعَ إمَاماً فأَعْطَاهُ صفْقَةَ يَدِهِ، وثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَليُطِعْهُ إنِ اسْتطَاعَ؛ فَإنْ جاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَاضْرِبُوا عُنُقَ الآخَرِ» رواهُ مسلم. قَوْلُهُ: «يَنْتَضِلُ» أيْ: يُسَابِقُ بالرَّمْي بالنَّبْلِ والنُّشَّابِ. وَ«الجَشَرُ» بفتح الجيم والشين المعجمة وبالراء: وهيَ الدَّوابُّ الَّتي تَرْعَى وَتَبِيتُ مَكَانَهَا. وقوله: «يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضاً» أي: يُصَيِّرُ بَعْضَهَا رَقِيقاً، أي: خَفِيفاً لِعِظَمِ مَا بَعْدَهُ، فالثَّانِي يُرَقِّقُ الأوَّلَ. وقيلَ: مَعْنَاهُ: يَسُوقُ بَعْضُهَا إلَى بَعْضٍ بِتَحْسِينِهَا وَتَسْوِيلِهَا، وقِيلَ: يُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضاً.

گا (یعنی ایک سے ایک بڑھ کر فتنہ رونما ہوگا کہ بعد میں آنے والے فتنے کے مقابلے میں پہلا فتنہ بالکل ہلکا لگے گا) ایک فتنہ سامنے آئے گا تو مومن کہے گا' یہی میری ہلاکت کا باعث ہوگا پھر وہ دور ہو جائے گا اور کوئی اور فتنہ ظہور پذیر ہوگا تو مومن کہے گا یہی وہ فتنہ ہے جو سب سے بڑا ہے۔ پس جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ جہنم کی آگ سے دور ہو اور جنت میں داخل کردیا جائے تو اس کو موت اس حالت میں آنی چاہیے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرے جو اپنے ساتھ کئے جانے کو پسند کرے اور جو شخص کسی امام کی بیعت کرے اور اسے اپنا ہاتھ اور اپنے دل کا پھل دے دے (یعنی دل میں اس کی بیعت کے پورا کرنے کا عزم رکھے) تو اس کو چاہیے کہ امکان بھر اس کی اطاعت کرے' پھر اگر دوسرا کوئی اس کو اپنا تابع بنانے کے لئے اس سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو (اسے قتل کردو) (مسلم)

ینتضل' تیر اندازی میں مقابلہ کررہے تھے۔

جشر' جیم اور شین پر زبر اور راء کے ساتھ' وہ مویشی جو (کھلے میدانوں میں) چرتے ہیں اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ یرقق بعضھا بعضا" ' یعنی ایک' دوسرے کو ہلکا کردیتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آنے والا فتنہ اس سے بڑا ہوتا ہے تو دوسرا پہلے کو ہلکا کردیتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ فتنے ایسے حسین اور دل لبھانے والے ہونگے کہ ایک فتنہ' دوسرے فتنے کا شوق پیدا کردے گا اور بعض نے اس کے معنی کئے ہیں کہ فتنے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بالوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول.

۶۶۸- فوائد: اس میں' ابتدائی حصے سے مراد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا عہد ہے' جسے دوسری حدیث میں خیرالقرون سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ عہد' مابعد کے تمام عہدوں سے زیادہ خیر و عافیت اور برکت و سعادت کا عہد

ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے فتنوں کے ظہور کی پیشین گوئی کی گئی ہے جو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں گے۔ اس پیشین گوئی کی صداقت آج ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔

فتنوں کے ظہور کی خبر سے مقصد' امت کو متنبہ کرنا ہے تاکہ وہ ان سے اپنا دامن بچا کر رکھے' اسی لئے اس سے بچنے کا طریقہ بھی بتلا دیا اور وہ ہے ایمان باللہ' ایمان بالآخرت کے عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہنا اور لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ اور حسن اخلاق کا اہتمام کرنا۔

اس میں اقتدار پسندوں کی کثرت کی بھی پیشین گوئی کی گئی ہے اور اس کا حل یہ بتلایا ہے کہ پہلے حاکم کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ مل کر دوسرے مدعی خلافت کی گردن اڑادو کیونکہ اس طرح ہی ملت اسلامیہ کی وحدت قائم رہ سکتی ہے اور انتشار و تفریق سے محفوظ۔ لیکن بدقسمتی سے "جمہوریت" نے اقتدار پسند ٹولوں کو ایک ایسا کھلونا ہاتھ میں دے دیا ہے جس سے امن و وحدت ایک قصہ پارینہ بن گئے ہیں اور انتشار و تفریق نصب العین اور استحکام و ترقی کا ضامن' فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ گویا ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

فَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكَى یا یوں کہہ لیجئے کہ بیماری کو علاج' درد کو درماں اور دکھ کو سکھ سمجھ لیا گیا ہے۔ ان حالات میں اصلاح ہو تو کیوں کر؟ شفا حاصل ہو تو کیسے؟ اور امن و استحکام اور وحدت و یکجہتی قائم ہو تو کس بنیاد پر؟ ؎

مژدہ باد اے مرگ' عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

٦٦٩ ـ وعن أبي هُنَيْدَةَ وائِلِ بن حُجْرٍ رضيَ اللهُ عنه قالَ: سَأَلَ سَلَمَةُ بنُ يَزيدَ الجُعْفيُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فقالَ: يَا نَبيَّ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ، ويمنَعُونَا حقَّنَا، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَأَعْرَضَ عنه، ثمَّ سَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا؛ فَإِنَّما عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا، وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ» رواهُ مسلم.

۷/ ٦٦٩ حضرت ابو ھنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' اے اللہ کے پیغمبر! اس کی بابت ارشاد فرمائیے کہ اگر ہم پر ایسے (برے) حاکم مسلط ہو جائیں کہ وہ ہم سے تو اپنا حق مانگیں لیکن ہمیں ہمارا حق نہ دیں' تو ہمارے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے اس سے اعراض فرمالیا۔ انہوں نے پھر آپ سے یہی سوال کیا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم ان کی بات سنو اور مانو' ان کے ذمے وہ بوجھ ہے جو انہیں اٹھوایا گیا (یعنی عدل و انصاف) اور تمہارے ذمے وہ بوجھ ہے جو تمہیں اٹھوایا گیا۔ (یعنی اطاعت)۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب في طاعة الأمراء وإن منعوا الحق.

٦٦٩۔ فوائد: مطلب یہ ہے کہ حاکم اور رعایا' دونوں کی اپنی اپنی ذمے داریاں ہیں جو بھی اس میں کوتاہی کرے

گا اس کا بوجھ اس پر ہوگا' جس کا خمیازہ اسے قیامت کے روز بھگتنا ہوگا۔ لیکن اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ اگر حاکم اپنی ذمے داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کریں تو رعایا بھی سمع و اطاعت سے انکار کردے۔ اس لئے کہ کوتاہی کا علاج کوتاہی سے ممکن نہیں۔ اس طرح مزید فساد ہوگا۔ بنابریں ملک کے مفاد عامہ کے لئے حکمرانوں کے ظلم کو برداشت کرنا' ان کے خلاف خروج و بغاوت کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ تاہم قانون جس حد تک تنقید کرنے اور اصلاح کی آواز بلند کرنے کی اجازت دے' اس حد تک ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا اور اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا' خروج و بغاوت سے مختلف چیز ہے اور اس کا اہتمام کرنا اپنی اپنی طاقت کے مطابق ضروری ہے۔

٦٧٠ ـ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ، وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا!» قالوا: يا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذٰلِكَ؟ قال: «تُؤَدُّونَ الحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُونَ اللهَ الَّذِي لَكُمْ» متفقٌ عليهِ.

٨ / ٦٧٠ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے بعد خود غرض حکمرانی ہوگی (یعنی سارے مفادات خود ہی سمیٹ لینے کی ہوس۔ یا دوسرے معنی میں اپنوں کو ترجیح دینا) اور دیگر امور جنہیں تم برا سمجھو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپؐ اس شخص کی بابت کیا حکم فرماتے ہیں جو ہم میں سے یہ زمانہ پالے؟ آپؐ نے فرمایا تم اپنا وہ حق ادا کرنا جو تمہارے ذمے ہے اور جو تمہارے حقوق (حکمرانوں کے ذمے ہیں) ان کا سوال تم اللہ سے کرنا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب علامات النبوة، وكتاب الفتن، باب «سترون بعدي أمورا» ـ صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بالوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول.

٦٧٠- فوائد: اس میں جہاں ایک طرف عوام کو حکمرانوں کے ظلم و ستم' ان کی اقربا نوازی یا خود ہی تمام قومی وسائل کو اپنے لئے مختص کرلینے کو صبر کے ساتھ برداشت کرلینے کی تلقین ہے' وہاں دوسری طرف بالواسطہ حکمرانوں کو بھی تنبیہہ ہے کہ وہ مذکورہ طور طریقے اختیار کرنے سے بچیں' ورنہ وہ عنداللہ مجرم ہوں گے۔

٦٧١ ـ وعن أبي هريرةَ رضي اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ يُطِعِ الأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي» متفقٌ عليهِ.

٩ / ٦٧١ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے میری اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی' اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے حاکم کی اطاعت کی' اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾ وكتاب الجهاد، باب يقاتل من وراء الإمام - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية.

۶۷۱- فوائد: امیر یا حاکم سے مراد اپنے وقت کا مسلم حکمران' کسی صوبے کا گورنر و وزیراعلیٰ اور کسی علاقے کا افسر مجاز ہے- ان کی اطاعت' جب تک اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو' ضروری ہے اور ان کی نافرمانی سخت گناہ- کیونکہ نظم ملت بہت ہی ضروری ہے اور وہ اسی طرح قائم رہ سکتا ہے-

٦٧٢ - وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئاً فَلْيَصْبِر، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْراً مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» متفقٌ عليه.

۱۰/ ۶۷۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے حاکم کا کوئی کام ناپسندیدہ دیکھے تو اس کو چاہیے کہ صبر کرے اس لئے کہ وہ بالشت برابر بھی حاکم کی اطاعت سے نکلا تو اس کی موت' جاہلیت کی موت ہوگی- (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ "سترون بعدي أمورا تنكرونها"، وكتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن وتحذير الدعاة...

۶۷۲- فوائد: اس میں بھی حکمرانوں کی اطاعت سے سرکشی کرنے سے روکا گیا ہے- اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے-

٦٧٣ - وعن أبي بكرةَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَنْ أَهَانَ السُّلْطَانَ أَهَانَهُ اللهُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن. وفي الباب أحاديث كثيرة في الصحيحِ، وقد سبق بعضها في أبواب.

۱۱/ ۶۷۳ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے بادشاہ کی بے توقیری کی اللہ بھی اسے ذلیل کرے گا- (ترمذی' حسن)

اور اس باب میں متعدد صحیح حدیثیں ہیں' جن میں سے کچھ مختلف ابواب میں گزر چکی ہیں-

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في الخلفاء. ترمذی میں الفاظ ہیں-

من اھان سلطان اللہ فی الارض-

۶۷۳- فوائد: بادشاہ کی بے توقیری اور اہانت سے مراد' ان کی حکم عدولی اور عدم اطاعت ہے- اس سے حکمرانوں کا وقار اور ان کی تمکنت و جلال متاثر ہوتا ہے جب کہ امن و استحکام کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کا رعب و دبدبہ قائم رہے تاکہ جرائم پیشہ اور قانون شکن عناصر کو اپنی مذموم کارروائیوں کی جسارت نہ ہو- بہرحال ملکی مفاد اور مصلحت عامہ کی وجہ سے مسلمانوں کو یہی تاکید کی گئی ہے کہ جب تک حکمرانوں سے کفر صریح کا ارتکاب نہ ہو اور جب تک وہ نماز اور دیگر شعائر دین کو قائم رکھیں' اس وقت تک ان کی اطاعت کرو'

چاہے وہ عدل و انصاف کے قیام اور عوام کے دیگر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے ہی ہوں۔ اسلام کی یہ ہدایت موجودہ مغربی جمہوریت سے یکسر مختلف ہے جس میں حزب اختلاف کا وجود نہایت ضروری ہے جس کا کام ہی ہر وقت حکومت پر تنقید اور اس کے خلاف لوگوں کو خروج و بغاوت پر آمادہ کرنا ہے تاکہ وہ حکومت ناکام اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جائے اور پھر وہ خود اس کی جگہ اقتدار پر فائز ہو جائے۔ اسلام میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا یہ تصور نہیں ہے۔ سب ایک ہی امت ہے اور ایک ہی کشتی کے سوار ہیں جن کے مفادات اور مقاصد بھی ایک ہیں اور حکمرانوں کی کوتاہیوں کے باوجود عوام کو ان کے خلاف خروج و بغاوت پر آمادہ کرنا جرم ہے۔ کیونکہ ہر چند سالوں کے بعد عام انتخابات پر قوم کے کروڑوں بلکہ اربوں روپے برباد کر دینا اور گلی گلی، کوچے کوچے بلکہ گھر گھر میں انتشار و تفریق کے بیج بونا بھی اسلامی تعلیمات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلام میں حکمرانی کے لئے چند سالوں کی حد مقرر نہیں ہے اور نہ وہ جلد جلد حکمرانوں کے عزل و نصب کو پسند ہی کرتا ہے۔ ان کی کوتاہیوں کو برداشت کرنے کی تاکید میں بھی یہی حکمت ہے تاکہ ایک حکمران کو حکومت کرنے کا زیادہ سے زیادہ وقت ملے کہ اسی میں عوام کا بھی مفاد ہے اور ملک کا استحکام بھی۔ کاش لوگ مغربی جمہوریت کے اس فریب اور سراب سے نکلیں اور اسلامی ہدایات کی روشنی میں اپنا نظام حکومت ترتیب دیں۔

٨١ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُؤَالِ الْإِمَارَةِ وَاخْتِيَارِ تَرْكِ الْوِلَايَاتِ إِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ أَوْ تَدْعُ حَاجَةٌ إِلَيْهِ

۸۱۔ عہدہ و منصب کا سوال کرنے کی ممانعت اور جب کوئی عہدہ متعین یا کوئی حاجت اس کی متقاضی نہ ہو تو حکومتی مناصب کو چھوڑ دینا بہتر ہے

قال الله تعالى: ﴿ تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَٱلْعَـٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ [القصص: ٨٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آخرت کا گھر ہم ان ہی لوگوں کے لئے کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

فائدۂ آیت: طلب امارت کا مطلب ہے کہ اس کا طالب دنیا میں بڑائی کو پسند کرتا ہے اور بڑائی پسندوں کا رویہ ہی زمین میں فساد کا باعث بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیت باب کے مفہوم کو واضح کر رہی ہے کہ عہدہ و منصب کی خواہش اور اس کے لئے سعی و کوشش کا انجام بالعموم برا ہی ہوتا ہے۔ حسن انجام اور عافیت اسی میں ہے کہ انسان حکومتی مناصب سے کنارہ کش رہے۔ آگے آنے والی احادیث میں اس مفہوم کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ احادیث ملاحظہ ہوں:

٦٧٤ ـ وعن أبي سعيد عبدِ الرحمنِ بنِ سَمُرَةَ رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ

۱/ ۶۷۴ حضرت ابو سعید عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! تو خود حکومت کے کسی منصب کا سوال نہ کرنا، اس لئے کہ یہ منصب اگر تجھے بغیر سوال

غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَها خَيْراً مِنها فَأْتِ الَّذي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ» متفقٌ عليه.

کئے مل گیا تو اس پر (اللہ کی طرف سے) تیری مدد ہوگی اور اگر سوال کرنے سے تجھے یہ ملے گا تو یہ تیرے سپرد کردیا جائے گا (اللہ کی مدد شامل حال نہیں ہوگی) اور جب تو کسی بات پر قسم اٹھالے' پھر تو کسی اور میں اس سے زیادہ بہتری دیکھے تو وہ کام اختیار کر جس میں بہتری ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأیمان والنذور، باب الکفارة قبل الحنث وبعده، وکتاب الأحکام، باب من لم یسأل الإمارة أعانه الله علیها ـ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب ندب من حلف یمینا فرأي غیرها خیرا...

۶۷۴۔ فوائد: امارت' سے مراد خلافت (حکومت) یا اس کا کوئی بھی منصب ہے۔ اس کی آرزو اور اس کے لئے کوشش کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بہت بڑی ذمے داری ہے جس سے عہدہ برآ ہونا نہایت مشکل امر ہے۔ البتہ جس کو بغیر مانگے یہ منصب مل جائے وہ اسے قبول کرلے کیونکہ بن مانگے یہ اسی کو ملے گا جس میں اس کی خاص استعداد و صلاحیت ہوگی۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی مدد ہوگی اور اسے خیر و سداد کی توفیق ارزانی ہوگی جبکہ خود خواہش کر کے حاصل کرنے والا اللہ کی طرف سے خیر اور سداد کی توفیق سے محروم رہے گا چنانچہ آج اس حقیقت کا عام مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ جمہوری حکمران خود کوشش کر کے بلکہ جائز و ناجائز ہر طرح کے ہتھکنڈے اختیار کرکے اقتدار حاصل کرتے ہیں - نتیجہ یہ ہے کہ خیر اور سداد کی توفیق سے وہ محروم رہتے ہیں۔ اس طرح کوئی حکمران اچھا اور کامیاب ثابت نہیں ہو رہا ہے کیونکہ سب اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے محروم ہیں۔

دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ کسی کام کی بابت قسم کھالی ہے جب کہ اس میں کسی دوسرے کام کے مقابلے میں خیر اور نفع زیادہ ہے تو ایسے موقعے پر قسم توڑ کے اس کا کفارہ ادا کردیا جائے اور جس میں بہتری ہے اس کام کو کرلیا جائے۔ کفارہ قسم' ایک گردن آزاد کرنا' یا دس مساکین کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا یا انہیں لباس مہیا کرنا ہے۔ جو ان کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

٦٧٥ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفاً، وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ» رواه مسلم.

۲ / ٦٧٥ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں (اس لئے تیرے لئے میری نصیحت یہ ہے کہ) تو دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ کسی یتیم کے مال کا نگران بننا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب کراهة الإمارة بغیر ضرورة.

٦٧٥- فوائد: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بڑے زاہد قسم کے صحابی تھے' دنیاوی معاملات میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اسی اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مذکورہ نصیحت فرمائی اور انہیں ان ذمے داریوں میں کمزور قرار دیا کیونکہ مذکورہ ذمے داریاں وہی شخص صحیح معنوں میں ادا کر سکتا ہے جو دنیاوی معاملات میں دلچسپی لیتا اور انہیں خوب سمجھتا ہو نہ کہ وہ جسے امور دنیا سے نفرت ہو اور ان سے وہ دور بھاگتا ہو۔ اس میں عام لوگوں کی مصلحت اور ان کے مفادات اور اسی طرح یتیموں کے اموال کی حفاظت کا جذبہ بھی کار فرما ہے کیونکہ ان معاملات میں کمزور آدمی سے ان کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے' گو وہ خود نقصان پہنچانے کی نیت نہ رکھتا ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو آدمی جس کام کے لائق ہو اسے وہی کام سونپنا چاہئے۔ اسے دوسرا کام سونپنے سے بات درست نہیں رہے گی۔

٦٧٦ - وعنه قال: قلتُ: يا رسولَ اللهِ! ألا تَستعمِلُني؟ فضرَبَ بيدِهِ على مَنكِبي ثُمَّ قالَ: «يا أبا ذرٍّ! إنَّكَ ضَعيفٌ، وإنَّها أمانَةٌ، وإنَّها يَومَ القِيامَةِ خِزيٌ وندامَةٌ، إلَّا مَن أخذَها بِحَقِّها، وأدَّى الذي عليهِ فيها» رواه مسلم.

٣/٦٧٦ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے کہا' یارسول اللہ! کیا آپ مجھے کسی جگہ کا عامل (سرکاری عہدیدار) نہیں بنا دیتے؟ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارا اور فرمایا' اے ابوذر! تو کمزور ہے' اور (یہ منصب) ایک اہم امانت ہے۔ یہ قیامت والے دن رسوائی اور ندامت (کا باعث) ہو گا۔ سوائے اس شخص کے جو اسے حق کے ساتھ (اہلیت کی بنیاد پر) حاصل کرے اور ان ذمے داریوں کو پورا کرے جو اس کی بابت اس پر عائد ہوتی ہیں۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب کراهة الإمارة بغیر ضرورة.

٦٧٦- فوائد: اس میں ان لوگوں کو سرکاری مناصب حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے جن میں دو شرطیں موجود ہوں۔ ایک اس منصب کی اہلیت اور دوسری' اس منصب کی ذمے داریوں کی ادائیگی کی استعداد و قوت۔ جیسے کوئی حکمران بنے تو عدل و انصاف قائم کرنے اور اس کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کی صلاحیت و قوت سے بہرہ ور ہو۔ مالیات کے شعبے کا انچارج بنے تو اس کی اہلیت اور اس کی ذمے داریوں کی ادائیگی کی استعداد سے مالا مال ہو۔ گورنر یا کسی شعبے کا وزیر' مشیر یا کلرک وغیرہ جو بھی بنے' اس کی اہلیت بھی اس میں موجود ہو اور دیانت و امانت سے اس کی ذمے داریوں کو ادا کرنے کا جذبہ و استعداد بھی ہو۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ کیونکہ یہ ایک بہت بڑی امانت ہے۔ مذکورہ شرطوں کے بغیر اسے حاصل کرنا ایک گونہ خیانت ہے جس کی سخت سزا قیامت کے روز اسے بھگتنی پڑے گی۔

٦٧٧ - وعن أبي هُريرةَ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إنَّكُم ستَحرِصونَ على الإمارَةِ، وستَكونُ

٤/٦٧٧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم یقیناً حکومت اور امارت کی حرص کرو گے (لیکن یاد رکھو) یہ قیامت والے دن

نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ» رواه البخاري.

ندامت (کا باعث) ہوگی۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من الحرص علي الإمارة.

۶۷۷۔ فوائد: اس میں بھی امارت و ولایت کی عظیم ذمے داریوں کے حوالے سے ان لوگوں کو ڈرایا گیا ہے جو بغیر اہلیت کے اس کی خواہش کریں گے اور پھر اس میں کوتاہیوں کی وجہ سے عنداللہ مجرم قرار پائیں گے۔ اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ انسان حکومتی ذمے داریوں سے دور ہی رہے۔ اور اگر اہلیت کی بنیاد پر اسے یہ منصب ملے تو وہ اس کے تقاضے بھی پوری دیانتداری سے ادا کرے تاکہ روز قیامت کی ندامت سے وہ محفوظ رہے۔

۸۲ ـ بَابُ حَثِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِي وَغَيْرِهِمَا مِنْ وُلَاةِ الْأُمُورِ عَلَى اتِّخَاذِ وَزِيرٍ صَالِحٍ وَتَحْذِيرِهِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوءِ وَالْقَبُولِ مِنْهُمْ

۸۲۔ بادشاہ' قاضی اور دیگر حکام مجاز کو نیک وزیر مقرر کرنے کی ترغیب اور انہیں برے ہم نشینوں سے اور ان سے (ہدیہ وغیرہ) قبول کرنے سے ڈرانے کا بیان

قَالَ الله تعالى: ﴿ ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ ﴾ [الزخرف: ٦٧].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس روز' دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔

فائدۂ آیت: یعنی قیامت والے دن نیک لوگوں کی باہمی محبت اور دوستی تو قائم رہے گی کیونکہ ان کی دوستی اللہ کے لئے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی پر مبنی ہوتی ہے۔ اس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بجاطور پر استدلال فرمایا کہ حکومتی ذمے داریوں کی ادائیگی کے لئے بھی نیک لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔ وزیر' مشیر' اہلکار اور دیگر تمام مناصب کے لئے ایمان و تقویٰ کو بنیاد بنایا جائے تاکہ وہ صحیح مشورہ دیں اور صحیح کام کریں اور اگر حکمران نے برے اور خودغرض لوگوں کو اپنا ہم نشین اور عہدیدار (وزیر و مشیر وغیرہ) بنالیا اور ان کی باتوں اور ہدیوں کو قبول کرنا شروع کردیا تو جس طرح وہ خود غلط ہیں' حکمرانوں کو بھی غلط راستے پر لے جائیں گے اور قیامت والے دن یہ سب ایک دوسرے کے دشمن اور ایک دوسرے کو کوتاہیوں اور غلطیوں کا ذمے دار ٹھہرائیں گے۔

٦٧٨ ـ عن أبي سعيدٍ وأبي هريرةَ رضي الله عنهما أن رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا بَعَثَ اللهُ مِن نَبِيٍّ، وَلا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيفَةٍ إلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَحُضُّهُ عليهِ، وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عليهِ، وَالْمَعْصُومُ من عَصَمَ

۱/ ۶۷۸ حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اور اس کے بعد جس کو بھی خلیفہ بنایا تو اس کے دو راز دار ساتھی ہوتے تھے۔ ایک محرم راز اس کو نیکی کا حکم دیتا اور اس پر اسے آمادہ کرتا اور دوسرا محرم راز اسے برائی کا حکم دیتا اور اس پر اسے آمادہ کرتا اور

الله» رواه البخاري.

محفوظ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب القدر، باب المعصوم من عصم الله، وكتاب الأحكام، باب بطانة الإمام وأهل مشورته.

۶۷۸۔ فوائد: اس میں گویا ترغیب دی گئی ہے کہ اپنا مشیر اور محرم راز ایسے افراد کو بنایا جائے جو صلاح و تقویٰ اور امانت و دیانت میں معروف و ممتاز ہوں تا کہ وہ حکمران کو خیر خواہانہ مشورے دیں اور شر و فساد پھیلانے والوں سے بچائیں (۲) حاکم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ و رسولؐ کے احکام کے تابع ہو کر چلے کیونکہ یہی اس کی عصمت کی ضامن ہے اور اس طریقے سے ہی وہ برے لوگوں اور ان کی شرارتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

٦٧٩ - وعن عائشةَ رضيَ الله عنها قالتْ: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا أَرَادَ اللهُ بالأَمِيرِ خَيْراً، جَعَلَ له وزيرَ صِدقٍ، إن نَسِيَ ذَكَّرَهُ، وَإن ذَكَرَ أَعانَهُ، وَإذَا أَرَادَ بِهِ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ له وزيرَ سُوءٍ، إنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ» رواه أبو داود بإسنادٍ جيدٍ على شرط مسلم.

۶۷۹/۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب اللہ تعالیٰ کسی حاکم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے راست باز (خیر خواہ) وزیر عطا کردیتا ہے۔ وہ اگر بھولتا ہے تو وہ وزیر اسے یاد کرادیتا ہے۔ اگر اس کو یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے اور جب بھلائی کے علاوہ کسی اور بات (برائی) کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے برا وزیر مقرر کردیتا ہے۔ اگر وہ بھول جائے تو اسے یاد نہیں کراتا اور اگر اسے یاد ہو تو اس کی مدد نہیں کرتا۔ (اسے ابو داوٗد نے شرط مسلم پر جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الإمارة، باب اتخاذ الوزير.

۶۷۹۔ فوائد: اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی حاکم کے پاس اگر اصحاب ایمان و تقویٰ لوگ موجود ہوں اور وہ ہر وقت اسے صحیح مشورہ دیتے اور برائیوں سے روکتے ہوں تو یہ اللہ کی طرف سے اس کی رضامندی کی دلیل ہے اور اس کے برعکس اگر کسی حکمران کو وزیر و مشیر اور ورکرز وغیرہ ایسے ملیں جو خود غرض' ابن الوقت اور چڑھتے سورج کے پجاری ہوں جو اسے صحیح مشورے نہ دیں اور غلط خطوط پر ڈالیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس حکمران کا انجام اچھا نہیں ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے حکمرانوں کا دنیوی انجام بھی اچھا نہیں ہوتا' آخرت میں حسن انجام تو بہت دور کی بات ہے۔

٨٣ - بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَوْلِيَةِ الْإِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوِلَايَاتِ لِمَنْ سَأَلَهَا أَوْ

۸۳۔ جو شخص امارت و قضاء اور دیگر مناصب حکومت کا سوال یا آرزو کرے اور اس کے لئے (کنایہ یا) اپنے کو پیش کرے تو

حَرَصَ

عَلَيْهَا فَعَرِّضْ بِهَا

ایسے شخص کو عہدہ و منصب دینا منع ہے

٦٨٠ ـ عن أبي موسى الأشعريِّ رضي الله عنه قال: دَخَلتُ على النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَرَجُلَانِ مِن بَنِي عَمِّي، فقالَ أَحَدُهُمَا: يا رسولَ اللهِ! أَمِّرْنَا عَلى بَعضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ، عَزَّ وَجلَّ، وَقال الآخَرُ مِثلَ ذٰلِكَ، فقال: «إنَّا وَاللهِ! لا نُوَلِّي هذا العَمَلَ أَحداً سَأَلَه، أَو أَحَداً حَرَصَ عليهِ» متفقٌ عليه.

١/ ٦٨٠ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو چچازاد بھائی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا' یارسول اللہ! جن علاقوں پر اللہ نے آپ کو حکمران بنایا ہے ان میں سے بعض کی گورنری (وغیرہ) ہمیں عنایت فرما دیں۔ دوسرے نے بھی ایسی ہی بات کی' تو آپ نے ارشاد فرمایا' اللہ کی قسم! ہم حکومتی عہدوں پر ایسے کسی شخص کو مقرر نہیں کرتے جو خود اس کا سوال کرے' نہ ایسے کسی شخص کو جو اس کی خواہش رکھے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من الحرص علي الإمارة، وكتاب استتابة المرتدين، باب حكم المرتد والمرتدة ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها.

٦٨٠ـ فوائد: اس حدیث سے اس باب کی تائید ہوتی ہے جو امام نوویؒ نے باندھا ہے کہ کسی ایسے شخص کو عہدہ و منصب نہ دیا جائے جو خود اس کا طالب یا حریص ہو کیونکہ ایسے لوگ بالعموم اپنے ذاتی مفادات کے لئے ان عہدوں کو حاصل کرتے ہیں' جس سے عام لوگوں کے مفادات کو نقصان پہنچتا ہے۔ جبکہ حکومت کا مقصد تو عام لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ چند مراعات یافتہ مخصوص لوگوں کو یا حکومتی منصب پر فائز لوگوں کو۔



١ ـ كِتَابُ الآدَابِ

٨٤ ـ بَابُ الْحَيَاءِ وَفَضْلِهِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهِ

۸۴۔ حیاء اور اس کی فضیلت اور اس سے متصف ہونے کی ترغیب کا بیان

٦٨١ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عنهما أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الحَيَاءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعْهُ فَإِنَّ الحَيَاءَ مِنَ الإِيمَانِ» متفقٌ عليه.

۱ / ۶۸۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو شرم و حیا کے بارے میں نصیحت کررہا تھا (کہ زیادہ شرم نہ کیا کر) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس کو چھوڑ دے' یقیناً حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب الحياء من الإيمان، وكتاب الأدب، باب الحياء ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب شعب الإيمان.

۶۸۱۔ **فوائد**: انصاری اپنے جس بھائی کو سمجھا رہا تھا' وہ شرم و حیاء کا پیکر تھا۔ ایسا شخص دنیاوی معاملات میں زیادہ تیز طرار نہیں ہوتا کیونکہ حیاء انسان کو غلط کاموں' دھوکہ' فریب دہی اور جعل سازی وغیرہ سے روکتی ہے۔ اس لئے حیاء کو ایمان کا حصہ بتلایا گیا ہے۔ یہ وصف اگرچہ فطری ہوتا ہے یعنی پیدائشی طور پر بہت سے لوگ شرمیلے ہوتے ہیں تاہم ان کی تربیت کی جائے اور ان کا رخ نیکیوں کی طرف موڑ دیا جائے تو شرم و حیاء کے جذبے میں مزید اضافہ بھی ہوجاتا ہے جو اسلام کا مطلوب بھی ہے۔

٦٨٢ ـ وعن عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، رضي الله عنهما قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «الحَيَاءُ لا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمسلمٍ: «الحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ» أَوْ قَالَ: «الحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ».

۲ / ۶۸۲ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' حیاء خیر ہی لاتی ہے (بخاری و مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے' حیاء تو سب خیر ہی خیر ہے (یعنی اس کا انجام بھلائی ہی بھلائی ہے)۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحياء - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب شعب الإيمان.

٦٨٢- فوائد: مطلب یہ ہے کہ حیاء انسان کو اللہ کی نافرمانی' بداخلاقی اور دیگر برائیوں سے روکتی ہے جس کا نتیجہ معاشرے کے حق میں بہت اچھا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ معصیتوں سے اجتناب کی وجہ سے عنداللہ بھی سرخرو رہے گا۔ اس لحاظ سے حیاء میں یقیناً خیر ہی خیر ہے۔

٦٨٣- وعن أَبي هُريرةَ رضيَ الله عنه، أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «الإيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ، أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قولُ لا إلٰهَ إلا الله، وَأَدْنَاهَا إمَاطَةُ الأذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإيْمَانِ» متفقٌ عليه. «البِضعُ»: بكسر الباءِ، ويجوز فتحها، وَهُوَ مِنَ الثَّلاثَةِ إلى العَشَرَةِ. وَ«الشُّعْبَةُ»: القِطعَةُ وَالخَصْلَةُ. وَ«الإمَاطَةُ»: الإزَالَةُ. وَ«الأذَى»: مَا يُؤذِي كَحَجَرٍ وَشَوْكٍ وَطِينٍ وَرَمَادٍ وَقَذَرٍ وَنَحوِ ذلكَ.

٣/ ٦٨٣ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کی کچھ اوپر ستر یا کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں (راوی کو ساٹھ یا ستر میں شک ہے) ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا (یعنی قبول ایمان) ہے اور سب سے ادنیٰ' راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(بخاری و مسلم)

البضع' باء پر زیر اور زبر دونوں جائز ہیں تین سے دس تک کے عدد کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے اور شعبہ' شاخ اور خصلت کے معنی میں ہے۔ اماطہ' کے معنی ہیں دور کردینا' ہٹا دینا' اذی' تکلیف دہ چیز۔ جیسے پتھر' کانٹا' مٹی' راکھ' گندگی اور اسی قسم کی چیزیں۔

تخریج: تقدم في باب الدلالة على كثرة طرق الخير، برقم١٢٥.

٦٨٣- فوائد: یہ حدیث باب الدلالہ' علی کثرۃ طرق الخیر' رقم ٩/ ١٢٥ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کے ذکر سے یہ وضاحت مقصود ہے کہ ایمان کے درجات و مراتب ہیں اور حیاء بھی ایمان کا ایک درجہ اور حصہ ہے' بلکہ اس کی نہایت اہم شاخ ہے کیونکہ نفس انسانی کی اصلاح و تربیت میں یہ ایک موثر کردار ادا کرتی ہے۔

٦٨٤ - وعن أَبي سعيدٍ الخُدْريِّ رضي الله عنه، قال: كان رسولُ الله ﷺ أَشَدَّ حَياءً مِنَ العَذْرَاءِ في خِدرِهَا، فَإذَا رَأَى شَيْئاً يَكرَهُهُ عَرَفْنَاهُ في وَجْهِهِ. متفقٌ عليه. قال العلماءُ: حَقِيقَةُ الحَيَاءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلى تَرْكِ القَبِيحِ، وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيرِ فِي حَقِّ ذِي الحَقِّ. وَرَوَيْنَا عَنْ أَبي القَاسم الجُنَيْدِ رَحِمَهُ

٤/ ٦٨٤ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے گوشے میں پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپ کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھتے تو ہم آپ کے چہرے کے آثار سے پہچان لیتے۔ (بخاری و مسلم)

علماء کہتے ہیں کہ حقیقت میں حیاء ایسے کردار کا نام ہے جو قبیح چیزوں کے چھوڑنے پر آمادہ کرے اور صاحب حق

اللهُ قَـال : الحَيَـاءُ رُؤْيَـةُ الآلاءِ - أَيِ النِّعَـمِ - وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيرِ ، فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمَّى حَيَاءً .

کو حق پہچانے میں سرزد ہونے والی کمی و کوتاہی سے روکے۔ ہم نے ابوالقاسم جنید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نعمتوں اور کوتاہیوں کو دیکھ لینے کا نام حیاء ہے' چنانچہ ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والی حالت کو حیا کہتے ہیں۔

تخريج : صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من لم يواجه الناس بالعتاب، وباب الحياء، وكتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كثرة حيائه ﷺ .

۶۸۴- فوائد: اس میں اگرچہ نبی ﷺ کے کمال حیاء کا بیان ہے تاہم اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حیاء عورت کا خاص وصف ہے بالخصوص کنواری عورت تو شرم و حیاء کا پیکر ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب کی جو لعنتیں اسلامی ملکوں میں درآمد کی گئی ہیں ان میں سب سے بڑی لعنت عورت کو شرم و حیاء کے زیور سے محروم کرنا ہے کیونکہ اسلامی تہذیب کے لئے یہی آخری حصار ہے' اس کو بھی دشمن ڈھانے میں کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے تاکہ وہ اس فتنے سے بچ سکیں۔

٨٥ - بَابُ حِفْظِ السِّرِّ

۸۵۔ راز کی حفاظت کرنے کا بیان

قال الله تعالى : ﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ ﴾ [الإسراء : ٣٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور عہد کو پورا کرو' یقیناً عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔

فائدۂ آیت: عہد دو شخصوں کے درمیان خفیہ بات اور پیمان کا نام ہے جو ایک راز اور امانت ہوتا ہے۔ اس کی پاسداری اور حفاظت کا مطلب' راز کی حفاظت اور اس کی پاسداری ہے۔

٦٨٥ - عـن أبـي سعيـدِ الخُـدْرِيِّ رضي الله عنه قال : قال رسولُ اللهِ ﷺ : «إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ القِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلى المَرْأَةِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا» رواه مسلم .

۱/ ۶۸۵ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قیامت کے روز اللہ کے ہاں سب سے بدتر مرتبے والا وہ شخص ہوگا جو اپنی عورت سے ملاپ کرے اور عورت اس سے ملاپ کرے' پھر وہ (میاں بیوی کے) راز کو پھیلائے (یعنی دوستوں میں مزے لے لے کر بیان کرے) (مسلم)

تخريج : صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة.

۶۸۵- فوائد: یفضی' (ملاپ کرنا) یہ ہم بستری اور صحبت سے کنایہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ بیماری عام ہے کہ شب زفاف (شادی کی پہلی رات) کو میاں بیوی کے درمیان جو کارروائی ہوتی ہے' اسے صبح مرد اپنے دوستوں میں اور بیوی اپنی سہیلیوں میں بیان کرتی ہے۔ اس حدیث نے واضح کیا کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے جس سے

اجتناب ضروری ہے۔ خلوت و صحبت کی یہ کارگزاری ایک راز ہے جو صرف میاں بیوی کے درمیان ہی رہنا چاہیے' کسی تیسرے آدمی کو اس سے آگاہ نہیں ہونا چاہیے۔

٦٨٦ ـ وعن عبدِ اللهِ بن عمرَ رضي الله عنهما أنَّ عمرَ رضي الله عنه حينَ تَأَيَّمَتْ بِنتُهُ حَفصَةُ قال: لَقِيتُ عُثمانَ بن عفَّان رضيَ الله عنه، فعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفصَةَ فقلتُ: إنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفصَةَ بِنتَ عُمَرَ؟ قال: سَأَنْظُرُ في أَمْرِي. فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ لَقِيَنِي، فقال: قَدْ بَدَا لِي أنْ لا أَتَزَوَّجَ يَومِي هٰذَا. فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رضي الله عنه، فَقُلْتُ: إنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفصَةَ بِنتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه، فَلَمْ يَرْجِعْ إليَّ شَيْئاً! فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبيُّ ﷺ، فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ. فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئاً؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قال: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبيَّ ﷺ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبيُّ ﷺ لَقَبِلْتُهَا. رواه البخاري. قوله: «تَأَيَّمَتْ» أي: صارَتْ بِلا زَوجٍ، وكَانَ زَوجُهَا تُوُفِّيَ رضي الله عنه. «وَجَدْتَ»: غَضِبْتَ.

۲/٦٨٦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حفصہ بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں حفصہ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ (بنت عمرؓ) سے کر دیتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا' میں اپنے معاملے میں غور کروں گا۔ پس میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر وہ مجھے ملے اور کہا کہ میرے سامنے یہی بات واضح ہوئی ہے کہ میں ان دنوں میں شادی نہیں کروں گا۔ پھر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا' اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ بنت عمرؓ سے کردوں۔ حضرت ابوبکرؓ خاموش رہے' مجھے پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا۔ پس میں ان پر عثمان سے زیادہ رنجیدہ ہوا - تو میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر نبی کریم ﷺ نے حفصہ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے حفصہ کا نکاح آپ سے کر دیا' پھر مجھے ابوبکرؓ ملے تو انہوں نے فرمایا (اے عمر!) شاید تم مجھ سے رنجیدہ ہوئے جب تم نے میرے لئے حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی تھی تو میں نے تمہیں پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے کہا' ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' جب تم نے مجھے پیش کش کی تھی تو میرے لئے تمہیں جواب دینے میں صرف یہ بات مانع (رکاوٹ) ہوئی کہ میں جانتا تھا کہ نبی ﷺ نے حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر فرمایا تھا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ (ہاں) اگر رسول اللہ ﷺ یہ ارادہ ترک فرما دیتے تو میں حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کی پیشکش یقیناً قبول کرلیتا۔ (بخاری)

تایمت کے معنی ہیں وہ بیوہ ہوگئیں اور ان کے خاوند فوت ہوگئے تھے۔ وجدت کے معنی ہیں' تم ناراض اور غضب ناک ہوئے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب شهود الملائكة بدرا، وكتاب النكاح، باب عرض الإنسان ابنته أو أخته علي أهل الخير، وغيرهما من كتب الصحيح.

٦٨٦- فوائد: (۱) اس میں موضوع باب' کہ رازوں کی حفاظت کرنی چاہیے اور وہ لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کئے جائیں' کے علاوہ مزید کئی فوائد ہیں۔ مثلاً اہل خیر و صلاح کے سامنے اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کی پیشکش کرنا جائز ہے۔ اس انتظار میں ہی نہیں رہنا چاہیے کہ خود لڑکے والے جب تک اس خواہش کا اظہار نہیں کریں گے' لڑکی کو خاموشی کے ساتھ گھر میں بٹھائے رکھیں گے' جیسے ہمارے ملک میں ہوتا ہے۔ یہ رواج حدیث کے خلاف اور قابل اصلاح ہے۔ (۲) جب اس بات کا علم ہوجائے کہ فلاں لڑکی سے رشتہ کرنے کے لئے فلاں شخص یا گھرانہ خواہش مند یا اس کے لئے کوشاں ہے تو جب تک ان کی بات چیت جاری ہو' درمیان میں کسی اور کو نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں۔ (۳) جس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن اس سے آپ کا نکاح نہیں ہوسکا یا آپ نے خود ہی ارادہ بدل لیا' تو ایسی صورت میں مسلمان نکاح کرسکتا ہے کیونکہ وہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں شمار نہیں ہوتی۔

٦٨٧ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهُ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رضي الله عنها تَمْشِي، مَا تُخْطِىءُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رسولِ اللهِ ﷺ شَيْئاً، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا وقال: «مَرْحَباً بِابْنَتِي» ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيداً، فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا، سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ، فقلتُ لَهَا: خَصَّكِ رسولُ اللهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَأَلْتُهَا: مَا قَالَ لَكِ رسولُ اللهِ ﷺ؟ قالت: مَا كُنْتُ لأُفْشِيَ عَلَى رسولِ اللهِ ﷺ سِرَّهُ. فَلَمَّا تُوُفِّيَ رسولُ اللهِ ﷺ قلتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الحَقِّ، لَمَا حَدَّثْتِنِي ما قال لكِ رسولُ اللهِ ﷺ. فقالتْ: أَمَّا الآنَ فَنَعَمْ، أَمَّا

۳/ ٦٨٧ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آپ کی تمام بیویاں موجود تھیں کہ حضرت فاطمہ ؓ تشریف لے آئیں' ان کی چال اور رسول اللہ ﷺ کی چال میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو انہیں خوش آمدید کہا اور فرمایا' میری بیٹی کو خوش آمدید ہو۔ پھر انہیں اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا اور ان کے ساتھ رازدارانہ انداز میں باتیں کیں جس سے وہ خوب روئیں۔ پس جب آپ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو دوبارہ چپکے سے ان سے بات کی' جس سے وہ (خوش ہوکر) ہنس پڑیں۔ میں نے حضرت فاطمہ ؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے درمیان اپنے راز کے لئے تمہیں خاص کیا اور پھر بھی تم روتی ہو؟ پس جب رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں نے فاطمہ ؓ سے پوچھا' تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا' میں رسول اللہ ﷺ کے

حِينَ سَارَّنِي فِي الْمَرَّةِ الأُولَى فَأَخْبَرَنِي «أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، وَأَنَّهُ عَارَضَهُ الآنَ مَرَّتَيْنِ، وَإِنِّي لا أُرَى الأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي، فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ» فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ. فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: «يَا فَاطِمَةُ! أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الأُمَّةِ؟» فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِي رَأَيْتِ. متفقٌ عليه، وهذا لفظ مسلم.

راز کو فاش کرنے والی نہیں ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا' میرا تم پر (بہ حیثیت ماں کے) جو حق ہے میں اس کے حوالے سے تمہیں قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ مجھے بتلاؤ کہ تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا بات کی تھی؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ ہاں' اب بتلاتی ہوں۔ پہلی مرتبہ جب آپ نے مجھ سے رازدارانہ گفتگو فرمائی تو آپ نے مجھے بتلایا کہ ان سے جبریل سال میں ایک یا دو مرتبہ (دو مرتبہ کا لفظ یہاں راوی کا شک ہے' صحیح' صرف ایک مرتبہ ہے' جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) قرآن کا دور کرتے ہیں (ایک دوسرے کو باری باری قرآن سناتے ہیں) اور اب کی مرتبہ (رمضان میں) یہ دور دو مرتبہ فرمایا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ موت قریب آگئی ہے پس تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا' کیونکہ میں تیرے لئے بہت اچھا پیش رو ہوں' پس (یہ بات سن کر) میں رو پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ پس جب آپؐ نے میری گھبراہٹ دیکھی تو دوبارہ مجھ سے چپکے سے گفتگو کی اور فرمایا' اے فاطمہ! کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو یا (فرمایا) اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟ تو میں ہنسنے لگی جو کہ تم نے دیکھا۔ (بخاری و مسلم۔ اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، وكتاب الاستئذان، باب من ناجي الناس ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل فاطمة بنت النبي ﷺ رضي الله عنها.

۶۸۷۔ فوائد: اس میں بھی راز کی حفاظت کرنے اور اسے لوگوں سے چھپانے کا اثبات ہے۔ علاوہ ازیں غمناک بات سے بے اختیار رونے اور مصیبت پر صبر کرنے کی تاکید ہے۔ نیز نعمت پر عجب اور غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں حضرت فاطمہؓ کی فضیلت کا بھی بیان ہے اور قرآن مجید کے دور کرنے کا بھی۔

٦٨٨ ـ وعن ثابتٍ عن أنسٍ رضي الله عنه قال: أَتَى عَلَيَّ رسولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَلْعَبُ

۴/ ۶۸۸ حضرت ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس

مَعَ الْغِلْمَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَبَعَثَنِي فِي حَاجَةٍ، فَأَبْطَأْتُ عَلَى أُمِّي. فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ: مَا حَبَسَكَ؟ فقلتُ: بَعَثَنِي رسولُ اللهِ ﷺ لِحَاجَةٍ، قالت: مَا حَاجَتُهُ؟ قلتُ: إنَّها سِرٌّ. قالت: لا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَداً. قال أَنَسٌ: وَاللهِ! لَوْ حَدَّثْتُ بِهِ أَحَداً لَحَدَّثْتُكَ بِهِ يا ثَابِتُ! رواه مسلم، وروى البخاري بَعْضَهُ مُخْتَصَراً.

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جب کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' پس آپ ؐ نے ہم (بچوں) کو سلام کیا اور مجھے ایک کام کے لئے بھیج دیا چنانچہ مجھے اپنی ماں کے پاس آنے میں دیر ہو گئی' پس جب میں آیا تو والدہ نے پوچھا' تجھے کس چیز نے روک لیا تھا؟ میں نے کہا' مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا' انہوں نے پوچھا' وہ کیا کام تھا؟ میں نے کہا' ایک راز ہے۔ والدہ نے فرمایا (ٹھیک ہے) رسول اللہ ﷺ کا راز کسی کو مت بتلانا۔

حضرت انس ؓ نے فرمایا' اللہ کی قسم' اگر وہ راز کسی کو بیان کرنا ہوتا تو اے ثابت! میں تجھ سے ضرور بیان کرتا۔ (مسلم)

اس کا کچھ حصہ مختصراً امام بخاری نے بھی بیان کیا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب حفظ السر - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل أنس بن مالك رضي الله عنه.

۶۸۸۔ فوائد: اس میں بھی راز کے افشاء نہ کرنے کی تاکید ہے۔ حضرت انس ؓ کے یہ کہنے پر کہ یہ ایک راز ہے' ان کی والدہ نے اسے ظاہر کرنے پر اصرار نہیں کیا بلکہ بیٹے کے موقف کی تائید کرتے ہوئے انہیں راز کو چھپائے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ بہرحال اخلاقی تعلیمات کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ دوست احباب کے رازوں کو اپنے سینوں میں ہی محفوظ رکھا جائے۔ انہیں عام نہ کیا جائے' اِلّا یہ کہ کسی راز کے افشاء کرنے کی وہ صراحۃً اجازت دے دیں۔

٨٦ ـ بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَإِنْجَازِ الْوَعْدِ

۸۶۔ عہد کے نبھانے اور وعدے کے پورا کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَأَوْفُوا۟ بِٱلْعَهْدِ إِنَّ ٱلْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔولًا ﴾ [الإسراء: ٣٤].
وقال تعالى: ﴿ وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِ ٱللَّهِ إِذَا عَـٰهَدتُّمْ ﴾ [النحل: ٩١]. وقال تعالى: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ﴾ [المائدة: ١]. وقال تعالى: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عہد کو پورا کرو' یقیناً عہد کی بابت سوال کیا جائے گا۔
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم اس سے عہد کر لو (اس پر ایمان لے آؤ)
نیز فرمایا: اے ایمان والو' عہدوں کو پورا کرو۔

ءَامَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف: ٢-٣].

اور فرمایا: اے ایمان والو' تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے ہاں یہ بات بڑی ناراضی والی ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو تم کرو نہیں۔

فائدۂ آیات: ایک عہد وہ ہے جو آپس میں انسان ایک دوسرے سے کرتے ہیں اور اسی طرح باہمی وعدے بھی۔ علاوہ ازیں لین دین کے معاملات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔ دوسرا عہد وہ ہے جو انسان نے اللہ سے کیا ہوا ہے کہ وہ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کرے گا جو عہد الست کہلاتا ہے۔ اسی طرح اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ بھی وہ اس امر کا عہد کرتا ہے کہ اللہ کے احکام کی وہ پابندی کرے گا۔ عہد کے پورا کرنے کے حکم میں مذکورہ تمام ہی عہد شامل ہیں جن کو پورا کرنے کا انسان مکلف ہے۔

٦٨٩ ـ عن أبي هريرةَ رضي الله عنه، أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «آيَةُ المُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ» متفقٌ عليه. زَادَ في روايةٍ لمسلم: «وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ».

۱/ ٦٨٩ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے' جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے' اسے پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے۔ (بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ اگرچہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلمان ہے۔

تخريج: تقدم في باب الأمر بأداء الأمانة، برقم١٩٩.

٦٨٩۔ فوائد: یہ روایت باب الامر باداء الامانۃ' رقم ۱/ ۱۹۹ میں گزر چکی ہے۔ اس باب میں ذکر کرنے سے اس بات کی وضاحت ہے کہ وعدہ خلافی منافق کی نشانی ہے۔

٦٩٠ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ عمرِو بنِ العاصِ رضي الله عنهما، أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قال: «أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً. وَمَنْ كَانَتْ فِيه خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فيه خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ» متفقٌ عليه.

۲/ ٦٩٠ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' چار چیزیں ہیں جس آدمی میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب عہد کرے تو بدعہدی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق ـ وصحيح مسلم، كتاب

الإيمان، باب خصال المنافق.

۶۹۰- فوائد : زبان سے ایمان و اسلام کا اظہار اور دل میں اسلام کے خلاف بغض و عناد رکھنا' نفاق کہلاتا ہے- عہد رسالت میں منافقین کا ایک ایسا ٹولہ موجود تھا جس کی خصلتیں مذکورہ حدیثوں میں بیان ہوئی ہیں- دلوں میں پنہاں بغض و عناد کو انسان نہیں جان سکتے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کو بھی ان کا علم نہیں ہوتا تھا' کیونکہ آپ ؐ بھی نبوت کے عظیم ترین شرف و فضل کے باوجود انسان ہی تھے- تاہم رسول کریم ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آگاہ فرما دیا تھا- لیکن اب یہ جاننے کا کوئی یقینی ذریعہ موجود نہیں ہے کہ ایمان و اسلام کا اظہار کرنے والوں میں اگر کچھ لوگ منافق ہیں تو وہ کون ہیں؟ اس لئے احادیث میں منافقین کے اخلاق و کردار کی روشنی میں ان کی چند واضح علامات بیان کردی گئی ہیں تاکہ مخلص مسلمانوں سے ان کا امتیاز ہوسکے-

علماء نے صراحت کی ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں- ایک اعتقادی اور دوسری عملی- اعتقادی نفاق کا مطلب ہے منافق دل میں کفر کو چھپائے رکھے اور زبان سے اس کے برعکس اسلام کا اظہار کرے- جیسے آج کل کمیونسٹ اور سیکولر قسم کے مسلمان خاندانوں میں پیدا ہونے والے لوگ ہیں- اور عملی نفاق یہ ہے کہ دل میں تو ایمان ہی ہو لیکن منافقوں والی مذکورہ خصلتیں اس میں پائی جائیں- بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی اکثریت عملی نفاق میں مبتلا ہے اور منافقین کی خصلتیں ان میں عام پائی جاتی ہیں- مسلمانوں کے اس منافقانہ کردار اور اخلاق و عمل کی کوتاہیوں نے مسلمانوں کو دنیا بھر میں ذلیل و رسوا اور اسلام کو بے اثر کر رکھا ہے- اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے-

٦٩١ - وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: قال لِي النبيُّ ﷺ: «لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا» فَلَمْ يَجِيءْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بكرٍ رضي الله عنه فنادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا. فَأَتَيْتُهُ وَقلتُ لَهُ: إنَّ النَّبيَّ ﷺ قالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَثَى لِي حَثْيَةً، فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ، فقال لي: خُذْ مِثْلَيْهَا. متفقٌ عليه.

۳/ ۶۹۱ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا- پس نبی کریم ﷺ کی زندگی میں تو بحرین کا مال نہیں آیا' حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی (آپ ؐ کے بعد) جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر ؓ نے حکم دے کر اعلان کرایا کہ جس شخص سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی عہد یا آپ پر قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے چنانچہ میں حضرت ابوبکر ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا تھا- پس حضرت ابوبکر ؓ نے مجھے لپ بھر کر مال دیا' میں نے اسے گنا تو وہ پانچ سو تھے- پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا' اس سے دوگنا اور لے لو (تاکہ تین مرتبہ لپ بھر کر لینا ہوجائے)

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الكفالة، باب من تكفل عن ميت دينا، وكتاب الشهادات، باب من أمر بإنجاز الوعد ۔ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب ماسئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا...

۶۹۱۔ فوائد: هٰكذا' وهكذا وهكذا۔ کی وضاحت صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔ا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ' کہ آپ نے تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو پھیلایا۔ یعنی دونوں ہاتھ بھر کر میں تجھے تین مرتبہ مال دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں نبی ﷺ کے اس عہد کو پورا فرمایا اور تین مرتبہ لپ بھر کر انہیں مال دیا (اردو میں دونوں ہتھیلیوں سے دینے کو لپ بھر کر دینا کہتے ہیں)۔

اس میں وفات کے بعد بھی عہد کے پورا کرنے کی تاکید ہے۔ گویا وفات سے کیا ہوا عہد ختم نہیں ہوگا بلکہ ورثا کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے مرنے والے کے عہد کو نبھائیں۔ اسی طرح حکومتی سطح پر کیے گئے وعدے کو پورا کرنا' نئے بننے والے حکمران کی ذمہ داری ہوگی' جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔

٨٧ ـ بَابُ الأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى مَا اعْتَادَهُ مِنَ الْخَيْرِ

۸۷۔ بھلائی کے جن کاموں کی عادت ہو' ان کی پابندی کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ [الرعد: ١١].

وقال تعالى: ﴿وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَٰثًا﴾ [النحل: ٩٢]. «وَالأَنْكَاثُ» جَمْعُ نِكْثٍ، وَهُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوضُ. وقال تعالى: ﴿وَلَا يَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ [الحديد: ١٦]. وقال تعالى: ﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ [الحديد: ٢٧].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت نہیں بدلتا' جب وہ خود (گناہوں کا ارتکاب کرکے) اپنی حالت نہ بدلے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: تم اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا کاتا ہوا سوت' مضبوط کرنے (بٹنے اور درست کرنے یا محنت اٹھانے) کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرکے توڑ ڈالا۔

انکاث' نکث کی جمع ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا سوت۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اہل ایمان ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی' پس جب ان پر مدت لمبی ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے (اور وہ دنیا کی لذتوں میں پھنس گئے اور اللہ کے احکام سے اعراض کیا)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پھر جیسا چاہیے تھا ویسا اس کو نبھا نہ سکے۔

فائدۂ آیات: پہلی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر اپنا انعام نازل فرماتا ہے یعنی اسے

حکومت و بادشاہت' مال و دولت یا عزت و شرف دیتا ہے تو وہ یہ نعمت اس وقت تک نہیں چھینتا جب تک وہ کفر و اعراض کا راستہ اختیار کرکے اپنی حالت نہیں بدل لیتی۔ گویا کفراور ناشکری کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمت واپس لے کر اس اقتدار سے بہرہ ور قوم کو ذلیل و رسوا کردیتا ہے۔ دوسری آیت میں ایک تمثیل کے ذریعے سے اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ نیکی کا راستہ چھوڑ کر بدی کا راستہ اختیار کرنا ایسے ہی ہے جیسے سوت کات کر خود ہی اسے تار تار کردینا اور اپنی ساری محنت کو خود ہی ضائع کرلینا۔ تیسری آیت میں بطور خاص اہل ایمان کو اہل کتاب کے سے رویے سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ' ایک مدت گزرنے کے بعد' دنیا کی لذتوں میں منہمک ہوگئے اور احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت اور ان کی اکثریت نافرمان ہوگئی۔ چوتھی آیت میں بھی انہی کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ جس رہبانیت کو انہوں نے اپنے طور پر اختیار کیا تھا' اسے بھی وہ نہ نبھا سکے۔ مقصد ان آیتوں کے ذکر سے یہ ہے کہ انسان کو نیکی کا راستہ اپنائے رکھنا چاہیے' اس سے انحراف نہایت خطرناک ہے۔ جیسا کہ باب کے عنوان سے بھی واضح ہے۔ اب ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

٦٩٢ ـ وعن عبدِ اللهِ بن عمرِو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ اللهِ! لا تَكُنْ مِثْلَ فُلانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۶۹۲ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح مت ہونا' وہ رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا' پھر اس نے رات کو اٹھنا چھوڑ دیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل ـ وصحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر.

۶۹۲۔ فوائد: اس حدیث میں یہی تاکید ہے کہ انسان جو بھی خیر اور بھلائی کا کام کرتا ہے' اسے پابندی سے کرتے رہنا چاہیے۔ اس کا ترک صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح آہستہ آہستہ وہ غیر شعوری طور پر بدی کی طرف جانا شروع کردیتا ہے' جو ایک خطرناک بات ہے۔ انسان کی عافیت' استقلال کے ساتھ نیکی کو اپنائے رکھنے میں ہی ہے۔ اسی کو استقامت کہتے ہیں۔

٨٨ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ طَيِّبِ الْكَلَامِ وطَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

۸۸۔ عمدہ گفتگو اور ملاقات کے وقت خندہ روئی کا مظاہرہ کرنا پسندیدہ امر ہے

قال الله تعالى: ﴿وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾﴾ [الحجر: ٨٨]. وقال تعالى: ﴿وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: ١٥٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! تو اپنے بازو مومنوں کے لئے پست کردے (یعنی ان کے سامنے نرمی اور تواضع اختیار کر۔)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو یہ یقیناً تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

فائدۂ آیات: پہلی آیت میں نبی کریم ﷺ کو نرمی اور تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری آیت میں واضح فرمایا کہ دعوت و تبلیغ کے لئے نرمی' تواضع اور اس طرح کی دیگر اخلاقی خوبیاں بہت ضروری ہیں ورنہ لوگ قریب ہونے کی بجائے دور ہوجائیں گے۔ محبت کی بجائے نفرت کریں گے۔ ان آیات میں اخلاقی خوبیاں اختیار کرنے کی ترغیب و تاکید ہے۔ اب موضوع سے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٦٩٣ ـ عَنْ عَدِيٍّ بن حَاتِمٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ» متفقٌ عليه.

۱ / ۶۹۳ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' آگ سے بچو' اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے ہی ہو (یعنی اس کا صدقہ کرے) پس جو یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات کے ذریعے سے بچے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب طيب الكلام، وكتاب الزكاة، وكتاب الرّقاق وغيرها من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة.

۶۹۳- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند سائل کو دینے کے لئے کھجور یا نصف کھجور بھی نہ ہو تو اس سے اچھے انداز میں گفتگو کرلینا بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ ایمان موجود ہو۔

٦٩٤ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه أَن النَّبيَّ ﷺ قال: «وَالكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ» متفقٌ عليه. وهو بعض حديث تقدم بطولِهِ.

۲ / ۶۹۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اچھی بات بھی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

یہ ایک حدیث کا حصہ ہے جو پوری کی پوری پہلے گزر چکی ہے۔ (دیکھئے رقم ۱۲۲)

تخريج: تقدم في باب بيان كثرة طرق الخير برقم١٢٢.

۶۹۴- فوائد: گویا صدقہ یہی نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا جائے' بلکہ اچھے انداز سے گفتگو کرنا بھی صدقہ ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اخلاقی قدروں اور آداب کو کتنی اہمیت دی ہے۔

٦٩٥ ـ وعن أَبي ذَرٍّ رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «لا تَحْقِرَنَّ مِنَ المَعْرُوفِ شَيْئاً، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ» رواه مسلم.

۳ / ۶۹۵ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو' اگرچہ تمہارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء.

۶۹۵- فوائد: معروف' ہر وہ کام ہے جو شرعی لحاظ سے پسندیدہ ہے۔ ایسے شرعاً "مستحسن کام کو' چاہے دیکھنے میں وہ کتنا ہی چھوٹا ہو' حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ حتیٰ کہ خندہ پیشانی سے ملنا بھی' جس کی لوگوں کی نظروں میں کوئی

خاص حیثیت شاید نہ ہو لیکن چونکہ اخلاقی اعتبار سے یہ ایک نہایت عمدہ صفت اور باطنی محبت کی مظہر ہے' اس لئے اسلام میں اس کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

٨٩ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ وَإِيضَاحِهِ لِلْمُخَاطَبِ وَتَكْرِيرِهِ لِيُفْهَمَ إِذَا لَمْ يُفْهَمْ إِلَّا بِذَلِكَ

٨٩۔ مخاطب کو سمجھانے کے لئے بات کا مکرر اور وضاحت سے کرنا جب کہ اس کے بغیر اس کا سمجھنا ممکن نہ ہو' مستحب ہے۔

٦٩٦ ـ عن أنسٍ رضي الله عنه أن النبيَّ ﷺ كانَ إذا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعادَهَا ثَلاثاً حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإذا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلاثاً. رواه البخاري.

١/ ٦٩٦ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو تین مرتبہ اسے دہراتے حتیٰ کہ وہ خوب سمجھ لی جاتی اور جب کسی قوم کے پاس آتے اور انہیں سلام کرتے تو سلام بھی تین مرتبہ کرتے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا، وكتاب الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا.

٦٩٦۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ تین تین مرتبہ گفتگو اور سلام کا دہرانا مستحسن ہے' بالخصوص جب کہ ضرورت اس کی داعی ہو اور سامعین کے لئے ایک دو مرتبہ میں سمجھنا مشکل ہو۔

٦٩٧ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: كَانَ كَلامُ رسولِ اللهِ كَلاماً فَصْلاً يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ. رواه أبو داود.

٢/ ٦٩٧ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو صاف اور واضح ہوتی' جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الهدي في الكلام.

٦٩٧۔ فوائد: فصلاً کا مفہوم شارحین نے صاف اور واضح بیان کیا ہے تاہم اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپؐ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح گفتگو فرماتے کہ زبان مبارک سے نکلنے والا لفظ لفظ الگ الگ ہوتا۔ الفاظ اس طرح گڈمڈ نہ ہوتے جیسے عام طور پر تیز بولنے والوں سے ہوتے ہیں۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت اور سامع کی رعایت کرنے اور اسے بات سمجھانے کے سلیقے اور جذبے کا بیان ہے۔

٩٠ ـ بَابُ إِصْغَاءِ الْجَلِيسِ لِحَدِيثِ جَلِيسِهِ الَّذِي لَيْسَ بِحَرَامٍ وَاسْتِنْصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِي مَجْلِسِهِ

٩٠۔ اپنے ہم نشین کی جائز بات پر کان لگانے اور عالم و واعظ کا اپنی مجلس کے حاضرین کو چپ کرانے کا بیان

٦٩٨ ـ عـن جَـريـرِ بـنِ عـبـدِ اللهِ

١/ ٦٩٨ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ الله ﷺ في حَجَّةِ الْوَدَاعِ: «اسْتَنْصِتِ النَّاسَ» ثُمَّ قال: «لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّاراً يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» متفقٌ عليه.

کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع (اپنے آخری حج) میں فرمایا' لوگوں کو خاموش کراؤ۔ پھر فرمایا' تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب الإنصات للعلماء، وكتاب الحج وغيرهما من كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض.

۶۹۸۔ فوائد: خاموش کراؤ سے امام نووی علیہ الرحمہ نے دو باتوں پر استدلال فرمایا ہے کہ جائز بات ہو رہی ہو تو کان لگا کر توجہ سے بات سننا جائز ہے۔ (بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے) یہ ٹوہ لگانے میں شامل نہیں ہے جو ممنوع اور حرام ہے اور بات سننے کے لئے کان اس وقت لگائے جاسکتے ہیں جب خاموشی ہوگی۔ دوسری بات تو بالکل واضح ہے کہ اپنی بات سنانے کے لئے حاضرین کو خاموش ہونے اور خاموش رہنے کی تلقین کی جائے۔ مزید دیکھئے۔ باب تحریم الظلم رقم ۳/ ۲۰۵

٩١ - بَابُ الْوَعْظِ وَالاقْتِصَادِ فِيهِ

۹۱۔ وعظ و نصیحت اور اس میں میانہ روی کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ﴾ [النحل: ١٢٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھے وعظ کے ذریعے سے بلا۔

فائدۂ آیت: اس میں وعظ و نصیحت کرنے کا حکم بھی ہے اور اعتدال ملحوظ رکھنے کا بھی۔ اس لئے کہ اعتدال سے تجاوز' لوگوں کے لئے بار خاطر ہوگا' جو وعظ و تبلیغ کی حکمت کے خلاف ہے' جبکہ حکم' حکمت کے ساتھ وعظ و نصیحت کرنے کا ہے۔

٦٩٩ - عَنْ أَبِي وَائِلٍ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قال: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنه يُذَكِّرُنَا في كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فقال: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ رسولُ الله ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. متفقٌ عليه. «يَتَخَوَّلُنَا»: يَتَعَهَّدُنَا.

۱/ ۶۹۹ حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو ایک مرتبہ وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے تو ان سے ایک آدمی نے کہا' اے ابوعبدالرحمٰن! میری بڑی خواہش ہے کہ آپؓ ہمیں روزانہ وعظ فرمایا کریں' تو آپؓ نے فرمایا' مجھے روزانہ وعظ کرنے سے یہ چیز روکتی ہے کہ میں تمہیں اکتاہٹ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا' میں وعظ و نصیحت میں تمہارا خیال رکھتا ہوں' جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

(بخاری و مسلم)

یتخولنا' ہمارا خیال رکھتے تھے۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أیاما معلومة ۔ وصحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب الاقتصاد في الموعظة.

۶۹۹۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ وعظ و نصیحت میں بھی اعتدال ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ لوگ اس سے زیادہ خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ پابندی سے لوگ اکتا جاتے ہیں گو وہ پسندیدہ ہی ہو۔ اسی طرح ضروری ہے کہ تعلیم و تربیت کے لئے ایسے اوقات رکھے جائیں جن میں لوگ خوشی سے شرکت کریں نہ کہ رعب یا لالچ کے ذریعے سے ان کو اس میں شریک کیا جائے۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ اتباع رسول کی بھی وضاحت ہے۔

٧٠٠ ـ وعن أبي اليَقْظَانِ عَمَّارِ بن يَاسرٍ رضي الله عنهما قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إنَّ طُولَ صَلاَةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلوا الصَّلاَةَ وَأَقْصِروا الخُطْبَةَ» رواه مسلم. «مَئِنَّةٌ» بميم مفتوحة، ثم همزة مكسورة، ثم نون مشدّدة، أيْ: عَلاَمَةٌ دَالَّةٌ عَلى فِقْهِهِ.

۲/ ۷۰۰ حضرت ابو الیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور اپنے خطبے میں اختصار کرنا' اس کی سمجھ داری کی علامت ہے۔ اس لئے تم نماز لمبی کیا کرو اور خطبہ مختصر دیا کرو۔ (مسلم)

مئنۃ ' میم پر زبر' ہمزہ پر زیر' پھر نون مشدد۔ یعنی ایسی علامت جو اس کی سمجھداری پر دلالت کرے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰة والخطبة.

۷۰۰۔ فوائد: اس میں نماز کے لمبا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مقتدیوں کی مجبوریوں کو نظرانداز کرکے خوب لمبی نماز پڑھی جائے کیونکہ ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ نماز پڑھنے والوں میں ضعیف' بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔ یہاں خطبے کے مقابلے میں نماز کو لمبا کرنے کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ جمعہ مختصر ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ خطبہ تو بہت لمبا ہو اور نماز اتنی مختصر ہو جیسے کوا ٹھونگیں مارتا ہے۔ نماز پورے خشوع و خضوع' اطمینان و سکون اور اعتدال ارکان کے ساتھ پڑھی جائے' اس کا جھٹکا نہ کیا جائے اور خطبے میں اختصار کو ملحوظ رکھا جائے۔ ہمارے ملک میں اس حدیث کے برعکس عمل ہے یعنی خطبہ لمبا' بلکہ خوب لمبا' اور نماز مختصر بلکہ نہایت ہی مختصر۔ اس حدیث کے مطابق ایسے علماء' دین کی سمجھ سے بے بہرہ ہیں۔ فنعوذ باللہ من ھذا

٧٠١ ـ وعن مُعَاوِيَةَ بنِ الحَكَمِ السُّلَمِيِّ رضي الله عنه قال: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسولِ اللهِ ﷺ، إذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَرَمَاني القَوْمُ

۳/ ۷۰۱ حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ نمازیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا یرحمک اللہ' پس لوگ مجھے گھور کر دیکھنے

بِـأَبْصَـارِهِـمْ! فَقُلْـتُ: وَاثُكْـلَ أُمِّيَـاه! مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرونَ إليَّ؟ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِـأَيْـدِيهِـمْ عَلى أَفْخَـاذِهِـمْ! فَلَمَّا رَأَيْتُهُـمْ يُصَمِّتُـونَنـي لكِنِّـي سَكَـتُّ. فَلَمَّـا صَلَّـى رسولُ اللهِ ﷺ، فَبأَبي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّماً قَبْلَه وَلاَ بَعْدَه أَحْسَنَ تَعْلِيماً مِنه، فَوَاللهِ! مَاكَهَرَني وَلاَضَرَبَني ولاَ شَتَمَني، قال: «إنَّ هذِهِ الصَّلاَةَ لاَ يَصْلُحُ فِيها شَيْءٌ مِنْ كَلامِ النَّاسِ، إنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ والتَّكْبِيرُ، وَقِراءَةُ الْقُرْآنِ» أَو كما قال رسولُ اللهِ ﷺ. قلتُ: يا رسولَ اللهِ! إني حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَ اللهُ بالإِسْلاَم، وَإنَّ مِنَّا رِجالاً يَأْتُونَ الْكُهَّانَ، قال: «فَلاَ تَأْتِهِمْ»، قلتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرونَ؟ قال: «ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدونَه في صُدورِهِمْ، فَلاَ يَصُدَّنَّهُم» رواه مسلم.

«الثُّكْل» بضم الثاءِ المُثلثة: المُصِيبَةُ وَالفَجيعَة. «مَا كَهَرَني» أَيْ: مَا نَهَرَني.

لگے، میں نے کہا "ہائے ماں کی جدائی" (یہ محاورہ عرب ہے، جس کا مقصد بددعاء نہیں) تمہیں کیا ہے کہ تم مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے ہو؟ پس وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے۔ جب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہوگیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے۔ پس میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ جیسا معلم (استاد) آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ جو آپ سے زیادہ اچھی تعلیم دینے والا ہو۔ اللہ کی قسم! آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ سب و شتم کیا (صرف اتنا) فرمایا۔ بے شک یہ نماز (ایسی چیز ہے) اس میں انسانوں کی گفتگو میں سے کوئی بات درست نہیں۔ یہ تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن پڑھنے کا نام ہے۔ یا جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت کے قریب ہوں اور (اب) اللہ اسلام کو لے آیا ہے اور ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تم ان کے پاس نہ جاؤ۔ میں نے کہا اور ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، یہ ایک ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں (یعنی دل کے بہلاوے کی بات ہے۔) یہ ان کو کام سے ہرگز نہ روکے۔ (مسلم)

الـثـكـل، ثاء پر پیش، مصیبت اور ناگہانی آفت۔ (لیکن مذکورہ فقرے میں یہ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے)

مـاكـهـرنـي، مجھے ڈانٹا، جھڑکا نہیں۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من إباحته.

۷۰۱۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں جس طرح کوئی اور گفتگو منع ہے، اسی طرح چھینک کا جواب دینا بھی صحیح نہیں ہے۔ البتہ خود چھینکنے والا اگر الحمد للہ کہہ لے تو جائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی حمد ہے جو نماز میں جائز

ہے۔ دوسرے‘ اس میں نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ایک انداز بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نہایت احسن طریقے سے انجان لوگوں کو دین کی باتیں سمجھاتے اور ان کی لاعلمی پر مبنی کوتاہیوں پر درشتی اور کرختگی کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ اس میں معلمین اور دعاۃ (مبلغین اسلام) وغیرہ کے لئے بڑا سبق ہے۔ تیسرے‘ نجومیوں سے مستقبل کے حالات معلوم کرنے کے لئے ان کے پاس جانے کی ممانعت ہے۔ چوتھے‘ بدشگونی سے بھی آپؐ نے روکا ہے۔ کہانت اور بدشگونی دونوں جاہلیت میں عام تھیں‘ اسلام نے آکر ان کو ختم کیا۔ لیکن جاہل مسلمانوں میں یہ خرافات اب پھر عام ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

٧٠٢ ـ وعن العِرْبَاضِ بنِ سارِيَةَ رضي الله عنه قال: وَعَظَنَا رسولُ اللهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنها القُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنها العُيونُ. وَذَكَرَ الحَدِيثَ وَقَدْ سَبَقَ بِكَمَالِهِ في باب الأَمْرِ بالمُحَافَظَةِ عَلى السُّنَّة، وَذَكَرْنا أَنَّ التِّرْمِذيَّ قال: إِنَّهُ حديث حسنٌ صحيحٌ.

۴/ ۷۰۲ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا بلیغ‘ مؤثر وعظ ارشاد فرمایا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت عرباضؓ نے ساری حدیث بیان کی۔ یہ حدیث مکمل طور پر باب الامر بالمحافظه علی السنه (رقم ۲/ ۱۵۷) میں گزر چکی ہے اور ہم نے ذکر کیا تھا کہ امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة.

۷۰۲۔ فوائد: اس میں وضاحت ہے کہ بہترین وعظ اور خطبہ وہ ہے جو مختصر‘ جامع اور مؤثر و نافع ہو۔

٩٢ ـ بابُ الْوَقارِ وَالسَّكِينَةِ

۹۲۔ وقار اور سکینت کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَعِبَادُ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى ٱلْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلْجَٰهِلُونَ قَالُوا۟ سَلَٰمًا﴾ [الفرقان: ٦٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان کا واسطہ جاہلوں سے پڑتا ہے تو سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔

فائدۂ آیت: ڈگ ڈگ بھر کر چلنا‘ گنوار پن کی اور آہستگی سے چلنا وقار و اطمینان کی دلیل ہے۔ اسی طرح جاہلوں سے الجھنا بھی وقار و متانت کے خلاف ہے۔ اللہ کے بندے جاہلوں سے بھی مخاطبت ترک کرکے خاموش ہوکر چلے جاتے ہیں۔

٧٠٣ ـ عن عائشةَ رضي الله عنها قالتْ: مَا رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ مُسْتَجْمِعاً قَطُّ ضَاحِكاً حَتَّى تُرَى مِنه لَهَوَاتُه، إِنَّمَا كانَ يَتَبَسَّمُ. متفقٌ عليه. «اللَّهَوَات» جَمْع لَهَاةٍ: وَهِيَ اللَّحْمَة الَّتِي فِي أَقْصَى سَقْفِ الفَمِ.

۱/ ۷۰۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو اس طرح قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپؐ کے گلے کے کوے نظر آنے لگیں۔ آپؐ صرف مسکرایا کرتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

اللھوات لھاۃ کی جمع ہے۔ حلق کا کوا‘ یعنی گوشت کا

وہ ٹکڑا جو منہ کے آخری بالائی حصے پر ہوتا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب التبسم والضحك، وكتاب التفسير، تفسير سورة الأحقاف ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب تبسمه ﷺ وحسن عشرته.

۷۰۳۔ فوائد: زیادہ ہنسنا' اللہ سے غفلت کی دلیل ہے ۔اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا ہے فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا (التوبہ ۸۲)۔ "یہ ہنسیں تھوڑا' روئیں زیادہ"۔ علاوہ ازیں کھلکھلا کر اور ٹھٹھے مار کر ہنسنے سے انسان کا وقار اور اس کا رعب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے باوقار' سنجیدہ اور اصحاب شرف و فضل اس طرح ہنسنے سے گریز کرتے ہیں گو ان کے لبوں پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی ہے۔ مطلب یہ کہ ہنسنے میں بھی دائرۂ ادب سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔

٩٣ ـ بَابُ النَّدْبِ إِلَى إِتْيَانِ الصَّلَاةِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

۹۳۔ نماز' علم اور اس قسم کی دیگر عبادات کی طرف سکینت اور وقار کے ساتھ آنا مستحب ہے۔

قال الله تعالى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ﴾ [الحج: ٣٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں۔ عظمت رکھے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔

فائدۂ آیت: شعائر' شعیرۃ کی جمع ہے ۔اس سے مراد دین کے اوامر و احکام ہیں جو اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ جن کا ادب و احترام یعنی ان پر عمل ضروری ہے۔ جس طرح یہ سارے اعمال بجائے خود ادب و احترام کے قابل ہیں اسی طرح ان کی ادائیگی اور بجالانے میں بھی وقار اور سکینت کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھا جائے۔ یہی باب کا مفاد ہے۔

٧٠٤ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إذا أُقِيمَتِ الصَّلاةُ، فَلا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا» متفقٌ عليه. زاد مسلم في روايةٍ له: «فإنَّ أَحَدَكُمْ إذا كَانَ يَعْمِدُ إلى الصَّلَاةِ فَهُوَ في صَلاةٍ».

۱/ ۷۰۴ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ (آرام سے معمول کی چال) چلتے ہوئے آؤ اور سکینت اختیار کرو' جو نماز امام کے ساتھ پالو' وہ پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے اسے پورا کرلو۔ (بخاری و مسلم)

مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں' تمہارا ایک آدمی جب نماز کا قصد کرلیتا ہے تو وہ نماز (کی حالت) میں ہی شمار ہوگا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب المشي إلي الجمعة، وكتاب الأذان، باب

لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا - وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار وسكينة.

۷۰۴- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے حصول کے لئے دوڑ بھاگ کر آنا ممنوع ہے کیونکہ یہ وقار کے خلاف ہے جبکہ حکم وقار اور سکینت اختیار کرنے کا ہے بالخصوص نماز وغیرہ کے لئے آتے وقت۔ (۲) جب انسان گھر سے وضو کر کے نکلتا ہے تو اسی وقت سے اسے نماز میں شمار کرلیا جاتا ہے۔ (۳) امام کے ساتھ ملنے والی رکعت مقتدی کی پہلی رکعت ہوگی۔ بعد میں جو ادا کرے گا وہ آخری رکعتیں ہوں گی۔

٧٠٥ - وعن ابن عباس رضي الله عنهما أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسمع النَّبِيُّ ﷺ وَرَاءَهُ زَجْراً شَدِيداً وَضَرْباً وَصَوْتاً للإِبِل، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ وقال: «أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالإِيضَاعِ» رواه البخاري، وروى مسلم بعضَه. «الْبِرُّ»: الطَّاعَةُ. وَ«الإِيضَاعُ» بضادٍ معجمةٍ قبلها ياءٌ وهمزةٌ مكسورةٌ، وَهُوَ الإِسْرَاعُ.

۲/ ۷۰۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عرفے کے دن نبی ﷺ کے ساتھ (عرفات سے) واپس لوٹ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پیچھے سخت ڈانٹ' مار اور اونٹوں (کے بڑبڑانے) کی آواز سنی تو آپ نے اپنے کوڑے کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' اے لوگو! سکینت اختیار کرو (یعنی سکون سے چلو) اس لئے کہ تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔ (بخاری) اور مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

البر' نیکی اور ایضاع' ضاد کے ساتھ ہے جس سے پہلے یا اور ہمزہ مکسورہ ہے معنی ہیں تیز روی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الحج، باب أمر النبي ﷺ بالسكينة عند الإفاضة - وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة.

۷۰۵- فوائد: دفع کے معنی دھکیلنے کے ہوتے ہیں' اسی لئے یہ متعدی ہے لیکن اس کا عام استعمال مفعول کے بغیر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لازم کے مشابہ ہے۔ عرفات سے واپس لوٹنے کو دفع کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ اس روز لوگ عرفات سے اس طرح لوٹتے ہیں گویا انہیں دھکیلا جارہا ہے۔ اس میں بھی وقار اور سکون اختیار کرنے کی اور تیز روی سے اجتناب کی تلقین کی ہے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے دوران مقامات حج پر اس ہدایت پر عمل کرنے کی بڑی شدید ضرورت ہے کیونکہ وہاں ہر جگہ انسانوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ ایسے میں ایک دوسرے کو دھکیل کر خود تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش دوسروں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ جس کا مشاہدہ ہر سال ایام حج میں ہوتا ہے لیکن مسلمانوں میں صبر و ضبط کی کمی اور اپنے مذہب کی اخلاقی ہدایات سے ناآشنائی یا بے اعتنائی کی وجہ سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوپاتا اور سعودی حکومت کے بے مثال اور وسیع انتظامات کے باوجود انسانی جانوں کا ضیاع تقریباً ایک معمول سا بن گیا ہے۔ ھدی اللہ المسلمین

٩٤ - بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ

۹۴- مہمان کی عزت و تکریم کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿هَلْ أَتَنكَ حَدِيثُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیم کے معزز

ضَيْفِ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا۟ عَلَيْهِ فَقَالُوا۟ سَلَـٰمًا ۖ قَالَ سَلَـٰمٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهُۥٓ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ﴾ [الذاريات: ٢٤ ـ ٢٧]. وقال تعالى: ﴿وَجَآءَهُۥ قَوْمُهُۥ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ۚ قَالَ يَـٰقَوْمِ هَـٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِى هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۖ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِى ضَيْفِىٓ ۖ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾ [هود: ٧٨].

مہمانوں کی بات پہنچی ہے' جب وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے سلام کیا' حضرت ابراہیمؑ نے بھی جواب میں کہا' سلام (اور کہا) انجانے لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک پلا ہوا بچھڑا (بھون کر) لائے اور ان کے قریب کیا' فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: لوطؑ کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور اس سے پہلے بھی وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ حصرت لوط (علیہ السلام) نے فرمایا' اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں' تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ پس اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھ دار آدمی نہیں ہے۔

فائدۂ آیات: قرآن مجید کے ان دونوں مقامات پر مہمانوں کی عزت و تکریم کا ذکر ہے جس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکرام ضیف کا اثبات فرمایا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٧٠٦ ـ عن أبي هريرةَ رضي الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ قال: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ» متفقٌ عليه.

۱/ ۷۰۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہیے کہ صلہ رحمی (رشتے داروں سے حسن سلوک) کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اس کو چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله... ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث علي إكرام الجار والضيف ولزوم الصمت إلا من الخير.

۷۰۶۔ فوائد: مہمان کی عزت کرنے کا مطلب ہے' خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے' حسب استطاعت خوش دلی سے اس کی مہمان نوازی کرے اور اس کے آرام و راحت کا خیال رکھے۔ صلہ رحمی کا مطلب' رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ گفتگو کم کرنے کا مطلب ہے کہ بے فائدہ اور فضول باتوں سے گریز کرے۔ زبان کو ذکر الٰہی' توبہ و استغفار اور کلمہ خیر کے لئے وقف رکھے یا پھر زیادہ

خاموش رہے۔ یہ تینوں خوبیاں ان لوگوں کی بتلائی گئی ہیں جو صحیح معنوں میں اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ ان میں کوتاہی کرنے والوں کا ایمان ناقص اور خام ہے۔

٧٠٧ ـ وعن أبي شُرَيْحٍ خُوَيلدِ بن عمرٍو الخُزَاعِيِّ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَنْ كان يُؤْمِنُ باللهِ وَاليَوْمِ الآخرِ فَلْيُكرِمْ ضَيفَهُ جَائِزَتَهُ» قالوا: وما جَائِزَتُهُ يا رسولَ اللهِ؟ قال: «يومُه ولَيْلَتُهُ، والضِّيَافَةُ ثلاثَةُ أيَّام، فما كان وَرَاءَ ذلكَ فهو صَدَقَةٌ عليه» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمسلمٍ: «لا يَحِلُّ لِمُسلمٍ أن يُقِيمَ عِند أَخِيهِ حتى يُؤْثِمَهُ» قالوا: يا رسولَ اللهِ! وكَيْفَ يُؤْثِمُهُ؟ قال: «يُقِيمُ عِنْدَهُ وَلا شَيْءَ لَهُ يَقْرِيهِ بِهِ».

٢ / ٧٠٧ حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ایک دن اور رات (یعنی اس میں اپنی طاقت کے مطابق بہتر کھانا تیار کرے)اور مہمان نوازی تین دن ہے' پس جو اس کے علاوہ ہو' وہ صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے' کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس (اتنا زیادہ) ٹھہرے حتیٰ کہ اسے گناہگار کردے۔ صحابہؓ نے پھر عرض کیا' یارسول اللہ! اس کو گناہگار کیسے کرے گا؟ آپنے فرمایا' اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس کوئی چیز نہ رہے جس کے ساتھ وہ اس کی مہمان نوازی کرے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه ـ وصحيح مسلم، كتاب اللقطة، باب الضيافة.

٧٠٧۔ فوائد: اس میں مہمان نوازی کے مزید آداب و حدود کی وضاحت ہے کہ پہلے دن اور رات عمدہ کھانے کا اہتمام کیا جائے اور اس کے بعد دو دن مزید معمول کے مطابق مہمان نوازی کی جائے۔ تین دن کے بعد مہمان کو چاہیے کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔ تاہم اگر وہ نہ جائے تو اس کے بعد مہمان نوازی بطور صدقہ ہوگی۔

٩٥ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّبْشِيرِ وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

۹۵۔ خیر کی خوشخبری دینے اور مبارکباد کہنے کے استحباب کا بیان

قال الله تعالى: ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ﴾ [الزمر: ١٧ ـ ١٨]. وقال تعالى:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دے جو بات کو سنتے ہیں' پھر اس میں سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ (جیسے برائی کرنے والے کو معاف

﴿ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَٰنٍ وَجَنَّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴾ [التوبة: ٢١] وقال تعالى: ﴿ وَأَبْشِرُوا۟ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴾ [فصلت: ٣٠]. وقال تعالى: ﴿ فَبَشَّرْنَٰهُ بِغُلَٰمٍ حَلِيمٍ ﴾ [الصافات: ١٠١]. وقال تعالى: ﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرَٰهِيمَ بِٱلْبُشْرَىٰ ﴾ [هود: ٦٩]. وقال تعالى: ﴿ وَٱمْرَأَتُهُۥ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَٰهَا بِإِسْحَٰقَ وَمِن وَرَآءِ إِسْحَٰقَ يَعْقُوبَ ﴾ [هود: ٧١]. وقال تعالى: ﴿ فَنَادَتْهُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُصَلِّى فِى ٱلْمِحْرَابِ أَنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ ﴾ [آل عمران: ٣٩]. وقال تعالى: ﴿ إِذْ قَالَتِ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ٱسْمُهُ ٱلْمَسِيحُ ﴾ الآية [آل عمران: ٤٥]، والآيات في الباب كثيرة معلومة.

وأما الأحاديث فكثيرة جدًّا، وهي مشهورة في الصحيح، منها:

کردینا اور تنگ دست مقروض کو مہلت دینا یا قرض ہی معاف کردینا' وغیرہ)۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ان کو ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت' رضامندی اور ایسے باغات کی جن میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔

نیز فرمایا: اور تم کو خوشخبری ہو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

نیز فرمایا: پس ہم نے اس (ابراہیمؑ) کو بردبار بچے کی خوشخبری دی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے۔ اور فرمایا: اور ابراہیم کی بیوی کھڑی تھی' پس وہ ہنسی اور ہم نے اسے اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ اور فرمایا: پس زکریا کو فرشتوں نے پکارا جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جب فرشتوں نے کہا' اے مریمؑ! بے شک اللہ تعالیٰ تجھے اپنے کلمے (عیسیٰ) کی خوشخبری دیتا ہے' اس کا نام مسیح ہے۔ الآیۃ (حضرت عیسیٰ کو اللہ کا کلمہ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے کلمہ کن سے ہوئی ہے جو ایک اعجازی ولادت ہے)۔

اور اس باب میں متعدد مشہور آیات ہیں۔

احادیث بھی بکثرت ہیں اور صحیح میں مشہور ہیں۔

ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

٧٠٨ ـ عن أبي إبراهيمَ وَيُقَالُ: - أبو محمدٍ، ويقالُ أبو مُعَاوِيَةَ - عَبْدِ اللهِ بنِ أبي أَوْفَى رضي الله عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ بَشَّرَ خَدِيجَةَ رَضي الله عنها، بِبَيْتٍ في الجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لا صَخَبَ فِيهِ ولا نَصَبَ. متفقٌ عليه. «القَصَبُ» هُنَا:

١/٧٠٨ حضرت ابوابراہیم۔ اور ابومحمد اور ابومعاویہ بھی کہا جاتا ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی کہ (ان کے لئے) جنت میں موتیوں کا گھر ہوگا' جس میں نہ شور ہوگا' نہ تکان' (بخاری و مسلم)

قصب سے یہاں مراد جوف دار (درمیان سے خالی)

اللُّؤْلُؤُ الْمُجَوَّفُ. وَ«الصَّخَبُ»: الصِّيَاحُ وَاللَّغَطُ. وَ«النَّصَبُ»: التَّعَبُ.

موتی ہیں۔ صخب، شوروغوغا اور نصب، تکان (تھکاوٹ)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب تزوج النبي ﷺ خديجة وفضلها - وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خديجة أم المؤمنين رضي الله عنها.

۷۰۸- فوائد: اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے علاوہ خیر کی خوشخبری دینے کا اثبات ہے۔

۷۰۹ - وعن أبي موسى الأشعريِّ رضي الله عنه، أَنَّهُ تَوَضَّأَ في بَيْتِهِ، ثُمَّ خَرَجَ فقال: لَأَلْزَمَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هذا، فَجَاءَ الْمَسْجِدَ، فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فقالوا: وَجَّهَ هٰهُنَا، قال: فَخَرَجْتُ عَلَى أَثَرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ، حَتَّى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتَّى قَضَى رسولُ اللهِ ﷺ حَاجَتَهُ وَتَوَضَّأَ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ قَدْ جَلَسَ عَلَى بِئْرِ أَرِيسٍ، وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ: لَأَكُونَنَّ بَوَّابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْيَوْمَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عنه فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هذا؟ فقال: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» فَأَقْبَلْتُ حَتَّى قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: ادْخُلْ وَرَسُولُ اللهِ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَمِينِ النَّبِيِّ ﷺ مَعَهُ فِي الْقُفِّ، وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ، وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي، فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلَانٍ - يُرِيدُ أَخَاهُ - خَيْراً يَأْتِ بِهِ، فَإِذَا

۷۰۹/۲ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور باہر نکل گئے (اپنے دل میں) کہا کہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لگ کر رہوں گا اور آج کا دن آپؐ کے ساتھ ہی گزاروں گا۔ چنانچہ وہ مسجد میں آئے اور نبی کریم ﷺ کی بابت (لوگوں سے) پوچھا' تو صحابہؓ نے بتلایا کہ آپ نے اس طرف کا رخ فرمایا ہے (حضرت ابو موسیٰؓ) فرماتے ہیں' پس میں آپؐ کی بابت پوچھتا ہوا آپؐ کے پیچھے نکل کھڑا ہوا۔ حتیٰ کہ آپؐ بئر اریس (قباء کے قریب ایک باغ) پر پہنچ گئے۔ میں دروازے پر بیٹھ گیا' جب رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت کے بعد وضو فرما لیا تو میں آپؐ کی طرف گیا تو دیکھا کہ آپؐ بئر اریس کی منڈیر پر بیٹھے ہیں (بخاری کی ایک روایت میں علیٰ قف البئر کے الفاظ ہیں) اور پنڈلیوں کو ننگا کرکے کنویں میں لٹکایا ہوا ہے۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور پھر واپس آکر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ اور میں نے (دل میں) کہا کہ میں آج ضرور رسول اللہ ﷺ کا دربان رہوں گا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے' انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا' میں نے پوچھا' کون ہے؟ انہوں نے فرمایا' ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا' ٹھہرئے۔ پھر میں گیا اور کہا یارسول اللہ! یہ ابوبکرؓ' اندر آنے کی اجازت طلب کررہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری (بھی) دے دو۔ چنانچہ میں آیا حتیٰ کہ ابوبکرؓ اندر تشریف لائے اور نبی ﷺ کے ساتھ

إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ. ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ؟ فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» فَجِئْتُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: أَذِنَ وَيُبَشِّرُكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهِ، وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلَانٍ خَيْراً ـ يَعْنِي أَخَاهُ ـ يَأْتِ بِهِ، فَجَاءَ إِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ. فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ. فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ. وَجِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوَى تُصِيبُهُ» فَجِئْتُ فَقُلْتُ: ادْخُلْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُولُ اللهِ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوَى تُصِيبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِىءَ، فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ. قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ. متفقٌ عليه. وزادَ في روايةٍ: وَأَمَرَنِي رسولُ اللهِ بِحِفْظِ الْبَابِ. وَفِيهَا: أَنَّ عُثْمَانَ حِينَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللهَ تَعَالَى، ثُمَّ قَالَ: اللهُ الْمُسْتَعَانُ. قوله: «وَجَّهَ» بفتحِ الواوِ وتشديدِ الجيمِ، أَيْ: تَوَجَّهَ. وقوله: «بِئْرِ أَرِيسٍ»: هو بفتحِ الهمزةِ وكسرِ الراءِ، وبعدَهَا ياءٌ مثنَّاةٌ مِن تحتُ ساكِنَةٌ، ثُمَّ سِينٌ مُهْمَلَةٌ، وهو مصروفٌ، ومنهم مَنْ مَنَعَ صَرْفَهُ. و«الْقُفُّ» بضمِ القافِ وتشديدِ الفاءِ: هُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ. قوله: «عَلَى رِسْلِكَ» بكسرِ الراءِ على

منڈیر پر آپ ؐ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا لئے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیاں ننگی کر لیں۔ میں پھر واپس آکر (دروازے پر) بیٹھ گیا اور میں (گھر سے نکلتے وقت) اپنے بھائی کو وضو کرتا چھوڑ کر آیا تھا کہ مجھے خود ہی آکر مل جائے گا میں نے (دل میں) کہا اگر اللہ تعالیٰ فلاں یعنی اس کے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اس کو یہاں لے آئے گا۔ اتنے میں کوئی شخص آیا اور دروازہ ہلانے لگا، میں نے کہا، کون ہے؟ اس نے کہا، عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)، پس میں نے کہا، ذرا ٹھہرئیے! میں پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ؐ کو سلام عرض کیا اور کہا، یہ عمرؓ ہیں، اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا، انہیں اجازت دے دو اور بتا دو کہ رسول اللہ (ﷺ) آپ ؐ کو جنت کی خوشخبری بھی سناتے ہیں چنانچہ وہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر آپ ؐ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا لئے۔ میں پھر واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور (دل میں) کہا، اگر اللہ تعالیٰ فلاں یعنی اس کے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اسے (یہاں) لے آئے۔ اتنے میں کوئی اور شخص آیا، اس نے دروازہ ہلایا، میں نے پوچھا، کون ہے؟ اس نے کہا، عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ)۔ میں نے کہا اچھا ٹھہرئیے! اور میں نے نبی کریم ﷺ کو آکر اطلاع دی، آپ ؐ نے فرمایا، انہیں اجازت دے دو اور ایک بلویٰ (حادثے) کے ساتھ جو انہیں پیش آئے گا، جنت کی خوشخبری سنا دو۔ چنانچہ میں آیا، اور ان سے کہا، تشریف لائیے اور رسول اللہ ﷺ آپ کو ایک حادثے کے ساتھ، جو آپ ؐ کو پیش آئے گا، جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پس وہ اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ کنوئیں کی

المشهور، وقيل بفتحها، أي: ارفق.

منڈیر پر ہو گئی ہے (یعنی نبی ﷺ کے دائیں بائیں دونوں جانب جگہ نہیں ہے) پس وہ آپؐ کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔ حضرت سعید بن مسیب (مشہور تابعی اور حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کرنے والے راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے ان کی قبروں کی تاویل کی (یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ قبر میں بھی اسی طرح ساتھ ہوں گے جب کہ عثمانؓ کی قبر الگ ہوگی) (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے دروازے کی نگرانی کا حکم فرمایا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عثمانؓ کو جب خوشخبری سنائی تو انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور فرمایا اللہ ہی اس لائق ہے کہ اس سے مدد طلب کی جائے۔

وجہ' واؤ پر زبر اور جیم پر تشدید۔ رخ کیا۔ بئراریس۔ ہمزہ پر زبر اور راء پر زیر اور اس کے بعد یاء ساکن اور پھر سین۔ یہ منصرف ہے اور بعض کے نزدیک غیر منصرف۔ قف' قاف پر پیش اور فاء پر تشدید' کنوئیں کے اردگرد چبوترہ یا منڈیر' علی رسلک' راء پر زیر مشہور ہے اور بعض کے نزدیک راء پر زبر ہے۔ ذرا ٹھہریں اور انتظار فرمائیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب قوله ﴿لو كنت متخذا خليلا﴾ وكتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر، وغير ذلك من كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل عثمان بن عفان رضي الله عنه.

۷۰۹۔ فوائد: اس حدیث کا تعلق باب سے واضح ہے کہ اس میں بھی خوشخبری دینے کا اثبات ہے (۲) خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو' ان کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی گئی۔ اس کے بعد بھی ان کے ایمان میں شک کرنا' شقاوت ازلی کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے؟ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت جس بلوے کی پیش گوئی فرمائی' وہ ان کی خلافت کے آخر میں پیش آیا' جب کہ عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے مکروہ اور بے بنیاد پروپیگنڈے سے متاثر فسادی گروہ نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر آپؓ کو شہید کردیا۔ رضی اللہ عنہ - اس میں نبی کریم ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے۔ (۴) بیداری کے عالم میں بھی تاویل و تعبیر جائز ہے' اسے فراست کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تمثیل میں من کل الوجوہ مشابہت یا برابری ضروری نہیں چنانچہ شیخین نبی ﷺ کے ساتھ حجرۂ عائشہ میں اور

حضرت عثمان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

٧١٠ - وعنْ أبي هريرةَ رضيَ الله عنهُ قال: كُنَّا قُعوداً حَوْلَ رسولِ الله ﷺ، وَمَعَنَا أَبُو بكرٍ وعُمَرُ رضيَ عنهما في نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُولُ الله مِنْ بينِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، وَخَشِينا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا وَفزِعْنَا فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رسُولَ الله ﷺ، حتى أَتَيْتُ حَائِطاً لِلأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَاباً؟ فَلَمْ أَجِدْ، فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ في جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بئرٍ خَارِجَهُ - وَالرَّبِيعُ: الجَدْوَلُ الصَّغِيرُ - فَاحْتَفَزْتُ، فَدَخَلْتُ على رسُولِ الله فقال: «أَبُو هُرَيْرَةَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ الله، قَالَ: «مَا شَأْنُكَ؟» قلتُ: كُنْتَ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنا، فَفزِعْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَأَتَيْتُ هٰذَا الحائِطَ، فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، وَهؤلاءِ النَّاسُ وَرَائي. فَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ» وَأَعْطَاني نَعْلَيْهِ فَقَالَ: «اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ، فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الحائطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِناً بها قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بالجَنَّةِ» وَذَكَرَ الحَدِيثَ بطُولِهِ، رواهُ مسلم. «الرَّبِيعُ» النَّهْرُ الصَّغِيرُ، وَهُوَ الجَدْوَلُ - بفتح الجيم - كَمَا فَسَّرَهُ في الحَدِيثِ. وقولُه: «احْتَفَزْتُ» روِيَ بالرَّاءِ وبالزَّايِ وَمَعْنَاهُ بالزَّاي: تَضَامَمْتُ وَتَصَاغَرْتُ حَتَّى أَمكنَنِي الدُّخُولُ.

٣ / ٧١٠ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے' اور ہمارے ساتھ لوگوں میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے پس (اچانک) رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں آپؐ نے کافی دیر فرمائی تو ہم ڈر گئے کہ ہماری غیر موجودگی میں آپؐ کو قتل نہ کردیا گیا ہو اور ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں سب سے پہلے گھبرانے والا تھا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلا' یہاں تک کہ میں بنی نجار انصار کے باغ کی چار دیواری پر پہنچ گیا' میں اس کے اردگرد گھوما کہ مجھے کسی دروازے کا سراغ مل جائے؟ لیکن مجھے کوئی دروازہ نہیں ملا' تاہم ایک چھوٹے سے نالے پر نظر پڑی جو باغ سے باہر ایک کنوئیں سے نکل کر باغ کے اندر جارہا تھا اور ربیع چھوٹی سی نہریا چھوٹے سے نالے کو کہتے ہیں۔ پس میں اس میں سے سمٹ سمٹا کر اندر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے (مجھے دیکھ کر) فرمایا۔ابو ہریرہؓ؟ میں نے کہا' جی ہاں' یا رسول اللہ! فرمایا' کیا بات ہے؟ میں نے کہا' آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے' پس آپؐ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور واپسی میں آپؐ نے دیر فرمادی تو ہمیں ڈر محسوس ہوا کہ کہیں آپؐ کو ہماری غیر موجودگی میں قتل نہ کردیا گیا ہو؟ چنانچہ ہم گھبرا اٹھے' گھبرانے والوں میں سب سے پہلا آدمی میں تھا۔ پس میں اس باغ تک آگیا اور میں (اندر داخل ہونے کے لئے) اس طرح سمٹ سکڑ گیا جس طرح لومڑی سمٹتی سکڑتی ہے اور لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' اے ابو ہریرہؓ! اور آپؐ نے مجھے اپنے دونوں جوتے دے کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ میرے یہ دونوں جوتے ساتھ لے جاؤ' اس باغ کی دیوار کے باہر جو

بھی ملے' جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس پر اس کے دل میں پورا یقین ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری دے دو اور پوری حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

الربیع' چھوٹی نہر اور یہ نالہ ہے' جیسا کہ حدیث میں اس کی تفسیر اس کے ساتھ کی ہے۔ احتفزت' یہ راء اور زاء کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے۔ زاء کے ساتھ معنی ہیں میں نے سمٹ سمٹا کر اپنے وجود کو اتنا چھوٹا کرلیا حتیٰ کہ میرے لئے نالے سے اندر جانا ممکن ہوگیا۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا، رقم ۳۱.

۷۱۰- فوائد: یہ مسئلہ پہلے وضاحت سے بیان کیا جاچکا ہے کہ دل کی گہرائی سے اللہ پر ایمان رکھنے والا' اگر اس نے شرک کا ارتکاب نہیں کیا ہوگا تو وہ یقیناً جنت میں جائے گا یا تو پہلے مرحلے میں ہی چلا جائے گا' اگر اللہ کی مشیت ہوئی۔ بصورت دیگر سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔ اس کا دائمی گھر جہنم نہیں' جنت ہی ہوگا۔ اس حدیث میں خوشخبری کے اثبات کے علاوہ مومن کے بہرحال جنتی ہونے کی نوید ہے۔

۷۱۱ ـ وعَن ابنِ شُمَاسَةَ قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بنَ العَاصِ رضيَ الله عنه، وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ المَوْتِ فَبَكى طَوِيلاً، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إلى الجدَارِ، فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ: يَا أَبَتَاه، أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بكذَا؟ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بكذَا؟ فَأَقْبَلَ بوَجْهِهِ فَقَالَ: إنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، إنِّي قَدْ كُنْتُ عَلى أَطْبَاقٍ ثَلاثٍ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضاً لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنِّي، وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِن أَنْ أَكُونَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ، فَلَوْ مُتُّ عَلى تِلْكَ الحالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا جَعَلَ اللهُ الإِسْلامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ

۴ / ۷۱۱ حضرت ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ وہ قریب المرگ تھے۔ پس وہ کافی دیر تک روئے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا۔ تو ان کا صاحبزادہ کہنے لگا' ابا جان! کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں خوشخبری نہیں دی تھی؟ کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں خوشخبری نہیں دی تھی؟ (دو مرتبہ انہوں نے کہا) چنانچہ آپ نے اپنا چہرہ اس کی طرف پھیرا اور فرمایا: بے شک سب سے افضل (توشہ آخرت) جو ہم تیار کریں' وہ ہے اللہ کی توحید کی گواہی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مجھ پر تین قسم کے حالات آئے (یعنی میں تین دوروں سے گزرا) میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ مجھ

النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلأُبَايِعْكَ، فَبَسَطَ يَمِينَهُ فَقَبَضْتُ يَدِي، فَقَالَ: «ما لكَ يا عَمرُو؟» قلت: أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ: «تَشْتَرِطُ مَاذَا؟» قُلْتُ: أَنْ يُغْفَرَ لِي، قَالَ: «أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الإِسْلاَمَ يَهْدِمُ ما كَانَ قَبلَهُ، وَأَن الهجرَة تَهدِمُ ما كان قَبْلَهَا، وَأَنَّ الحَجَّ يَهدِمُ مَا كَانَ قَبلَه؟» وما كان أَحَدٌ أَحبَّ إِلَيَّ مِنْ رسولِ اللهِ ﷺ، وَلَا أَجَلَّ في عَيني مِنْهُ، ومَا كُنتُ أُطِيقُ أَن أَملأَ عَيني مِنه إِجْلالًا لَهُ، ولَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ ما أَطَقْتُ لِأَنِّي لم أَكُنْ أَملأُ عيني منهُ، ولو مُتُّ على تِلكَ الحَالِ لَرَجَوتُ أن أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، ثم وُلِّينَا أَشيَاءَ ما أَدري ما حَالي فِيها؟ فَإِذا أَنا مُتُّ فَلا تَصحَبَنِّي نَائحَةٌ ولا نَارٌ، فَإِذا دَفَنتُمونِي، فَشُنُّوا عليَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثم أَقِيمُوا حَولَ قَبرِي قَدَرَ ما تُنحَرُ جَزورٌ، وَيُقسَمُ لَحمُهَا، حَتَّى أَستَأْنِسَ بِكُمْ، وأَنظُرَ مَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبي. رواه مسلم.

قوله: «شُنُّوا» رُوِيَ بالشينِ المعجمةِ وبالمهملةِ، أَي: صُبُّوهُ قَلِيلًا قَلِيلًا والله سبحانه أعلم.

سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنے والا کوئی نہ تھا' اس وقت سب سے زیادہ محبوب بات میرے لئے یہی تھی کہ اگر میں آپؐ پر قابو پالوں تو آپؐ کو قتل کردوں۔ اگر میری موت اسی حالت میں آجاتی تو یقیناً میں جہنمیوں میں سے ہوتا۔ جب اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈال دی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپؐ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپؐ کی بیعت کرلوں۔ پس آپؐ نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ آپؐ نے فرمایا' اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا' میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا' بتلاؤ' تمہاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا' یہ کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو گرا دیتا ہے (ختم کردیتا) ہے اور ہجرت اپنے ماقبل کے گناہوں کو گرا دیتی ہے اور حج پہلے کے گناہوں کو گرا (مٹا) دیتا ہے؟ (چنانچہ اسلام قبول کرکے میں نے آپؐ کی بیعت کرلی' اس کے بعد یہ حال ہوگیا کہ) مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری نظر میں آپؐ سے زیادہ جلیل القدر کوئی نہ تھا۔ آپؐ کی عظمت و جلالت کا نقش اس طرح میرے دل میں تھا کہ میں نظر بھر کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر مجھ سے آپؐ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں اسے بیان نہیں کرسکتا' اس لئے کہ میں نے کبھی نظر بھر کر آپؐ کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر میری موت اسی حال میں آجاتی تو یقیناً امید تھی کہ میں جنتیوں میں سے ہوتا۔ (اس کے بعد) پھر ہم کئی چیزوں کے ذمے دار بنائے گئے (حکومتی مناصب پر فائز ہوئے) میں نہیں جانتا ان کے بارے میں میرا کیا حال ہوگا؟ پس جب میں فوت ہوجاؤں تو میرے

جنازے کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے (رونے پیٹنے) والی عورت ہو نہ کوئی آگ' اور جب مجھے دفنا چکو تو مجھ پر تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالنا' پھر میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا کہ جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اسکا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں؟ (مسلم)

شـنـوا' یہ شین اور سین کے ساتھ' دونوں طرح مروی ہے۔ یعنی تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالو۔ واللہ سبحانہ اعلم

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج.

۷۱۱۔ فوائد: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے تین دور بیان فرمائے ہیں۔ ایک اسلام سے قبل' دوسرا اسلام کے بعد اور تیسرا جب وہ حکومت کے ذمے دارانہ مناصب (گورنری وغیرہ) پر فائز ہوئے۔ اس تیسرے دور کی گراں بار ذمے داریوں سے وہ خوف زدہ تھے کہ ان میں کوتاہیوں کا ارتکاب نہ ہوگیا ہو جن کی بنا پر بارگاہ الٰہی میں گرفت ہو۔ رضی اللہ عنہ - اس حدیث سے درج ذیل فوائد معلوم ہوئے: (۱) اسلام سے قبل کی شدید عداوت' قبول اسلام کے بعد شدید محبت میں تبدیل ہوگئی (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں نقش تھی (۳) موت کے وقت تقصیر کے خوف سے اور اللہ کی رحمت کی امید سے رونا جائز ہے (۴) اللہ کی رحمت کی بشارت کے ذریعے سے قریب المرگ شخص کی تسکین خاطر کا اہتمام کرنا چاہیے (۵) اسلام' ماقبل کے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے' بشرطیکہ اس کے بعد صحیح معنوں میں اسلام و ایمان کے تقاضوں کو بروئے کار لایا جائے۔ اسی طرح ہجرت' حج اور نماز وغیرہ سے انسان کے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں تاہم کبیرہ گناہوں کی مغفرت کے لئے خاص توبہ ضروری ہے (۶) میت پر بین اور نوحہ کرنا منع ہے (۷) موت سے پہلے وصیت کرنا مستحب ہے بالخصوص ان بدعات و رسومات کی بابت' جن کے ارتکاب کا اندیشہ ہو (۸) قبر میں منکر نکیر فرشتوں کے سوال کرنے کا اثبات' جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے (۹) دفنانے کے بعد قبر پر دیر تک کھڑے رہنا اور میت کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرنا' سنت ہے' جیسا کہ دوسری روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی بابت حکم موجود ہے۔ (۱۰) دفنانے کے فوراً بعد قبر پر نیک لوگوں کی موجودگی سے صاحب قبر کو تسکین ہوتی ہے اور سوال جواب میں آسانی' اسی لئے حدیث میں تاکید ہے کہ کھڑے ہوکر اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔

٩٦ ـ بَابُ وَدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتِهِ عِنْدَ فِرَاقِهِ

۹۶۔ ساتھی کو رخصت کرنے اور سفر وغیرہ کی جدائی کے وقت اسے وصیت کرنے نیز اس

لِسَفَرٍ وَغَيْرِهِ وَالدُّعَاءِ لَهُ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ

کے حق میں دعا کرنے اور اپنے لئے اس سے دعا کی درخواست کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَـٰبَنِىَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ ٱلْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى قَالُوا۟ نَعْبُدُ إِلَـٰهَكَ وَإِلَـٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَـٰعِيلَ وَإِسْحَـٰقَ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ﴾ [البقرة: ١٣٢ - ١٣٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی۔ اے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند کرلیا ہے' پس جب تمہیں موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی' جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا' تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا' ہم تیرے اور تیرے باپ دادا' ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

وأما الأحاديث:

فائدۂ آیات: اس میں موت کے وقت وصیت کرنے کا ذکر ہے' جس سے امام نوویؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ سفر کے وقت بھی وصیت کرنا جائز ہے کیونکہ موت کا تو کوئی وقت مقرر ہی نہیں ہے اور سفر میں موت کا امکان حضر (اقامت) سے زیادہ ہوتا ہے' اس لئے سفر کے وقت بھی وصیت کردینا بہتر ہے۔

٧١٢ - فمنها حديثُ زيدِ بنِ أرْقَمَ رضي الله عنه - الذي سبق في باب إكرام أَهْلِ بَيْتِ رسولِ الله ﷺ - قال: قامَ رسولُ اللهِ ﷺ فِينَا خَطِيباً، فَحمِدَ اللهَ، وَأَثْنى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قال: «أَمَّا بَعْدُ، أَلا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللهِ، فِيهِ الهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ» فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ، وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قال: «وَأَهْلُ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ في أَهْلِ بَيْتِي» رواه مسلم. وَقَدْ سَبَقَ بطُولِهِ.

١/٧١٢ احادیث میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو باب اکرام اہل بیت رسول اللہ ﷺ میں گزر چکی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا۔ پس اللہ کی حمد و ثناء بیان کی' وعظ کیا اور نصیحت فرمائی۔ پھر فرمایا' اما بعد' اے لوگو! یقیناً میں بھی ایک انسان ہوں' قریب ہے کہ میرے پاس بھی میرے رب کا فرستادہ آجائے اور میں اس کا پیغام قبول کرلوں (کیونکہ اسے رد کرنا تو کسی انسان کے بس میں ہی نہیں) اور میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ پس تم اللہ کی کتاب کو حاصل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ پھر آپؐ نے اللہ کی کتاب پر (عمل کرنے پر) ابھارا اور اس

کے بارے میں ترغیب دی۔
پھر فرمایا: (اور دوسری چیز) میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں (کہ ان پر کوئی زیادتی نہ کرنا) مسلم، یہ روایت اس سے پہلے پوری گزر چکی ہے۔
(دیکھئے رقم ۱ / ۳۴۵)

تخریج: تقدم تخریجه في رقم٣٤٥.

۷۱۲- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ نے اپنی بشریت کے حوالے سے فرمایا کہ انسان کی طرح موت سے مجھے بھی مفر نہیں، کاسۂ موت مجھے بھی بہرحال پینا ہے۔ اس حدیث کو یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں وصیت کرنے کا استحباب ہے۔

٧١٣ ـ وعن أبي سُلَيْمَانَ مَالكِ بْنِ الحُوَيْرِثِ رضي الله عنه قال: أَتَيْنَا رسولَ اللهِ ﷺ وَنحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وكانَ رسولُ اللهِ ﷺ رَحِيماً رَفِيقاً، فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا، فَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ، فقال: «ارْجِعُوا إلى أَهْلِيكم، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ، وَعلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ، وَصَلُّوا صَلاةَ كَذَا في حِينِ كَذَا، وَصَلُّوا كَذَا في حِينِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُم» متفقٌ عليه. زَادَ البخاري في رِوايةٍ له: «وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي». قوله: «رَحِيماً رَفِيقاً» رُوِيَ بفاءٍ وقافٍ، ورُوِيَ بقافَينِ.

۲ / ۷۱۳ حضرت ابو سلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم ایک جیسی عمر کے نوجوان تھے، ہم بیس راتیں آپؐ کے پاس قیام پذیر رہے اور رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل تھے چنانچہ آپ کو خیال ہوا کہ ہم اپنے گھر والوں (کی ملاقات) کے مشتاق ہو گئے ہیں، پس آپ نے ہم سے پیچھے چھوڑے ہوئے ہمارے گھر والوں کی بابت پوچھا، تو ہم نے آپ کو اس کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ جسے سن کر آپؐ نے فرمایا، تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس چلے جاؤ اور وہیں رہو اور ان کو بھی (دین کی باتیں) سکھاؤ اور انہیں (بھلائی کا) حکم کرو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں۔ جب نماز کا وقت ہو جائے، تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور تم میں سے جو بڑا ہو، وہ تمہیں نماز پڑھائے۔ (بخاری و مسلم)
اور بخاری نے اپنی ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے "اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے"۔ رحیما رفیقا، فاء اور قاف کے ساتھ (نرم دل) اور رقیقا، دو قافوں کے

ساتھ بھی مروی ہے۔ (اس کے معنی بھی وہی ہیں)۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من قال: ليؤذن في السفر مؤذن واحد - وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟.

۷۱۳۔ فوائد: (۱) اس میں ایک تو نوجوانوں کے علم دین حاصل کرنے کے شوق کا بیان ہے' جس کے لئے انہوں نے گھر بار چھوڑ کر سفر کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ طلب علم کے لئے اگر سفر کرنے کی بھی ضرورت پیش آجائے تو اس سے گریز نہ کیا جائے (۲) استاد یا منتظم کے لئے ضروری ہے کہ وہ طلباء کے حالات سے آگاہ رہے اور اس کے مطابق مناسب اقدامات اور ہدایات کا اہتمام کرے (۳) جن کو دین کا علم اور شعور حاصل ہو جائے' ان کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو بھی دین سکھائیں جو دینی علوم اور دین سے بے بہرہ ہیں (۴) پورے شوق اور جذبے سے امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں (۵) نمازوں کے لئے اذان کا اہتمام ضروری ہے (۶) پیشوائی کی خصوصیات میں سب برابر ہوں تو پھر جو عمر میں بڑا ہو' وہ امامت کا حق دار ہے۔ پیشوائی کی خصوصیات میں سب سے پہلی خصوصیت قرآن کریم کو اچھے انداز سے پڑھنا' دوسرے نمبر پر قرآن و حدیث کا علم ہے۔ یعنی جو سب سے اچھا قاری ہو' وہ امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہے' اس کے بعد جو بڑا عالم ہو' وہ ہے (۷) اذان اور امامت کی مذکورہ ہدایت کا مطلب ہے کہ ہر جگہ اور ہر وقت اذان دے کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیا جائے۔ مدرسہ ہو یا تجارتی مرکز' سفر ہو یا حضر۔

٧١٤ - وعن عُمَرَ بنِ الخطَّاب رضيَ اللهُ عنه قال: استأذَنْتُ النبيَّ ﷺ في العُمْرَةِ، فَأَذِنَ، وقال: «لا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ»، فقالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لي بهَا الدُّنْيَا. وفي رواية قال: «أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ في دُعَائِكَ». رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۷۱۴ / ۳ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرے کی بابت اجازت مانگی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمادی اور فرمایا اے میرے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولنا۔ یہ آپ نے ایسا کلمہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہ ہو (یعنی یہ کلمہ ساری دنیا سے بڑھ کر مجھے عزیز ہے)۔

اور ایک روایت میں ہے' اے میرے پیارے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔

(ابو داؤد' ترمذی' حسن' صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء - وسنن ترمذي، أبواب الدعوات - انظر رقم۳۷۳.

۷۱۴۔ فوائد: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ یہاں اس امر کے اثبات کے لئے لائے ہیں کہ دوسروں سے دعا کی درخواست کی جائے' چاہے خود درخواست کرنے والا علم و شرف اور نیکی و پارسائی میں زیادہ اونچا مقام رکھتا ہو۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بھی اظہار ہے کہ اپنے ایک امتی اور مرید سے دعا کی درخواست فرمارہے

ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

٧١٥ ـ وعن سالم بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما كَانَ يَقُولُ لِلرَّجُلِ إذَا أَرَادَ سَفَراً: أُدْنُ مِنِّي حَتَّى أُوَدِّعَكَ كَمَا كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُوَدِّعُنَا، فيقُولُ: «أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ، وَأَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ». رواه الترمذي، وقال: حديث حسن صحيح.

۴ / ۷۱۵ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) آدمی سے فرماتے جب وہ کسی سفر کا ارادہ کرتا' میرے قریب ہو تاکہ میں تجھے الوداع کہوں' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں الوداع فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ فرماتے' میں تیرے دین کو' تیری امانت کو اور تیرے آخری اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما يقول إذا ودّع إنسانا.

۷۱۵- فوائد: اس میں مسافر کو الوداع کہنے اور مذکورہ دعائیہ کلمات کے ساتھ اس کے حق میں دعا کرنے کا استحباب ہے۔ وہ دعا یہ ہے استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک

٧١٦ ـ وعن عبدِ اللهِ بن يَزِيدَ الخَطْمِيِّ الصَّحَابيِّ رضي الله عنه قالَ: كَانَ رَسولُ اللهِ ﷺ إذا أَرَادَ أَنْ يُوَدِّعَ الجَيْشَ قَالَ: «أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكُمْ، وَأَمَانَتَكُم، وَخَوَاتِيمَ أَعمَالِكُمْ». حديث صحيح، رواه أبو داود وغيره بإسناد صحيح.

۵ / ۷۱۶ حضرت عبداللہ بن یزید خطمی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو الوداع کہنے کا ارادہ فرماتے تو فرمایا کرتے' استودع اللہ دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم۔ (ابو داؤد وغیرہ' اس کی سند صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الدعاء عند الوداع.

۷۱۶- فوائد: یہ وہی دعا ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ اس میں صیغہ خطاب واحد کا تھا' اس میں جمع کا ہے۔ گویا لشکر اور گروہ کو رخصت کرنا ہو تو بصیغہ جمع مذکورہ دعا پڑھی جائے۔ ورنہ واحد کے صیغے کے ساتھ۔

٧١٧ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى النَّبيِّ ﷺ فقال: يا رَسُولَ اللهِ! إني أُريدُ سَفَراً، فَزَوِّدْني، فَقَال: «زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوَى» قال: زِدْني، قال: «وَغفَرَ ذَنْبَكَ»، قال: زِدْني، قال: «وَيَسَّرَ لَكَ الخيرَ حَيْثُمَا كُنْتَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۶ / ۷۱۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' یارسول اللہ! میرا سفر کرنے کا ارادہ ہے' آپؐ مجھے زاد راہ عنایت فرمائیں (یعنی میرے حق میں دعا فرما دیں) آپؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کے توشے سے آراستہ فرمائے۔ اس نے کہا' میرے لئے مزید دعاء فرمائیں' آپؐ نے فرمایا' اور تیرے گناہ معاف فرما دے۔ اس نے کہا' کچھ اور۔ آپؐ نے فرمایا' تو جہاں